Marfat.com

دس پیغمبر

سعدی سنگروری

وحید بک سنٹر، سٹار سائنس مارکیٹ، تکیہ املی والا، آبکاری روڈ، لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

ناشر	:	محمد رفیق چودھری
مطبع	:	ناصر اینڈ برادرز پرنٹرز۔ لاہور
اشاعت	:	1995ء
قیمت	:	-/120 روپے

ترتیب

۱۔	حضرت نوح علیہ السلام	۱۵
۲۔	حضرت ہود علیہ السلام	۲۹
۳۔	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۳۹
۴۔	حضرت یوسف علیہ السلام	۸۹
۵۔	حضرت شعیب علیہ السلام	۱۰۳
۶۔	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۰۹
۷۔	حضرت سلیمان علیہ السلام	۱۵۵
۸۔	حضرت یونس علیہ السلام	۱۷۹
۹۔	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱۸۶
۱۰۔	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۱۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جناب ڈاکٹر برہان احمد فاروقی ایم اے' پی۔ ایچ۔ ڈی۔ وائس پرنسپل ایم۔ اے۔ او کالج لاہور

سعدی صاحب نے "دس پیغمبر" کے عنوان سے چند انبیاء علیہم السلام کے حالات قلمبند فرمائے ہیں۔ اس کوشش کا مقصد یہ ہے مذہب کے بارے میں لوگوں کے لئے ایک ایسا راستہ واضح کیا جائے جو حقیقت سے قریب تر ہو۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ "مذہب" کو سمجھنے کے لئے مورخین' ماہرین نفسیات اور اہل سائنس یا فلاسفہ کی جانب رجوع کرتے ہیں اور ان میں سے کسی کی رائے کے تحت مذہب کی حقیقت کے بارے میں کوئی تصور قائم کرتے ہیں اس سے بڑھ کر غیر علمی انداز کیا ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اپنی عام زندگی کے مسائل میں جب ہمیں "شعر" کو سمجھنا ہو تو ہم کبھی طبیب کا رخ نہیں کرتے اور اگر جراحی کا فن سیکھنا اور سمجھنا چاہیں تو انجینئر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس باب میں علمی طریق کار یہی ہے کہ مذہب کو سمجھنے کے لئے انبیاء کرام کے حوالے سے غور کیا جائے' خصوصاً" ان انبیاء کے حوالے سے جن کی حیثیت مسلمہ طور پر سب سے زیادہ تاریخی ہو خود انبیاء کے حالات پر بھی وحی الٰہی کی روشنی میں غور کرنا سب سے زیادہ علمی طریقہ ہوگا۔

سعدی صاحب کی یہ کتاب اس علمی انداز نظر اور طریق کار کی بہت اچھی مثال ہے۔

ہدیہ تشکر

محترم جسٹس سردار محمد اقبال صاحب ریٹائرڈ چیف جسٹس
عدالت عالیہ پنجاب، سابق وفاقی محتسب اول حکومت پاکستان کی
خدمت میں ہدیہ تشکر جن کی محبت اور شفقت میرے لئے
مشعل راہ بنی۔

عقیدت کیش

سعدی سنگروری

6- نومبر 1994ء

9- دھنی رام روڈ، انار کلی، لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نوح سے پہلے

جناب آدم دنیا کا وہ سب سے پہلا انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بہ تمام و کمال پیدا کرکے دنیا کی تمام قوموں کا باپ بنایا آدم کہلایا۔

حضرت آدم علیہ السلام بحیثیت انسان اول جہاں ابوالبشر ہیں وہاں اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے برگزیدہ بندے اور پیغمبر بھی ہیں۔ قرآن حکیم میں آپ کا ذکر پچیس بار آیا ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیۂ قرآنی علّم آدم الاسماء کلّہا میں لفظ آدم کو تنہا آپ کی ذات مراد لیا ہے اور تمام صفات کو جن کا قرآن حکیم نے اشارہ کیا ہے صرف آپ ہی کی ذات سے منسوب کر دیا ہے لیکن جمہور علمائے اسلام اس سے انکار کرتے ہیں اور اس آیہ مبارکہ کو تمام بنی نوع آدم پر منطبق کرتے اور مراد لیتے ہیں۔

جناب آدم علیہ السلام کی شریعت یہ تھی کہ آپ کے عہد نبوت میں آپ کی زوجہ محترمہ اماں حوّا سے جوڑا جوڑا پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا نکاح دوسرے پیٹ سے پیدا ہونے والے جوڑے سے کر دیا جاتا تھا سبب اس کا یہ تھا کہ اس وقت افزائش نسل کے لئے اس کے سوا کوئی اور صورت ممکن نہیں تھی۔

جناب آدم کی یہ شریعت ابوالبشر ثانی جناب نوح علیہ السلام کے زمانے میں منسوخ ہوئی جس کی تفصیل اگلے باب میں پیش کی جائے گی مختصراً جناب آدم کی تعلیمات کے باب میں اتنا جاننا بس ہے کہ معرفت الٰہی، معاشرت کاشتکاری اور خورد و نوش کے قاعدے کلیے تسلیم کرانے تک آپ کی تبلیغ محدود تھی۔

Marfat.com

جناب آدم علیہ السلام خود بھی کھیتی باڑی کیا کرتے اور کپڑا بنا کرتے تھے کہتے ہیں آپ کم و بیش نو سو تیس ۹۳۰ برس تک اس دنیا میں رہے اور اپنی اولاد کو تعلیمات الٰہی سے روشناس کراتے رہے ممکن ہے آپ کی عمر کے بارے میں کوئی مغالطہ یا مبالغہ ہو جیسا کہ مؤرخین کے مختلف بیانات سے ظاہر ہے تاہم یہ ضرور طے ہے کہ جناب آدم علیہ السلام نے بڑی طویل عمر پائی۔

آپ کے زمانے کا سب سے مشہور واقعہ ہابیل ابن آدم کا قتل ہے جو قابیل ابن آدم کے ہاتھوں اس وقت ہوا کہ جب کوئی آدمی قتل کرنے کے فعل سے واقف نہیں تھا اور نہ کسی آدمی نے کسی آدمی کو مرتے دیکھا تھا۔ گویا اس اعتبار سے قتلِ ہابیل روئے زمین پر سب سے پہلا انسانی قتل تھا۔

یہ قتل کیوں ہوا؟ ہر چند اس کے متعلق کہانیاں تو کئی ایک طرح کی ہیں مگر ان سب میں بات یہیں پر آکر ختم ہوتی ہے کہ جناب آدم علیہ السلام اپنے چھوٹے بیٹے ہابیل کی شادی اپنی بیٹی اقلیمیہ سے کرنا چاہتے تھے مگر آدم علیہ السلام کا بڑا بیٹا باپ کے اس ارادے کے خلاف تھا اور خود شادی کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے ہابیل کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے ایک روز موقع پا کر قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قرآن حکیم میں سورۂ مائدہ میں بیان کیا ہے۔

اب رہی یہ بحث لفظ آدم کس زبان کا لفظ ہے اور یہ کس سے بنا ہے اور کس سے نہیں؛ مفسرین کے حوالے سے ہم اس باب میں بھی ضرور تھوڑا بہت عرض کیے دیتے ہیں۔

حرف آدم

لفظ آدم کے اشتقاق سے متعلق مختلف روایات ہیں اور اسی اختلاف کی بنیاد پر بعض آدم کے لفظ کو عربی کہتے ہیں اور بعض عجمی قرار دیتے ہیں۔

اصحاب اللغہ نے لفظ آدم کی تحقیق میں اپنے بیان کی بنیاد معقول پر رکھی ہے کہ منقول پر؛ ظاہر ہے کہ قلم یا تحریر کے فن کو نکلے ہوئے پانچ ہزار برس سے زیادہ مدت نہیں گزری اور دنیا اس سے کہیں پہلے کی آباد ہے یہ سربستہ راز کھلے تو کیونکر کھلے

Marfat.com

اہل فرہنگ نے معقول کی روشنی میں جو داد تحقیق فرمائی ہے اس کی جزئیات میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن بنیادی خیال میں کلام نہیں سب کے نزدیک آدم ہماری موجودہ دنیا کا سب سے پہلا انسان اور تمام اقوام عالم کا پدر گرامی قدر ہے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

تاج اللغات ص ۱۱

آدم۔ ع۔ مذکر۔ انسان، سب سے پہلا آدمی۔ باوا آدم جس سے دنیا میں نسل پھیلی

جامع اللغات ص ۲۳

آدم۔ ع۔ مذکر۔ سب سے پہلا انسان جس سے انسان کی نسل شروع ہوئی یہودیوں کے حساب سے حضرت آدم کی پیدائش ۳۷۶۱ قبل مسیح میں صبح پانچ بجے ہوئی جسے ۱۹۶۲ء میں ۵۷۲۲ سال ہوتے ہیں۔ لیکن مصر میں جو لاشیں برآمد ہوئی ہیں وہ چھ ہزار سال قبل مسیح کی ہیں۔ اور دنیا اس سے بھی پہلے آباد تھی۔

فرہنگ آصفیہ ص ۵۱

آدم۔ ع۔ اسم مذکر۔ مادہ۔ آدَم۔ اُدْمت۔ آدیم۔ جو لوگ اس کا مادہ آدمت قرار دیتے ہیں وہ تو اس کے معنی گندم گوں اور رہنما کے لئے ہیں اور کہتے ہیں چونکہ آدم کا رنگ گندمی تھا اور نیز وہ ہمارے پیشوا تھے۔ اس لحاظ سے یہ نام رکھا گیا اور جو لوگ اس کا مادہ ادیم ٹھہراتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت ادیم زمین سے بنائے گئے تھے۔ اس لیے آدم کہلائے۔

بعضوں کی رائے ہے کہ گندم کے باعث جنت سے نکلے تھے۔ اس سبب سے آدم کے نام سے موسوم ہوئے۔ صاحب منتخب اللغات اس لفظ کو عجمی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ایک اتفاقی امر ہے کہ عجمی اور عربی الفاظ کے معنوں میں باہم مطابقت ہو جائے

فرہنگ عامرہ ص ۲۳

Marfat.com

ادم ۔ اُدَم ۔ گندم گوں کا آدمی ۔ جمع اُدمان

نور اللغات ص ۸۰

آدم ۔ ع ۔ بعض کہتے ہیں کہ آدمت (سزاوار امامت) سے ماخوذ ہے بعض کہتے ہیں ۔ ادیم (روئے زمین) سے بنا ہے ۔ سنسکرت میں آد پہلا من منش (آدمی) کا مخفف ہے ۔ مذکر ۔ وہ پہلا انسان جس سے نسل انسانی شروع ہوئی ۔ حضرت آدم کو بہشت میں گیہوں کھانے کی ممانعت تھی ۔ آپ نے شیطان کے اغوا سے کھالیا ۔ عتاب ربانی نازل ہوا اور حضرت آدم اس عالم میں بھیج دیے گئے ۔ ۲ ۔ انسان بنی آدم ۔

در پئے خون میر کے نہ رہو
ہو ہی جاتا ہے جرم آدم سے

صفاتِ انسانی رکھنے والا ۔

جانور ہے جس کو عشقِ کاکلِ پُرخم نہیں
جو نہ آجائے فریبِ یار میں آدم نہیں

ریلس اللغات ص ۱۲

آدَم (مفتوح) دنیا کا سب سے پہلا انسان حضرت آدم صفی اللہ ۔ سب سے پہلا نبی تفسیر جلالین میں اس نام کی وجہ تسمیہ ادیم الارض قرار دی ہے ۔ اور وہی وجہ سمجھی گئی ہے جو ہم نے پہلے تحریر کی ہے ۔ شرح نصاب وغیرہ میں بھی وہی وجہ لکھی ہے جو ہم نے سب سے اول بیان کی ہے یعنی گندم گوں ہونا ۔ اگر ان لوگوں کی رائے کو ترجیح دیں تو یہ لفظ عربی ورنہ عجمی ہے ۔ روضۃ الصفا میں ایک روایت صحفِ ادریس سے نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بسیط عالم میں نوع ۔ انسان کا ظاہر کرنا چاہا تو زمین پر ایک ایسا شخص پیدا کیا کہ اس کو سریانی زبان میں بابوس کہتے تھے ۔ چونکہ حضرت آدم عربی زبان سلب ہونے کے بعد سریانی زبان میں متکلم ہوئے تھے ۔ اس لیے ان کے نام میں دونوں زبانوں کا احتمال ہے

اس لفظ کا استعمال ہر آدمی پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی دو وجہ بیان کرتے ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں۔ اس کی اصل بنی آدم ہے۔ بنظر تخفیف لفظ بنی کو حذف کر کے آدم کہنے لگے۔ بعض کا قول ہے کہ نہیں یوں بھی جائز ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر بیضاوی سورہ فجر کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جس طرح اولاد عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے ہر شخص کے ساتھ لفظِ عاد کا استعمال کیا جاتا ہے اور ہر بنی ہاشم کے ساتھ ہاشم پس اسی طرح آدم کے لفظ کا اولادِ آدم پر اطلاق جائز ہے ہمارے نزدیک بھی یہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ بعض ملکوں میں اب تک یہی دستور ہے کہ باپ دادا پر دادا کے نام پر نام رکھے جاتے ہیں۔ صرف پہچان کیلئے نمبر یا کوئی حرف لگا دیتے ہیں۔

لغوی معنی ۱۔ بھورا۔ مٹیالا۔ گندمی۔ گندم گوں۔ گیہوں نواں
۲۔ پہلا آدمی۔ ابوالبشر۔ سب آدمیوں کا باپ۔ پہلا آدمی جس سے انسان کی نسل چلی۔ وہ شخص جو اوّل ہی اوّل پیدا ہوا۔

حضرت شیث علیہ السلام جناب آدم علیہ السلام کی رحلت شریف کے بعد آپ کے بیٹے جناب شیث علیہ السلام پیغمبر ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب اتاری اور تعلیمات سے نوازا تاکہ وہ اپنی قوم کو شریعت حقہ سکھائیں اور ایمان و اعتقاد کی صحیح راہ دکھائیں۔

جناب شیث علیہ السلام کے اسم گرامی کی وجہ تسمیہ کے باب میں حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ لفظ شیث کے لغوی معنی عطیہ خداوندی کے ہیں۔ آپ چونکہ ہابیل کے سانحہ المناک قتل کے بعد پیدا ہوئے۔ اس مناسبت سے آپ کا نام شیث رکھا گیا۔

جناب شیث کی عمر کے بارے میں بھی اکثر مورخین کا اختلاف ہے کوئی نو سو پینسٹھ برس بتاتا ہے۔ کوئی نو سو پچاس برس شمار کرتا ہے کوئی نو سو بارہ، سات سو یا چھ سو اور کوئی صرف دو سو بتیس برس بتاتا ہے بہرکیف آپ نے بھی ایک لمبی عمر پائی۔

Marfat.com

جناب شیث علیہ السلام اپنے ماننے والوں میں بہت مقبول اور کامیاب رہے یہاں تک کہ لوگ آپ کے انتقال کے بعد بھی آپ ہی کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے اور آپ کی تلقین کی ہوئی تعلیمات پر عمل کرتے رہے۔

جب سلسلۂ اولاد شیث بڑھتے بڑھتے کسی پشت میں مہلائیل پر پہنچا تو لوگ آپ کے دین سے پھر گئے کہتے ہیں مہلائیل بہت خوبصورت اور حسن جمال میں لاثانی تھے ہر کوئی ان سے پیار کرتا اور محبت رکھتا تھا۔ قدرت نے انہیں حسن وصورت اور حسن سیرت دونوں خوبیاں عطا فرمائی تھیں مہلائیل کے انتقال کے بعد ان کی قوم نے اپنے جذبات کی تسکین کے لیے ان کا بت بنا کر پوجنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس اندھی محبت اور کورانہ تقلید نے تمام کی تمام قوم کو بت پرست بنا دیا۔

جناب ادریس

اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت دیرینہ کے مطابق بت پرستوں کی اصلاح کے لیے پھر انہی میں سے ایک پیغمبر پیدا کیا جن کا اصل نام تو اخنوخ تھا لیکن درس و تدریس میں بہت زیادہ انہماک رکھنے کے سبب وہ ادریس کہلائے۔

جناب ادریس علیہ السلام نے بت پرستوں کو توحید کی تعلیم دی اور ان کے دلوں سے انسان کی شخصیت و عظمت کے اس بت کو باہر نکال پھینکنے کی سعی فرمائی جس نے قدم قدم پر عظمت آدم کو پامال کر کے مٹی کے بے حس و حرکت گھروندے اور پتھر کے بے جان مجسمے کھڑے کر دیئے تھے۔

لیکن زمانے کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ جناب ادریس کے دنیا سے رخصت ہو جانے پر قوم ادریس نے اندھی محبت اور کورانہ تقلید اختیار کر کے پھر بت پرستی کو اپنا شعار بنا لیا۔ اور خود جناب ادریس بت شکن ہی کے مجسمے اور بت بنا کر پوجنے لگ گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام

جب گمراہی و ظلمت نے عظمت آدم کو ملیامیٹ کر دیا اور شرف انسانیت کو گناہوں کی سیاہ فام چادر میں لپیٹ لیا جب عقل کا اندھا انسان اپنے شرف و عظمت کو بھول کر اپنے ہی ایسے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل مان کر پوجنے لگا تو قدرت الٰہی کو جنبش ہوئی اور اس نے شرف انسانی کو شخصیت پرستی سے نکالنے اور بت پرستی سے پاک کرنے کے لیے اپنا دوہ اولوالعزم پیغمبر بھیجا کہ جس کا نام صفحہ ہستی پر ابوالبشر ثانی جناب نوح علیہ السلام کی صورت میں لکھا گیا ہے۔

جناب نوح کا ذکر قرآن حکیم میں بیالیس جگہوں پر آیا ہے لیکن آپ کا تفصیلی تذکرہ ذیل کی سورتوں میں ہے۔ سورہ آل عمران۔ سورۂ نساء سورہ انعام۔ سورہ اعراف۔ سورہ یونس۔ سورہ ہود۔ سورہ انبیاء۔ سورہ فرقان۔ سورہ شعرا۔ سورہ عنکبوت۔ سورہ صافات سورہ نوح۔ سورہ قمر۔ سورہ مومنون۔ سورۂ مومن۔

کسی واقعہ کے اعتبار سے جملہ انبیاء و مرسلین میں جن انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں ان میں جناب نوح پے درپے تکلیفیں اٹھانے اور خدا کو بھولے ہوئے انسانوں کو توحید کا سبق یاد دلانے کی سینکڑوں برس تک جدوجہد کرتے رہنے کے اعتبار سے ایک اولوالعزم نبی و رسول ہیں۔

تذکرہ نویسوں نے جناب نوح علیہ السلام کا اصل نام یشکر لکھا ہے مگر کثرت گریہ کے سبب آپ نوح کے نام سے مشہور ہو گئے۔ یہ سوال کہ گریہ کس بات پر تھا۔ اس کے

متعلق مختلف روایات ہیں کسی نے لکھا ہے کہ قوم کی سخت گمراہی و سنگدلی پہ آپ نوحہ کرتے رہنے کے سبب نوح کہلائے۔ کوئی کہتا ہے آپ اپنے بیٹے کی ہلاکت پر روتے رہنے کی وجہ سے نوح مشہور ہوئے۔ بہرکیف معنوی لحاظ سے یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ برس ہا برس تک نوحہ کرتے رہنے سے آپ کا نام نوح پڑ گیا۔

اکثر مورخین و مفسرین نے اپنے مستند اخبار سے یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ حضرت نوح اپنی ماں اور باپ دونوں کے شجرہ آدم تک قطعی موحد تھے آپ کی جد میں ایک بھی فرد بت پرست نہیں تھا۔

شجرہ حضرت نوح کے والد محترم کا نام لمک (بالفتح لام، وسکون میم) تھا۔ اور والدہ محترمہ سخابنت انوش تھیں یہ انوش سوائے ان کے ہیں جو اجداد حضرت نوحؑ میں تھے اور بعض روایات میں مادرِ نوحؑ قینوس بن کامل ابن محرائیل ابن کیان ابن اخنوع (ادریس) تھیں اور عطا مفسر نے بھی لکھا ہے کہ تمام آباو اجداد حضرت نوحؑ آدم علیہ السلام تک مومن و موحد تھے اور ماں بھی مومنہ تھیں۔

منصب نبوت و رسالت حضرت آدم سے حضرت نوح تک آٹھ واسطے ہوتے ہیں جس زمانے میں اولاد قابیل آتش پرست و بت پرست ہو کے مقابلہ پہ آئی اور حضرت ادریس کے رفع سے اس وقت تک کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس رسول اولوالعزم کو تمام اہل ارض کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء۔ معالم التنزیل۔ مدارک التنزیل۔ تفسیر کبیر۔ تیسیر کشاف۔ انوار التنزیل۔ جواہر القرآن۔ یاقوت التاویل۔ تفسیر سورۂ یوسف از امام غزالی دُرِ منثور۔ وغیرہ مذکورہ بالا کتب میں اس کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ادریسؑ کے پانچ حسین و جمیل اور عابد و صالح بیٹے تھے خلق خدا کو ان سے قلبی اُنس تھا اور ان کی شخصیت سے بہت متاثر تھی۔ جب یہ انتقال کر گئے تو قوم نے پانچ قوی

Marfat.com

المحبۃ۔ بتصادیر مختلفہ۔ پتھر کے بُت بنائے اور ان کے نام حضرت ادریس ہی کے بیٹوں کے نام پر تجویز کرلیے۔ پہلے کا نام ودّ تھا اسے خدا کی محبت کا مظہر اور ظہور عالم کا مبدء قرار دیا۔ دوسرے کا نام سواع تھا۔ اسے مظہر ثبات و قرار خداوندی ٹھہرایا اسے برہما بھی کہتے ہیں تیسرے کا نام یغوث تھا۔ اسے مظہر دادرسی مشکل کشائی خیال کیا گیا۔ چوتھے کا نام یعوق تھا اسے کاشف الضر ودافع البلا سمجھا گیا ہندو اسے شو کے نام سے پکارتے ہیں۔ پانچویں کا نام نسر تھا۔ اب اسے مظہر قوت خداوندی ٹھہرایا گیا۔ ہندو اسے ہنومان کہتے ہیں۔ پہلے بت کی صورت مرد کی تھی دوسرے کی عورت پر۔ تیسرے بت کو گھوڑے کی صورت پر۔ چوتھا بُت بصورت شیر اور پانچویں بُت کو کرگس کی صورت پر تراشا کیا گیا۔

دعوت حق حضرت نوح نے اپنی قوم سے کہا۔ اے لوگو، ودّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر۔ انسانی شخصیتوں کے یہ مجسمے۔ یہ بُت اس حاکم الحاکمین کی بارگاہ میں کچھ دخل رکھتے ہیں نہ سفارش جو ایک اکیلا ہے واحد ہے۔ زمین آسمان کا خالق ہے موت وحیات اس کے قبضے میں ہے۔ مگر قوم نے آپ کی بات پر مطلق کان نہ دھرا۔ حضرت نوح ایک ایک شخص کے گھر پہنچ پہنچ کر اسے دعوت حق دیتے اس کو سیدھی راہ دکھانے کی سعی کرتے مگر لوگ اثر پذیر ہونے کی بجائے۔ بتوں سے ہاتھ اٹھانے کی جگہ آپ کے اوپر ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ مارتے مارتے بے ہوش کر دیتے تھے۔ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت ہے کہ اپنی قوم سے کسی پیغمبر نے اتنی زحمت و اذیت نہیں اٹھائی جتنی حضرت نوح نے اپنی قوم کے ہاتھوں اٹھائی ہے۔

تین پہلو رشد و ہدایت کے ضمن میں حضرت نوح کی تبلیغ کے تین پہلو ہیں۔ اوّل جلال خداوندی۔ دوم جمال الٰہی۔ سوم براہین و دلائل قدرت الٰہیہ۔

سورۂ نوح میں ہے کہ نوح نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور اس سے کہا کہ ڈرتے رہو۔ اللہ کے عذاب سے جو بہت سخت ہے اور تمہیں کوئی طاقت اس کی

Marfat.com

گرفت سے نہیں چھڑا سکتی۔ قوم نے کہا۔ اے نوح۔ تم اب تک ہم سے بہت جھگڑتے رہے لیکن بس اب جھگڑ چکے۔ تم اگر سچے ہو تو جس عذاب سے تم اب ہمیں ڈراتے تھے اب اسے لے ہی آؤ۔ حضرت نوح نے بڑی لجاجت سے کہا میں تو کوئی طاقت نہیں رکھتا میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا ایک پیغامبر اور اس کا رسول ہوں تم سے فقط صرف اتنا کہتا ہوں کہ ان بتوں کو چھوڑ کر اسی ایک ذات پر ایمان لے آؤ جس کا کوئی شریک نہیں قوم نے کہا اگر اللہ کو۔ کوئی رسول ہی بھیجنا تھا تو کوئی فرشتہ بھیج دیا ہوتا۔ تم تو ہمیں ــ ایسے ایک انسان ہو۔ تمہیں کس لیے بھیج دیا گیا؟

مقصد یہ کہ حضرت نوح قوم کی طرح طرح کی ایذا رسانیوں کو برداشت کرتے مصیبتیں اٹھاتے اور دکھ پہ دکھ سہتے چلے گئے مگر قوم نے ان کی ایک نہ مانی بلکہ سخت نفرت اور تکبر کا ثبوت دیا۔

خدا کے عذاب سے ڈرانے، دھمکانے سے جب کچھ کام نہ چلا تو قوم کو سیدھی راہ پر لانے کے لیے اب آپ نے جمال کا رنگ اختیار کیا۔ قوم کو ثواب و جزا کی ترغیب دینی شروع کی مگر قوم کا حال یہ تھا یہ قرآن حکیم کے الفاظ ہیں۔ کہ گمراہ قوم نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اوپر سے کپڑے اوڑھ لیے۔ ضد پکڑ لی اور اکڑے رہے" (ترجمہ آیہ قرآنی) اب آپ نے دلائل و براہین کا سہارا لیا۔ فرمایا۔ اے رگر تم اپنے رب سے معافی چاہو وہ بہت بڑا بخشنے والا ہے۔ تم پر آسمان سے مینہ برسائے گا۔ مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ تمہیں باغ عطا کرے گا اور ان میں تمہارے لیے نہریں جاری کرے گا۔ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم خدا پر ایمان و اعتقاد نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح کی حالتوں سے پیدا کیا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں۔ اور چاند کو اس میں زمین کا چراغ ٹھہرایا۔ اور خدا ہی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے۔ پھر اسی میں تمہیں لوٹا دے گا۔ پھر اسی سے تمہیں نکال باہر کھڑا کرے گا

Marfat.com

اور خدا ہی نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا ہے تاکہ اس کے بڑے بڑے کھلے راستوں پہ چل سکو۔ملخص سورۃ نوح ۔ سورۃ ہود۔

مگر ان بے رحموں کی شقاوت و گمراہی انتہا کو پہنچ چکی تھی حتیٰ کہ یہ لوگ مرنے لگتے تو اپنی اولاد کو وصیت کر جاتے کہ دیکھنا کہیں نوح کی باتوں میں نہ آجانا اپنے باپ دادا کے خداؤں کو نہ چھوڑ بیٹھنا جس دین پر ہم قائم ہیں تم بھی اسی پہ قائم رہنا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی عمر پچاس کم ایک ہزار کی بتائی ہے۔ مورخین کہتے ہیں حضرت نوح نے کل چھ سو برس تک اپنی قوم کو صراط مستقیم دکھانے کی سعی کی۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ دکھ پہ دکھ اٹھا رہے ہیں۔ قوم آپ کی جان کی دشمن بلکہ خون کی پیاسی ہے لیکن آپ ہیں کہ صدیوں سے مصائب اٹھاتے چلے آنے کے باوجود ہدایت کی راہ دکھانے سے منہ نہیں موڑتے اتنے عرصہ دراز میں کہتے ہیں کہ صرف اسی آدمیوں نے ہدایت قبول کی اور اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر ایمان لائے۔

مہر قلوب

آخر الامر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے نوح جو ایمان لا چکے وہ لا چکے اب ان کے علاوہ کوئی اور ایمان نہیں لائے گا۔ آپ اس قوم کے اعمال پہ ہرگز رنجیدہ نہ ہوں۔

جب قوم کی سنگدلی حد سے زیادہ بڑھ گئی اور اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے اور تمام گمراہوں کو اپنے ساتھ سمیٹ لے جائے یہاں تک زمین کفر و ظلمت سے یکسر پاک ہو جائے تو آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ فرمایا وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا۔ ترجمہ۔ اور کہا نوح نے اے رب نہ چھوڑ زمین پہ منکروں کا ایک بھی گھر کہ نسل کافروں کی باقی رہے۔ اے رب ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور ان لوگوں کی فرماں برداری جو سوائے مال و اولاد کے نقصان کے ان کے حق میں کچھ مفید نہیں، یہ لوگ مجھ سے بڑی بڑی

Marfat.com

چالیس چلتے رہے۔ مجھ کو اور میرے مومنوں کو قتل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ آپس میں کہنے لگے کہ تم اپنے بتوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اے میرے رب ان لوگوں نے بہتیرے لوگوں کو گمراہ کر دیا تو انہیں گمراہ کر دے پھر آپ نے یہ دعا کی اے میرے رب کسی کافر کو روئے زمین پر زندہ نہ رہنے دے اگر تو انہیں رہنے دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ گمراہ اور ناشکر گذار پیدا ہوگی۔ اے میرے رب مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اسے اور تمام ایمان والوں کو معاف کر دے اور ظالموں کے لیے تباہی اور بربادی کو حرکت میں لا۔

صنعت کشتی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت نوح کی یہ دعا قبول ہوئی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے نوح ایک کشتی بناؤ اور ظالموں سے اب کوئی بات نہ کرو یقیناً یہ سب کے سب غرق ہو جائیں گے۔ آپ نے یہ حکم پاتے ہی اپنے مومنوں کو اکٹھا کیا۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے باخبر کیا۔ اس کے بعد آپ نے لکڑیاں اور دیگر سامان آبادی سے کسی دور دراز مقام پر جا کر جمع کیا اور کشتی بنانی شروع کی مگر قوم نے اس وقت بھی آپ سے مذاق کیا۔ دل لگی کی اور کہا واہ کیا کہنے تمہارے پہلے اللہ کے رسول تھے اب رسول سے بڑھئی بن گئے۔ مگر سنو تو یہاں دریا سمندر تو کوئی ہے نہیں تم یہ کشتی چلاؤ گے تو کس پر۔ کیا خشکی پر؟ یا ہوا پر؟

جب کشتی بن کر تیار ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اے نوح آپ اور آپ کے اہل و عیال کشتی میں بیٹھ جائیں اور مخلوقات کی چیزوں میں سے جوڑا جوڑا لے لیں اور خدا کے حکم کا انتظار کریں۔

نوعیت عذاب پھر خدا کا حکم آ گیا اور تنور سے پانی ابلنے لگا اور آسمان سے پانی کے دھارے بہنے لگے یہاں تک کہ بے قیاس و گمان زمین زیر آب آ گئی بعد پانی مسلسل پانچ ماہ تک کھڑا رہا اس عالم میں حضرت نوح نے کشتی کے نیچے جو دیکھا تو

Marfat.com

اپنے گمراہ بیٹے کنعان کو پانی میں غوطے کھاتے پایا۔ باپ کی محبت جوش میں آگئی چلائے بیٹے ادھر آجا۔ دیکھنا کافروں میں شامل نہ ہونا اس نے کہا یہ پہاڑ ہے مجھے اس پر پناہ مل جائے گی ابھی دم کے دم میں اس پر آیا چاہتا ہوں یہ مجھے اس طوفان سے بچا لے گا۔ حضرت نوح نے فرمایا۔ آج خدا کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا لیکن ہاں جس پر خدا رحم فرمائے۔ اتنے میں پانی کی ایک تند و تیز لہر آئی اور اس نافرمان کو بحر فنا میں بہا کر اپنے ساتھ لے گئی۔

مفہوم آل

بیٹے کی موت سے بیتاب ہو کر پکارے اے میرے اللہ بلاشبہ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور میرے اہل کو نجات دینے کا تیرا وعدہ سچا ہے۔ ارشاد ہوا اے نوح اہل وہ ہے جس کے اعمال اچھے ہوں اور نا اہل وہ ہے جس کے اعمال اچھے نہیں اے نوح جس شے کا تجھے علم ہی نہیں اس کا مجھ سے ذکر ہی نہ کر میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اب تو کوئی نادانی نہ کر بیٹھنا۔ نوح نے عرض کیا اے میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز سے متعلق سوال کروں جس کا مجھے علم نہ ہو اور اگر تو مجھے بخشے گا نہیں تو میں تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔

اہل کشتی شدت باد اور کثرت امواج سے بدحواس ہوئے جا رہے تھے پانی پہاڑوں سے چالیس گز بلند تھا۔ اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا رہا تھا کہ خدا خدا کر کے ایک مدت کے بعد کشتی جبل جودی پر آ کر ٹھہری جسے تورات میں اراراٹ کہا گیا ہے۔ آپ کشتی سے اترے اور قریہ قردی میں آ کر قیام کیا اور اس کا نام ثمانین رکھا۔ کیونکہ اس وقت یہ گاؤں انہی اسی گھروں سے آباد کیا گیا جو آپ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے۔ لوگ اسی مناسبت سے اس قریہ کو اب تک سوق ثمانین کے نام سے پکارتے ہیں۔

ابوالبشر ثانی

علامہ ابن خلدون کہتے ہیں۔ جب طوفان آیا تو اہل کشتی کے سوا کوئی متنفس جانبر نہ ہوا۔ چونکہ اہل سفینہ نے نہ تو اپنے پیچھے کوئی اولاد چھوڑی اور نہ ان

Marfat.com

کے توالد و تناسل ہی کا سلسلہ چلا بنا بریں اس وقت دنیا میں جتنی بھی قومیں آباد ہیں وہ سب کی سب حضرت نوح علیہ السلام ہی کی نسل سے ہیں۔

نوح بحیثیت ابوالبشر ثانی

بعد از طوفان نوح کے تین بیٹے بیان کیے جاتے ہیں۔ بڑے کا نام یافث۔ چھوٹے کا نام حام اور منجھلے بیٹے کا نام سام تھا جملہ تواریخ عالم میں یہ بیان متفقہ طور پہ مذکور ہے کہ حضرت نوح ابوالبشر ثانی کے بعد آپ کے یہی تینوں بیٹے۔ آج دنیا کی تمام قوموں کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش یا نوح کے طوفان تک کیا اولادِ آدم اطرافِ عالم میں پھیل چکی تھی؟ اس مسئلے کو حل کرنے کیلئے ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے مابین بُعدِ زمانی کتنا ہے یعنی کتنی مدت کے بعد حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔

مورخین نے حضرت آدم اور حضرت نوح کے مابین مدت دو ہزار دو سو بیالیس برس بیان کی ہے نیز لکھا ہے کہ حضرت نوح جب چھ سو برس کے ہو کر اپنی عمر کے دوسرے ماہ کے سترھویں دن کو پہنچے تو آپ کی گمراہ قوم کی گرفت کے لیے اللہ تعالیٰ کا وہ مشہور عذاب آیا جسے آج تک دنیا نوح کے طوفان کے نام سے یاد کرتی ہے۔ گویا اس حساب سے حضرت نوح کی پیدائش حضرت آدم کی وفات کے ایک ہزار چھ سو بیالیس ۱۶۴۲ برس بعد ہوئی نیز حضرت آدم کی عمر جو اکثر مورخین نو سو تیس ۹۳۰ برس کی بتاتے ہیں۔ اگر حضرت آدم کی یہ عمر بھی حضرت نوح کی پیدائش تک حساب میں لگائی جائے تو اس اعتبار سے آدم سے نوح تک دو ہزار پانچ سو بہتر ۲۵۷۲ برس کی مدت شمار ہوتی ہے۔ یہ تخمینہ جو ہم نے چند ایک تاریخوں کی اسناد سے پیش کیا ہے۔ ممکن ہے کم بیش ہو لیکن اس سے ایک طویل عرصہ تو ضرور سمجھ میں آتا ہے۔ بات ہزاروں میں نہیں سینکڑوں میں سہی بہر کیف اس حد تک تو ضرور طے ہو جاتی ہے کہ آدم و نوح کے مابین ایک خاصا بُعدِ زمانی ہے۔ اب اتنے قلیل یا لمبے عرصہ

میں ہم روئے زمین کا تمام آدمیوں سے آباد ہونا مان لیں یا غیر آباد ہونا تسلیم کرلیں لیکن حضرت نوح کے پسران ہر سہ مذکورہ کو جملہ اقوام حاضرہ کا مورث اعلیٰ قرار دینے کی بنا پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیہ قرآنی لاتذر علی الارض سے نوح کے طوفان کی عالمگیریت کا جو استدلال کیا گیا وہ غلط ہے۔

اس بیان کی تغلیط اس وقت تک نہیں ہو سکتی کہ جب تک حام۔ سام۔ اور یافث کے مورث اعلیٰ ہونے کا ابطال نہ کیا جائے۔ اس باب میں قرآن حکیم سے کوئی نتیجہ نکالنے کی سعی کرنا بیکار ہے۔ کیوں قرآن حکیم کوئی تاریخ یا جغرافیہ کی کتاب نہیں ہے کلام الٰہی نسل انسانی کے فروغ سے متعلق ہمیں صرف اتنا بتاتا ہے۔ یا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ وجعلنکم شعوبا وقبائل الخ ترجمہ اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت پیدا کیا اور پھر تمہارے قبیلے اور کنبے بنا دیئے۔ دراصل الارض کے معنی تمام روئے زمین کے ہیں یا کسی مخصوص خطۂ زمین کے، معنی کا تعین کرنا دشوار ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ مختلف المعانی الفاظ اپنے موقع و محل کی مناسبت سے معنی دینے اور استعمال میں آتے ہیں۔ الارض جہاں حضرت موسیٰ کے باب میں آتا ہے ملک مصر کے معنی دیتا ہے۔ دان فرعون لعال فی الارض اور جہاں حضرت آدم کی خلافت سے متعلق آتا ہے وہاں تمام روئے زمین کے معنی میں آیا ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ الارض سے بفرض محال ایک مخصوص خطۂ زمین مراد لے بھی لیا جائے تب بھی طوفان کی اس نوعیت میں کوئی فرق نہیں آتا جو اسے عالمگیر تسلیم کر کے قائم ہوتی ہے۔ حقیقت میں نوح کے طوفان کو عالمگیر کہنے سے روئے زمین کی ویرانی بیان کرنا ہے نہ خود زمین کی تباہی؛ زمین کی ویرانی یہ ہے کہ اس پر کوئی چرند، پرند۔ انسان حیوان آباد نہ ہو اور تباہی یہ ہے کہ زمین اپنی تمام صلاحیتوں سے محروم ہو جائے یا اس کا وجود مٹ جائے۔

ارباب تاریخ اس طوفان کے علاوہ دو طوفان اور بھی لکھتے ہیں ایک طوفان قبل

آدم دوسرا طوفان عہد موسیٰ جو صرف مصر کے لیے تھا۔ مگر طوفان نوح سب کے لیے تھا۔ ہمارے خیال میں طوفان کو جو عالمگیر کہا گیا ہے غالباً استعارے کے

نوح طوفان طور پر ہے۔ ورنہ جغرافیائی حیثیت سے دیکھا جائے تو بہ یک وقت تمام روئے زمین کا زیر آب آجانا بعید از فہم و قیاس ہے، رہی بات استعارے کی سو اس کی چند ایک وجوہات ہو سکتی ہیں۔

اول یہ کہ آدم سے طوفان نوح کے آنے تک ممکن ہے انسانی آبادی محدود

استدلال ہو۔ یعنی انسان پھیل پھیل کر قبیلوں اور کنبوں میں ابھی تقسیم نہ ہوئے ہوں اور جب یہ پھیلاؤ نہ ہوگا تو ممکن ہے دنیا کے تمام گوشے انسان کی نگاہوں کے سامنے ابھی آئے نہ ہوں گے۔ لہٰذا انسان نے اس وقت اپنے علم کے مطابق جتنا خطۂ زمین دیکھا یا متصور کیا بس اسی کو تمام عالم قرار دے لیا۔

دوم آدم و نوح کے درمیان جو چند ایک ہزار کا فاصلہ ہے اس فاصلے

طوفان عالمگیر میں اس زمانے کے ذرائع کے لحاظ سے اور طوالت عمر کے اعتبار سے کوئی چنداں بعد نہیں دکھائی دیتا پس ممکن ہے نوح کے عہد رسالت تک ایک ہی ملت چلی آ رہی ہو اور اس وقت یہی لوگ دنیا میں آدم کی تمام اولاد خیال کئے گئے ہوں پس جب نوح کا طوفان آیا اہل سفینہ کے سوا سب کے سب غرق ہو گئے۔ غالباً اسی مناسبت سے طوفان کی شدت کو واضح کرنے کے لیے اسے عالمگیر قرار دیا گیا۔

قرآن حکیم طوفان کے عالمگیر ہونے یا نہ ہونے پر اگرچہ کوئی حکم نہیں لگاتا البتہ کیفیت

نکتہ ضرور بیان کرتا ہے۔ فرماتا ہے۔ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا۔ ترجمہ۔ پس ہم نے بکثرت پانی برسنے کے لیے آسمان کے دھانے کھول اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے پھر تو پانی اس کام کے لیے جمع ہو گیا جو تجویز ہو چکا

Marfat.com

تھا۔ اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر لیا جو ہماری نگرانی میں جاری تھی وھی تجری بھم فی موج کالجبال۔ اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑوں جیسی موجوں میں چلنے لگی۔ قیل یارض ابلعی ماءک ویسماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی۔ اور حکم ہوگیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا اور پانی گھٹ گیا اور قصہ بھی تمام ہوگیا۔ اور کشتی جودی پر آ پڑی۔ فانجینہ ومن معہ فی الفلک المشحون ثم اغرقنا بعد الباقین ہ ان فی ذالک لایۃ۔ وما کان اکثرھم مومنین۔ تو ہم نے نوح کو اور ان کے ساتھیوں کو جو کشتی میں سوار تھے۔ بچالیا۔ اور ان کے علاوہ باقی لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا۔ اس میں ایک آیت ہے اور اکثریت تو انہی کی ہے جو اس پر یقین نہیں کرتے۔ فانجینہ واصحب السفینۃ وجعلنھا ایۃ للعلمین ہ سو ہم نے نوح کو اور جہاز والوں کو بچا لیا اور ہم نے انہیں ساری دنیاوں کے لیے آیت بنا دیا۔

ملخصات آیات قرآن حکیم (۱) نوح کو ہم نے اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندو پرستش کرو اس کی جس کے سوا کوئی اور تمہارا سچا معبود نہیں۔ اس کی قوم کے سردار کہنے لگے ہم تو سمجھتے ہیں تو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے نوح نے کہا اے قوم میں تو گمراہ نہیں۔ البتہ اس کا بھیجا ہوا ضرور ہوں جو سارے جہاں کا مالک ہے، تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔ اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے رب کا ارشاد تم ہی میں سے ایک مرد کی زبان پر تمہیں پہنچا اس لیے کہ وہ تمہیں (اس کے عذاب سے) ڈرائے اور اس

الارض۔ کے لغوی معنی ہر اس شے کے ہیں جو نیچے ہو۔ اسی معنویت کی بنیاد پر ارض کے مختلف معانی ہیں جو موقع محل کی مناسبت سے استعمال ہوتے ہیں مثلاً۔ ارض پاؤں کے نچلے حصے کو کہتے ہیں۔ ارض۔ کے معنی زمین کے بھی اسی اعتبار سے لیے جاتے ہیں کہ پاؤں کے نیچے ہے۔

Marfat.com

بیٹے کہ تم ڈرتا ہوں سے، بچو اور اس لیے کہ تم پہ رحم ہو آخر ان لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور انہیں جو اس کے ساتھ کشتی میں بیٹھے تھے بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا۔ انہیں ڈبو دیا کیونکہ وہ لوگ اندھے تھے۔ الاعراف۔ قرآن حکیم۔

اور اے پیغمبر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نوح کا قصہ یاد کر جس کے بارے میں اسکی قوم کے سردار جو کافر تھے دوسروں سے کہنے لگے یہ ہے کیا؟ تم جیسا ایک آدمی بس اس کا مطلب یہ ہے کسی طرح تمہارا بڑا بن جائے اور اگر واقعی اللہ کسی کو پیغمبر بنا کر بھیجنا چاہتا تھا تو فرشتہ اتارتا ہم نے ایسی بات اپنے اگلے باپ دادوں میں بھی کبھی ہوتی ہوئی نہیں سُنی اس (مرد نوح) کو اور کچھ نہیں دیوانگی ہو گئی ہے تو ایک وقت تک اس کی راہ دیکھو۔ نوح نے سینکڑوں برس سمجھانے کے بعد مایوس ہونے پر) دعا کی۔ اے میرے پروردگار میری مدد کر کیونکہ انہوں نے مجھ کو جھوٹا بنا دیا ہے (اب وہ راہ پر نہیں آنے والے) آخر ہم نے اسے حکم بھیجا کہ ہمارے روبرو جیسے ہم بتائیں ایک کشتی بنا۔ پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابلنے لگے تو اس میں ہر جانور کا جوڑا بٹھا لے اور لوگوں کو بھی۔ مگر ان میں سے انہیں (جن کے لیے پہلے ہی سے حکم ہو چکا ہے اور ان ظالموں کے معاملے میں اب ہم سے کچھ نہ کہہ وہ تو اب ضرور ڈوبیں گے۔ پھر جب تو اور تیرے مومن کشتی پر سوار ہو جائیں۔ تو یوں کہہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے چھڑایا۔ اور یہ دعا کر میرے رب مجھے اس کشتی میں یا اس کشتی سے زمین پر برکت کا اتارنا اتار یو۔ اور تو سب اتارنے والوں میں اچھا اتارنے والا ہے۔

واقعہ نوح کی افادیت طوفان عالمگیر تھا کہ مقامی؟ یہ بحث فضول محض ہے دیکھنے کی چیز تو یہ ہے کہ ہمیں قصہ نوح سے تعلیم کیا ملتی ہے؟ ہمیں یہ معلوم کرنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا طوفان کا پانی کتنا تھا اور کہاں کہاں تک طوفان کا اثر پہنچا؟

Marfat.com

درحقیقت قصۂ نوح میں استقلال کے ساتھ مسلسل کام کرنے اور ایک طویل مدت تک اپنے مقصد کی طرف بڑھے چلے جانے کی تعلیم پائی جاتی ہے اور حصول مرام کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کا سبق ملتا ہے۔

نیز اہل سے متعلق ایک تفصیل سامنے آتی ہے۔ اور اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جسمانی رشتہ کے باوجود اگر کوئی شخص مقصد سے دور جا پڑے تو نااہل کہلاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ہود علیہ السلام

نوعِ آدم ابوالبشرِ ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں کی اولاد بڑھ بڑھ کر اب دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل چکی تھی۔ اور ان کے الگ الگ قبیلے اور علیحدہ علیحدہ شعوب قائم ہو چکے تھے۔

افتخارِ نسبی مگر ان سب میں بنی سام کہ نبوت و سلطنت کی موہبت روزِ ازل سے انہی کے حصے میں چلی آ رہی تھی۔ دنیا کی دیگر تمام قوموں سے خود کو برتر و اعلیٰ خیال کرتے تھے۔ پھر بنی سامیوں میں خاص کر عرب کے لوگ تو حسب و نسب اور فخر و مباہات کے معاملے میں سب سے آگے نکل گئے۔ جیسا کہ لفظ عرب بمعنی فصیح سے ظاہر ہے۔ اور اس حقیقت سے عیاں ہے کہ اہلِ عرب اپنے مقابلہ میں دنیا کی دیگر تمام قوموں کو گونگا اور کم تر سمجھتے ہیں۔

شاہِ عرب مسعودی کی روایت ہے کہ عرب کا سب سے پہلا بادشاہ عوص ابن ارم ابن سام تھا۔ جس نے کامل تین سو برس تک بادشاہت کی۔ اس کے بعد عوص کا بیٹا عاد بادشاہ بنا۔ بیہقی کا خیال ہے کہ تین سو برس کی عمر یا حکومت عوص نے ہرگز نہیں پائی ہاں عاد نے پائی ہے۔ عرب کا پہلا بادشاہ عوص تھا کہ عاد؟ اس باب میں بھی اختلاف ہے کوئی عاد کو ٹھہراتا ہے کوئی عوص کو۔

پسرانِ عاد بیہقی کے بیان کے مطابق عاد کے تین بیٹے تھے ایک شداد۔ یہ وہی شداد ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے زمین پر ایک جنت بنائی تھی

Marfat.com

جسے عالم روحانی یا جنت سماوی کا جواب ٹھہرایا گیا۔ خدا معلوم یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے جہاں تک ہم نے غور کیا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ مفسروں کی یہ خالی خولی من گھڑت اور دل بہلاوے کی ایک کہانی ہے۔ دوسرا شدید اور تیسرا ارم تھا۔ مورخین کہتے ہیں کہ عاد کے ان تینوں بیٹوں نے ایک طویل عرصہ تک یکے بعد دیگرے حکومت کی۔ شداد کے بارے میں کہتے ہیں کہ عاد کے مرنے کے بعد سب سے پہلے باپ کی حکومت اسی کے ہاتھ میں آئی۔ شداد نہایت بہادر اور جواں مرد بادشاہ تھا۔ اس نے شام و ہند اور عراق کے ملکوں کو فتح کر کے اپنی قلمرو کو بہت جلد وسیع کر لیا۔ بحیثیت مجموعی بنی نعمان ابن عاد نے ایک ہزار برس یا اس سے کچھ زیادہ عرصے تک حکمرانی کی۔

قوم عاد طوفان نوح کے بعد جب دنیا پھر سے آباد ہوئی ہے تو اس وقت کے اعتبار سے دنیا کی تمام قوموں میں قوم عاد ایک عظیم الشان ملت مانی گئی ہے جسے بڑی دولت و حشمت اور قوت و سطوت حاصل تھی اور اس کے ساتھ ساتھ مبدء فیاض سے جسمانی برتری بھی میسر تھی۔ مگر افسوس انسان ضعیف البنیان جب دوسروں کی بہ نسبت کوئی دولت و قوت اور جاہ و عزت زیادہ پالیتا ہے۔ تو اس کے ظاہر میں کھو کر خود کو بھول جاتا ہے چنانچہ یہی ہوا قوم عاد کی دولت و حشمت نے انہیں گمراہ کر دیا وہ مالک ازلی کو بھول کر خود عالم کے مالک بننے لگے۔ توحید کا سبق بھلا کر خود کو منوانا شروع کر دیا مختصراً یہ کہ شخصیت پرستی کے وہ دروازے جو بت خانے کہلاتے ہیں۔ خدا سے غافل انسان کے لیے پھر کھل گئے

قوم عاد صفحہ ہستی پر قوم نوح کے تین چار سو برس کے بعد نمودار ہوئی۔ اس قوم کے تیرہ بڑے بڑے قبیلے تھے۔ اور سب کے سب گمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بت پرستوں کو توحید کا بھولا ہوا سبق سکھانے کے لیے انہی میں سے پھر ایک نبی پیدا کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ میں یہ برگزیدہ نبی حضرت ہود علیہ السلام کے نام سے مشہور ہیں۔

Marfat.com

حضرت ہودؑ علیہ السلام - ۲۱

قصہ ہود قرآن حکیم میں حضرت ہودؑ علیہ السلام کا ذکر کئی ایک مقامات پر آیا ہے۔ لیکن سورۂ اعراف۔ سورۃ الشعراء۔ اور سورہ ہود میں خاص کر زیادہ مذکور ہے۔

تبلیغ الی الحق حضرت ہودؑ نے قوم عادؑ کو پورے پچاس برس تک کامل استقلال کے ساتھ دعوت حق دی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے انہیں جان سے مار ڈالنے کی ٹھان لی مگر آپ تھے کہ برابر میدان تبلیغ میں کمال استقامت کے ساتھ بڑھے چلے گئے۔ مگر افسوس جو لوگ ہدایت قبول کرنا ہی نہیں چاہتے ان پر گمراہی کی مہر لگ جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق قوم عادؑ کے دلوں پر مہر لگ چکی تھی اور اس نے کسی طور پر بھی دعوت حق کو قبول نہ کیا۔

قوم عادؑ نے کہا۔ اے ہود ہم تمہاری بات کیسے مان لیں؟ اور کیونکر اپنے خداؤں سے منہ پھیر لیں؟ تم جو کچھ کہتے ہو اس کے صحیح ہونے کی تمہارے پاس کوئی دلیل بھی ہے؟ اصل میں تم ہمارے خداؤں کو مانتے نہیں۔ ہمارے خداؤں نے تم سے ناخوش ہو کر تمہیں پاگل بنا دیا ہے۔

جب حضرت ہودؑ علیہ السلام اتمام حجت کے طور پر کوئی معجزہ دکھاتے تو قوم عاد کے لوگ بے تکلفی سے کہہ دیتے کہ یہ تو کوئی شعبدہ باز یا جادوگر ہے بالآخر جب آپ سمجھا بجھا کر تنگ آ گئے۔ اور کوئی سبیل ہدایت کے راستے پر لانے کی نظر نہ آئی تب ہاتھ اٹھا کر آپ نے اللہ تعالیٰ بارگاہ میں دعا کی۔ پورے تین برس زمین پر پانی کی ایک بوند تک نہ پڑی۔ سرسبز و شاداب کھیت اجڑ گئے۔ فصلیں تباہ و برباد ہو گئیں۔ باغ ویران ہو گئے۔ غرض وہ قحط پڑا کہ سب کا حال پتلا ہو گیا۔

حضرت ہودؑ کو قوم کے اس حال پر ترس آ گیا۔ فرمایا اے لوگو توبہ کا دروازہ کھلا ہے اب بھی وقت ہے۔ باز آؤ۔ خدائے وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں جھک کر اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور آئندہ کے لیے توبہ کر لو اور سچے دل سے اقرار کرو کہ اس کے سوا کسی

Marfat.com

اور کی پرستش نہیں کرو گے۔ اور یہ بات سمجھ لو کہ جنہیں تم اپنے نفع ونقصان کا مالک خیال کرتے ہو وقت آ پڑنے پر وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے مگر افسوس اس پر بھی انہوں نے کچھ اثر قبول نہ کیا۔ ہر چند قدرت الٰہی نے انہیں بہت ڈھیل دی لیکن انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا اور اس پر مطلق خبردار نہ ہوئے۔

جب ڈھیل انتہا کو پہنچ گئی بالآخر ایک کالی گھٹا اٹھی اور دیکھتے دیکھتے ہر طرف چھا گئی۔ وہ بارگاہ الٰہی سے بھاگی ہوئی قوم جس کا صفحہ ہستی سے نام ونشان تک مٹانے کے لیے قدرت کی جانب سے یہ سامان ہو رہا تھا۔ اسے اپنے لیے سحاب رحمت خیال کرنے ابر سیاہ کو مستانہ وار افق سے اٹھتے دیکھ کر عاد کے لوگ خوشی میں جھومنے لگے دلوں میں فرط انبساط کی لہریں دوڑنے لگیں۔ مرد وزن پیر وجوان سب گھروں سے باہر نکل آئے حضرت ہود نے فرمایا اے عقل کے اندھو تم سمجھتے ہو یہ کالی گھٹا یہ ابر سیاہ جو افق پہ ہر طرف پھیلتا اور بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ تمہارے لیے مسرت وشادمانی کا پیغام لے کر آ رہا ہے۔ اے لوگو ڈرو اس سے یہ تمہارے لیے پیغام اجل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قہر ہے اس کی قدرت کی غضب ناکی ہے جو تمہیں پکڑنے کو بڑی تیزی سے بڑھی چلی آ رہی ہے۔ یہ ابر سیاہ پانی سے خالی ہے اس میں ہوا کے سوا کچھ بھی نہیں یہ تمہاری ہلاکت کا ایک ذریعہ ہے۔

بالآخر مہلت کی میعاد ختم ہوئی اللہ تعالیٰ کا عذاب قوم عاد ایسی زبردست۔ شان وشوکت کی غرور زدہ قوم کو سزا دینے کے لیے طوفان باد کی صورت میں نمودار ہوا۔ ہوا کیا تھی قہر الٰہی تھا۔ انسان حیران تو کیا بڑی بڑی پتھر کی مضبوط چٹانیں اپنی جگہ پہ قائم نہ رہ سکیں شدت باد نے قوم عاد کو ایسے اٹھا اٹھا کر زمین پہ پٹخا کہ جسم ریزہ ریزہ اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں جو لوگ اس طوفان سے جان بچانے کے لیے گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے تھے۔ قہر الٰہی نے انہیں وہیں پر دبوچا یہاں تک کہ بڑی بڑی سنگین اور مستحکم عمارتیں دھم سے

زمین پہ آرہیں۔ شہر کے گلی کوچے۔ بازار و شاہراہ پتھروں سے پٹ گئے۔ فصلیں تباہ و برباد ہو گئیں۔ سرسبز و شاداب اور گلشن و باغ ویران ہو گئے۔ یہ طوفان باد جو قہر خداوندی کی شکل میں نمودار ہوا مسلسل سات دن اور آٹھ راتیں سرگرم تباہی و ہلاکت رہا حتیٰ کہ بعد از طوفان سوائے چٹیل میدان اور اونچے اونچے ریت کے ٹیلوں کے پھر کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

یہ طوفان باد ہزاروں مربع میل پر محیط تھا۔ آج بھی روئے ہستی پر احقاف کا وہ حصّہ جو کسی زمانے میں دنیا کا چمن مرغزار جنت نظیر تھا۔ ماہرین آثار قدیمہ کی مساعی کے طفیل چشم عبرت کے لیے وا ہے۔ اور قعر گمنامی سے نکل کر خدا سے باغی انسانوں کی عظمت ماضی اور شوکت رفتہ کے دھندلے دھندلے سے نقوش دکھا رہا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عاد کا یہ مسکن کسی زمانے میں واقعی دنیا کی ایک جنت تھا۔

بروایت طبری قوم عاد کا وہ گروہ جو ایام قحط سالی میں بہ سوئے مکہ دعائے بارش کی غرض سے قوم عاد کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ مرثد بن سعد اور لقمان بن نعیم کے سوا سب کا سب گمراہ تھا جب یہ لوگ مکہ پہنچے اور معاویہ بن بکر کے ہاں ٹھہرے تو اپنے مقصد کو تو بھول گئے البتہ لہو و لعب میں دنوں تو کیا مہینوں پڑے رہے حتیٰ کہ اسی عالم میں انہیں قوم عاد کے تباہ و برباد ہونے کی اطلاع ملی۔ خدا سے غافل انسان کی غفلت تو دیکھو کہ اس حال کو پہنچنے کے باوجود بھی ہدایت کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ جب دنیا سے ہماری قوم ہی اٹھ گئی تو یہ زندگی اب ہمارے کس کام کی۔ ابھی یہ باتیں تمام نہ ہونے پائی تھیں کہ ہوا کا ایک تند و تیز جھونکا آیا۔ اور پلک جھپکتے ہیں سب کو پہاڑ کے نیچے گرا کے چلتا بنا۔

اگرچہ اس طوفانِ باد میں قریب قریب تمام عاد کی قوم تباہ و برباد ہو لی تاہم اس قوم کے وہ تھوڑے سے آدمی جو حضرت ہود پر ایمان لے آئے تھے۔ بحکم خدا حضرت ہود

Marfat.com

کے ہمراہ رہ رہے۔ یہ لوگ حضرموت کی پہاڑیوں میں رہتے تھے، حتٰی کہ ان پر یعرب ابن قحطان کا غلبہ ہوا تو یہاں سے اٹھ کر عرب میں پھیل گئے۔

خصوصیات جسمانی قرآن حکیم میں قوم عاد کی جسمانی برتری سے ایک ذکر یوں آتا ہے۔ واذکروا اذجعلکم خلفاء من بعد قوم نوح وزادکم فی الخلق بصطۃ، اور تم یاد کرو جب نوح کی قوم کے بعد تمہیں اس کا جانشین کیا اور بدن کا پھیلاؤ بھی تمہیں زیادہ دیا (سورۂ اعراف) ایک مقام پر یوں بیان کیا ہے —

الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلھا فی البلاد۔ کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ تیرے مالک نے عاد ارم کے لوگوں کے ساتھ کیا کیا؟ جو بڑے قد آور تھے۔ ان کے برابر (دنیا کے) شہروں میں کوئی نہیں پیدا ہوا (سورہ فجر)

قرآن حکیم کے اس بیان کی روشنی میں یہ تو بالکل واضح ہے کہ عاد کی قوم کو جسمانی اعتبار سے غیر معمولی حیثیت حاصل تھی یعنی قوم عاد کے لوگ قوی الجثہ اور طویل القامت تھے اور غالباً طویل العمر بھی ہوں گے۔ لیکن اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ ان کے قد و قامت، دراز قد۔ اوسط قد۔ اور پستہ قد علی الترتیب چار سو گز۔ دو سو گز اور ستر گز کے ضرور صحیح ہوں گے جیسا کہ قصص الانبیا میں مذکور ہے۔

مطلب و معنی لغت العرب میں ذات العماد کے معنی بقول امام راغب۔ وہ بلند اور منقش عمارتوں کے ستون کے ہیں کہ جن میں قوم عاد رہا کرتی تھی۔ ارم ذات العماد سے متعلق مختلف خیالات ہیں۔ العماد کے معنی بلند عمارت کے بھی ہیں اس کا واحد عمادۃ ہے۔ عماد خیموں کے معنی میں بھی آتا ہے جس سے اس کے معنی خیموں میں رہنے والے لوگوں کے ہیں۔ یا ان لوگوں کے کہ جن کے قد بہت لمبے ہیں۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ العماد وہ شے کہلاتی ہے کہ جس پر ٹیک لگائی جائے یا بھروسہ کیا جائے۔

Marfat.com

غیاث اللغات ص۴۲۸

ذات العماد ـ بکسر عین ـ صاحب بنا ہائے بلند و صاحب ستونہا ـ

مصباح اللغات ـ ص۵۵۳

العماد ـ جس کا سہارا لیا جائے عمد و عمد اس کی جمع ہے ـ

بلند عمارتیں ـ واحد ـ العمادۃ ـ اور عمد الولد سے اسم ہے لشکر کا پیغام بر اہل العماد

بلند عمارتوں والے کہا جاتا ہے ـ فلان طویل العماد ـ فلاں کا مکان زائرین کے لیے

علامت ہے ـ ہو رفیع العماد وہ شریف آدمی ہے ـ

منتہی الارب ص۲۵۱

عِماد ـ سیل لشکر و انکہ در جنگ موافقت اوکنند و خانہ و بنا ہائے بلند

اھل العِماد ـ باشندگان خیمہ بلند یا عام است و ارم ذات العِماد

حضرت ہود علیہ السلام طوفان باد کے بعد اپنے متبعین کے ہمراہ عاد اولیٰ کے دیار و مسکن سے نکل کر حجاز میں آ رہے ـ یہیں ان کی نسل بڑھی اور پھیلی ـ

آپ نے کتنی عمر پائی؟ آپکو کس عمر میں نبوت ملی اس سے متعلق کچھ حتمی نہیں کہا جا سکتا ـ ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ طوفان کے بعد اپنے ماننے والوں کے درمیان اس دنیا میں پچاس برس مزید رہے ـ رہا یہ خیال کہ آپ نے چار سو برس کی عمر پائی اس کی کوئی سند نہیں

آپ کے انتقال کے بعد ایک طویل عرصے تک آپ کے مومنین آپ ہی کے دین پر قائم رہے ـ لیکن قحطان ابن یعرب کے غلبہ کے بعد پھر بُت پرست ہو گئے ـ اب ان میں کوئی ستاروں کو پوجتا تھا کوئی بتوں کا پجاری تھا ـ

مدفن جناب ہود علیہ السلام کے انتقال اور ان کے مدفن سے متعلق مختلف خیال ہیں حضرموت کے لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ قوم عاد کی ہلاکت کے بعد حضرموت چلے آئے یہیں انکی وفات ہوئی اور یہیں وادی برہوت کے قریب حضرموت کے مشرقی حصہ میں مدفن ہوئے ـ

Marfat.com

ملخصات آیات قرآن حکیم

اور ہم نے عاد کی قوم کی طرف ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو تم ایک اللہ کی پرستش کرو اس کے سوا کوئی اور پرستش کے لائق نہیں کیا تم اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے اس کی قوم کے سردار جو کافر تھے، کہنے لگے ہم تو بلا شبہ سمجھتے ہیں کہ تو بے وقوف ہے اور بے شک جھوٹا بھی ہے۔ ہود نے کہا اے لوگو میں احمق نہیں ہوں ہاں اس کا بھیجا ہوا ضرور ہوں۔ جو سارے جہان کا مالک ہے میں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ امانت دار دوست ہوں۔

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے رب کا حکم تم ہی میں سے ایک مرد کی زبان پر تمہیں پہنچا۔ اس لیے کہ وہ تمہیں اس کے عذاب سے ڈرائے اور تم یاد کرو جب نوح کی قوم کے بعد تمہیں ان کا جانشین کیا۔ اور بدن کا پھیلاؤ بھی تمہیں زیادہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ انہوں نے کہا کیا تو اس لیے ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم ایک اکیلے خدا کو پوجیں اور ہمارے باپ دادا جنہیں پوجتے تھے انہیں چھوڑ بیٹھیں۔ اچھا اگر تو سچا ہے تو جس عذاب سے تو ہمیں ڈراتا ہے اُسے لے ہی آ۔ ہود نے کہا تمہارے مالک کا عذاب اور غصہ تو اب تم پر ہو چکا کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک ان کی کوئی سند نہیں۔ بھلا ٹھہرے تو رہو میں بھی تمہارے ساتھ ٹھہرتا ہوں۔ آخر ہم نے ہود کو اور اس کے ساتھ ایمان والوں کو بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ کبھی ایمان نہ لانے والے تھے۔ (اعراف قرآن حکیم)

حضرت لقمان

قوم عاد کے ذکر کے ضمن میں حضرت ہود و حضرت صالح علیہما السلام کے درمیان قرآن حکیم نے ایک ایسی شخصیت کا بھی ذکر کیا ہے جو اگرچہ پیغمبروں میں تو شمار نہیں تاہم علم و حکمت کا بہرۂ وافر حاصل ہونے کے باعث اپنے وقت کی بہت بڑی دانشمند ہستی ضرور خیال کی جاتی ہے یہ حضرت لقمان کی ذات ہے۔

نسب تذکرہ نگاروں نے آپ کا نام و نسب لقمان بن فاغور بن تارخ بیان کیا ہے

تارخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب تھا یا نام۔ اس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت لقمان ہم نسب ابراہیمی ہوں گے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جناب لقمان سوڈان کے رہنے والے تھے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے حضرت لقمان کے اباؤ اجداد کا نام عنقا بن مرون بتایا ہے اور کیا عجب کہ یہی صحیح ہو۔

علمائے اسلام لفظ لقمان کے اشتقاق سے متعلق بھی مختلف الرائے ہیں۔ بعض اسے عربی قرار دیتے ہیں۔ اور اس کا مادہ لَقْم ٹھہراتے ہیں اور بعض اسے عجمی سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک مؤخر الذکر کی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جناب لقمان کا حبشی ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے۔ نیز بنا بریں یہ خیال بھی غلط ہے کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ ہاں آپؑ کے شاگرد ہوں تو ہوں۔

تذکرہ نویس آپ کے معاش سے متعلق بھی مختلف خیال پیش کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ بڑھئی کا کام کرتے تھے کوئی انہیں چرواہا بتاتا ہے۔ کسی کے نزدیک آپ درزی تھے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ نے مختلف اوقات میں یہ سبھی کام کئے ہوں۔

اذکار و آثار سے حضرت لقمان کے بارے میں یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں عنانِ حکومت آنے سے قبل بنی اسرائیل کے مفتی تھے۔ ہر چند کہ آپ حبشی تھے آپ نے صورت بھی کچھ اچھی نہیں پائی تھی۔ لیکن خداداد علم و حکمت نے ان کو بنی اسرائیل میں فتوے دینے کا منصب سونپ دیا تھا۔

بعض کے نزدیک حضرت لقمان اگرچہ بنی اسرائیل بالخصوص حضرت داؤد علیہ السلام کے معاصرین میں ہیں تاہم تورات میں ان کا کہیں ذکر نہیں اور نہ تورات کی تاریخ ہی سے ان کے حالات ملتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ دنیا اگر لقمان کے نام سے آشنا ہوئی ہے تو وہ قرآن حکیم ہی کے طفیل ہوئی ہے۔ قرآن حکیم کی ایک سورۃ لقمان بھی ہے جو آپ ہی کے نام سے موسوم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اپنے رسول برحق محمدؐ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو لقمان کی نصیحتوں کے اس حصہ سے مطلع فرمایا جو توحید سے متعلق تھا۔

میٹن کی بیاگرفیکل ڈکشنری میں آپ کے حالات سے متعلق صرف اتنا لکھا ہے کہ آپ ایک حبشی نژاد فلسفی تھے اور کسی کمتر نسل کی یادگار تھے اور غلام تھے۔ ان کے آزاد ہونے کا قصہ کہانی یوں کہتے ہیں کہ مالک نے کسی روز انہیں ایک کڑوا خربوزہ دیا اور کہا اسے کھاؤ۔ آپ بے تامل کھا گئے۔ مالک نے حیران ہو کر پوچھا۔ ایسا کڑوا پھل تم سے کیونکر کھایا گیا؟ جواب دیا۔ میرے حال پر حضور کی ایسی ایسی عنایات ہوتی رہی ہیں کہ حضور کے ہاتھ سے زندگی میں ایک مرتبہ اگر کڑوی شے مل گئی تو اس کا کھا لینا کوئی حیرت کی بات نہیں۔ مالک اس جواب سے خوش ہوا کہ آپ کو فوراً آزاد کر دیا۔

مورخین نے ایک واقعہ اور لکھا ہے جو نہایت قابل ذکر ہے۔ مالک نے ایک مرتبہ ایک بکری کی طرف اشارہ کر کے آپ سے کہا۔ جاؤ اسے ذبح کرو اور اس کے گوشت کا بہترین حصہ نکال کے لے آؤ۔ یہ گئے بکری کو ذبح کیا اور اس کی زبان اور دل نکال کے لے آئے۔ چند روز کے بعد مالک نے ایک دوسری بکری دی اور کہا اس مرتبہ گوشت کا بدترین حصہ لاؤ انہوں نے حسب الحکم بکری ذبح کی اور پھر وہی دونوں چیزیں زبان و دل نکال کر لے آئے۔ مالک نے حیرت سے کہا۔ بہترین حصہ طلب کیا گیا تب بھی تم دل و زبان لائے اب گوشت کا بدترین حصہ مانگا تھا تو اب بھی یہی دل و زبان لے کر آئے ہو۔ لقمان نے کہا۔ حضور دل و زبان اگر پاک ہوں تو ان سے بہتر کوئی شے نہیں اگر ناپاک ہوں تو ان سے بری چیز بھی کوئی نہیں۔

الغرض حضرت لقمان اعلیٰ ترین حکیموں اور داناؤں میں تھے۔ اگرچہ ان کی تعلیم و تربیت کے حالات معلوم نہیں۔ تاہم اتنا ضرور علم ہے کہ وہ حضرت ایوب صابر کی بارگاہِ نبوت

Marfat.com

سے یقیناً فیضیاب ہوئے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یقینی ہے کہ انہوں نے اپنی فطری ذہانت وفطانت سے بھی خود کو حکیم بنایا۔ آپ سے متعلق جو قصے مشہور ہیں انہیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا کہ یوزاسف اور لقمان کے قصص کا مرتب ایک ہی شخص تھا۔ کیونکہ دونوں کے قصوں میں کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے۔ لقمان کی کہانیوں کا ایک مجموعہ ۱۶۲ء میں گیلند نے پیرس میں شائع کیا تھا ـــــ عربی زبان میں بھی وصایائے لقمان کے نام سے آپ کی نصیحتوں کا ایک مجموعہ چھپا … س وقت وہ نسخے نہیں ملتے۔

حضرت لقم … ن تھے؟ کیا تھے؟ آپ کا حسب و نسب کیسا تھا آپ کہاں کے رہنے والے تھے؟ ہمیں ان باتوں میں ہرگز نہ پڑنا چاہیئے۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآن حکیم میں ذکر لقمان سے مقصود کیا ہے؟ درحقیقت ذکرِ لقمان سے مقصد کہنے کا یہ ہے کہ جب انسان کی عقل بارگاہ نبوت سے فیض یاب ہو کر وحی کی روشنی میں فیصلے کرتی ہے تو وہ نہایت صاف و واضح اور دین فطرت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور وجہ فضیلت نسب نہیں تقویٰ ہوتا ہے۔

وصایائے لقمان

اے بیٹا جب کسی کی صحبت میں جاؤ تو لوگوں کو سلام کر کے بیٹھ جاؤ۔ اگر وہ لوگ خدا کے ذکر میں مشغول ہوں تو ٹھہر جاؤ۔ اور اگر کسی اور کے ذکر میں مصروف ہوں تو ان کی صحبت چھوڑ دو۔ اور دامن جھاڑ کے اٹھ کھڑے ہو۔

اے بیٹا برے لوگوں سے پناہ مانگتے رہو۔ اور جو اچھے ہیں ان سے بھی ڈرتے رہو دنیا میں نہ پھنسو اور اپنے دل کو اس میں نہ لگاؤ کیونکہ تم دنیا کے لیے پیدا نہیں کیے گئے

اے بیٹا جب تک کسی بات پر مجبور نہ ہو جاؤ۔ نہ سنو نہ بے مطلب کسی طرف قدم بڑھاؤ اور نہ اس بات کو پوچھو جس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔

اے بیٹا اپنا مال ضائع نہ کرو اور دوسرے کے مال کی اصلاح نہ کرو۔ تمہارا مال وہ ہے جو تم نے خدا کی راہ میں دیا۔ اور دوسروں کا وہ ہے جسے تم نے اوروں کے لیے چھوڑ دیا۔

Marfat.com

اے بیٹا جو کوئی دوسروں پر رحم کرتا ہے خود اس پر بھی رحم کیا جاتا ہے۔ جو خاموش رہتا ہے۔ امن میں رہتا ہے۔ جو اچھی بات کہتا ہے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے جو شخص جھوٹ بولتا ہے گنہگار ہوتا ہے۔ جو زبان اپنے قابو میں نہیں رکھتا۔ ندامت اٹھاتا ہے۔

اے بیٹا علماء کی صحبت میں گھٹنوں کے بل جاؤ اور ان کی خدمت میں خاموش بیٹھ کر کان لگاؤ۔ اس لیے کہ علمائے کے نور سے دل اسی طرح زندہ ہو جاتا ہے جس طرح مردہ زمین آسمان کے مینہ سے زندہ ہو جاتی ہے۔

ملخصات آیات قرآن حکیم اور اے رسول (جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) وہ وقت یاد کر جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا۔ بیٹا اللہ کا شریک کسی کو مت بنانا۔ کیونکہ شرک بڑا سخت گناہ ہے اور اے رسول اس روز کے آنے سے پہلے جو خدا کی طرف سے ٹل نہیں سکتا اپنا منہ صحیح دین پر قائم رکھنا اس روز سب لوگ الگ الگ ہو جائیں گے (سورہ لقمان)

اور ہم آپ سے پہلے لقمان کو حکمت دے چکے ہیں اور ہم نے اس سے فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کر اور جو کوئی شکر ادا کرے گا وہ اپنے ہی بھلے کے لیے شکر ادا کرے گا۔ اور جو کوئی ناشکری کرے تو اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے۔ خوبیوں والا ہے اور ہم نے آدمی کو اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ ماں نے تو تھک تھک کر اپنے پیٹ میں اٹھایا دو برس میں کہیں اس کا دودھ چھوٹا۔ ہم نے آدمی کو یہ حکم دیا کہ میرا شکر کرتا رہ۔ اور اپنے ماں باپ اگر تجھ سے زبردستی یہ کہیں کہ اللہ کے ساتھ اسے شریک کر جس کے شریک ہونے کی تیرے پاس کوئی سند نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں ان کے ساتھ دستور کے مطابق رہ اور اس کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع ہے پھر میرے پاس تمہیں لوٹ کے آنا ہے۔ میں تمہیں جو تم دنیا میں کرتے رہے اس کا بدلہ دے کر جتلا دوں گا۔

بیٹا نماز کو درستی سے ادا کرتا رہ اور اچھی بات کرنے کا حکم کرتا رہ اور بری بات سے

Marfat.com

منع کرتا رہ اور جو آفت تجھ پر آن پڑے اس پر صبر کر۔ بے شک یہ کام بڑے ضروری ہیں۔ اور لوگوں سے اپنے گال مت پھلا۔ اور زمین پر اترا کے نہ چل کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی بگھارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اور بیچ کی چال چلا کر اپنی آواز آہستہ رکھ کیونکہ گدھوں کی آواز سب آوازوں سے بری ہے (سورہ لقمان۔ قرآن حکیم)

حضرت صالح علیہ السلام

قوم ثمود

تاریخ مرآۃ الزمان میں لکھا ہے کہ قوم ثمود جو چاہ ثمود کے قریب رہنے کی مناسبت سے ثمود کے نام سے مشہور ہوئی در حقیقت یہ قوم عاد ہی کا ایک بقیہ گروہ ہے اور اس اعتبار سے کہ جو خصوصیات قوم عاد میں پائی جاتی ہیں وہی ان میں بھی موجود تھیں، یہ بیان قرین قیاس ہے۔ بہر کیف یہ تو مسلم ہے کہ قوم ثمود امم سامیہ میں عاد اولیٰ کے بعد سب سے بڑی صاحب حشمت و دولت اور قوی اور دلیر قوم تھی۔

قرآن حکیم میں ذکر ثمود یوں آتا ہے اور یاد کرو اس وقت کو جب قوم عاد کے بعد خدا نے تمہیں اس کا جانشین بنایا اور اس سرزمین میں تمہیں اس طرح آباد کیا کہ میدانوں سے محل بنانے کا کام لیتے ہو اور پہاڑوں کو بھی تراش کر اپنا گھر بنا لیتے ہو۔ بس اللہ تعالیٰ کی قدرت کو یاد کرو اور ملک میں سرکشی کرتے ہوئے فساد مت پھیلاؤ۔

قوم ثمود کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پھر انہی میں سے اپنے ایک بندے صالحؑ ابن عبیل ابن اسعف ابن ماشخ ابن کاثر ابن ثمود کو پیدا کیا۔ آپ ایک منکسر المزاج اور حلیم الطبع پیغمبر تھے۔ عمر بھر ننگے پاؤں پھرا کیے اور تمام زندگی مکان تعمیر نہیں کیا۔ اکثر کسی جائے عبادت پر اٹھتے بیٹھتے اور شب کو وہیں پڑ کر سو رہتے تھے۔

تورات میں حضرت ہود علیہ السلام کی طرح آپؑ کا بھی کہیں ذکر نہیں۔ تورات میں صرف انہی انبیاء کا ذکر ملتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان میں عمود نسب واقع ہوئے ہیں۔

Marfat.com

قرآن حکیم میں حضرت صالحؑ کا ذکر ہود۔ اعراف۔ شعرا۔ نمل۔ قمر اور شمس وغیرہ اہم سورتوں میں آتا ہے۔ آپؑ صرف قوم ثمود کی ہدایت کے لیے نبوت لے کر آئے تھے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ثمود کے لوگ طویل القامت اور کثیر العمار تھے بدیں سبب پہاڑوں میں بڑے بڑے عالی شان محلات بنائے رہتے تھے۔ اٹھارہ مربع میل میں یہ قوم پھیلی ہوئی تھی دولت و ثروت اور قوت و حکمت غرض سب کچھ اسے میسر تھا لیکن اخبار الدول کا بیان ہے کہ قوم ثمود کے وہ محلات جن کے نشان پہاڑوں پر پائے گئے یا ہنوز موجود ہیں۔ ہمارے گھروں کے برابر معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ثمود کے لوگوں کے قد و قامت ہمارے ایسے تھے نہ کہ عادیوں ایسے!۔

بہرکیف قوم ثمود کے ایک طاقتور اور متمول قبیلہ ہونے میں کلام نہیں۔ یہ لوگ شام اور حجاز کے درمیان مقام حجر میں رہتے تھے۔ وادی القریٰ ان کا مسکن اور حجر دار الحکومت تھا۔

دیار ثمود میں پانی کی بڑی قلت تھی یہ لوگ دریا کے نہ ہونے کے باعث کنوئیں کھود کر پانی حاصل کرتے اور اسی سے زراعت کا کام سرانجام دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس صرف ایک چشمہ تھا۔ جو ضرورت کے اعتبار سے ناکافی تھا۔

ثمود کے لوگ اعلیٰ اعلیٰ محلات بنوانے کے بڑے شائق تھے اور یہ شوق اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ دور دور سے تجربہ کار اور ماہر معماروں اور کاریگروں کو بلواتے اور ان منقش عمارتیں تیار کرواتے تھے۔ مختصراً یہ کہ قوم ثمود کی دولت کا بیشتر حصہ انہی سنگتراشوں کی اجرت ہی میں اٹھ جاتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ ذوق انہیں اپنے خداؤں کی سنگین مورتیں گھڑنے پر بھی لے آیا۔ چنانچہ اب پتھر کے بت بننے لگے اور ان کی پرستش کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔

تعلیم آپ نے فرمایا۔ اے لوگو۔ اللہ کے سوا کسی اور کو پوجنا چھوڑ دو صرف اسی کی پرستش کرو جو ہمارا تمہارا اور اس تمام کائنات کا واحد خالق ہے۔ اور یہ سب کچھ دنیا کی نعمتیں جو تمہیں آج میسر ہیں۔ اسی کی عطا کی ہوئی ہیں اور اے لوگو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا

Marfat.com

لاؤ۔ سرکشی اور غرور سے باز آؤ۔ ورنہ ایک ایسی مصیبت میں دھر لیے جاؤ گے کہ اس سے کوئی طاقت بجز خدا نہیں چھڑا نہ سکے گی۔ قوم ثمود نے کہا۔ اے صالح ہمیں تجھ سے یہ امید نہ تھی۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ تو بڑا ہو کر ہونہار نکلے گا اور بتوں کی پرستش میں اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے گا۔ مگر افسوس تو اس کے بالکل برعکس نکلا۔ حضرت صالحؑ نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر عنایت ہے کہ میں اس کے سوا کسی اور کی بندگی میں نہیں گیا۔ اور یہ اس کی موہبت ہے کہ اس نے مجھے تمہاری ہدایت کے لیے منتخب کر لیا۔ تم اللہ سے ڈرو اور اسکے ان حکموں پر چلو جو میں بحیثیت ایک نبی کے تمہارے پاس لے کر آیا ہوں۔ نیز یہ باغ۔ یہ چشمے درخت اور کھیتیاں۔ اور منقش عمارتیں اور محلات سب کی سب مٹ جانے والی چیزیں ہیں۔ تم ان سے دل مت لگاؤ۔

تخلیق ناقہ مفسرین لکھتے ہیں قوم نے کہا۔ اے صالح معلوم ہوتا ہے تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے ورنہ تو ہمارے ایسا ہی تو ایک آدمی ہے۔ بھلا اگر تو سچا ہے اور واقعی ایک نبی ہے تو ہمیں کوئی نشان دکھا۔ جناب صالحؑ نے استفسار فرمایا کہنے لگے برابر والے پہاڑ سے ایک دس ماہ کی حاملہ اور قدآور اونٹنی پیدا کر کے دکھا۔ اور تھوڑی دیر میں پھر اسی اونٹنی کے بطن سے اسی کے قد جتنا بچہ بھی پیدا ہو۔ حضرت صالحؑ سب کو ساتھ لے کر پہاڑ کے قریب پہنچے اور سب کے سامنے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا کی۔ جو فوراً قبول ہوئی۔ پتھروں کے اندر سے ایک حاملہ کے کراہنے کی مانند آواز پیدا ہوئی۔ پھر پہاڑ پھٹا اور اس میں سے ایک قدآور اونٹنی نکل آئی اور تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے قد جتنا بچہ بھی جن دیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر سب انگشت بدنداں رہ گئے۔ لوگوں کے دل آپؑ کی صداقت کے معترف ہو چلے تھے کہ شیطان صفت پجاریوں نے اپنا مذہبی اقتدار خطرے میں دیکھ کر چلانا شروع کر دیا۔ اے لوگو دیکھنا کہیں دھوکے میں نہ آجانا یہ کوئی شعبدہ باز ہے یا جادوگر چنانچہ وہ لوگ جو ایمان لانے والے تھے ان کی باتوں میں آگئے اور ایمان لاتے

لاتے رہ گئے۔ اب عالم یہ تھا کہ اپنی قوم کا فرد ہونے کی وجہ سے قوم ثمود منہ پر تو کچھ نہ کہتی لیکن غیبت میں برابر آپؑ کی برائیاں کرنے اور آپ کو ٹھکانے لگانے کی فکر میں رہتی تھی۔

قتل ناقہ پھر لکھا ہے کہ اونٹنی کا بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے تو ایک دو مرتبہ چلایا۔ پھر چرنے لگا۔ لوگ دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا صالحؑ بڑا جادوگر ہے کوئی کہتا یہ جو کچھ ہو رہا ہے سراسر خلاف عقل ہے۔ مگر صالحؑ کی جادوگری نے واقعی یہ آن ہونی بھی کر ہی دکھائی۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اُونٹنی اپنے بچے کو لیے اس چشمہ پر آئی کہ جس سے یہ پانی پیتے تھے۔ اور تمام پانی پی گئی۔ قوم نے حضرت صالحؑ کے پاس جا کر شکایت کی۔ آپ نے کہا ایک روز اس چشمہ سے تم پانی پیا کرو اور ایک روز یہ اونٹنی پیا کرے گی۔ لیکن دیکھنا کہیں اسے مار ڈالنے کی غلطی نہ کر بیٹھنا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھو خدا کے عذاب سے کہیں بچ کر نہ جا سکو گے۔ باوجود اس کے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے حقیقت حال ان پر واضح کر دی تھی لیکن شامت اعمال کہ انہوں نے ایک روز موقع پا کر اسے قتل کر ہی ڈالا اور بچہ بھاگ کر پہاڑ میں غائب ہو گیا۔

اسباب قتل قوم ثمود نے تنبیہ کے باوجود اونٹنی کو کیوں قتل کیا؟ اس سے متعلق مختلف روایات ہیں جن میں بعض بعض تو بڑی ہی دلچسپ ہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت صالحؑ نے قتل ناقہ سے کہیں مدتوں پہلے یہ پیشن گوئی کی تھی کہ قوم ثمود میں ایک شخص اس ناقہ کو قتل کرے گا۔ اور یہی واقعہ تباہی پر منتج ہوگا۔ قوم نے کہا اے صالحؑ تم اس کا نام بتا دو؟ اس سے پہلے کہ وہ ناقہ پر ہاتھ اٹھائے ہم اسی کو ختم کر ڈالیں۔ صالحؑ نے فرمایا وہ ابھی پیدا نہیں ہوا۔ اس کا چہرہ لال اور اس کی آنکھیں بلی کی سی ہوں گی۔ قوم نے آپس میں یہ طے کر لیا کہ جو لڑکا اس شکل و شباہت کا ہو اسے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے چنانچہ اس فیصلے کے مطابق یکے بعد دیگرے نو بچے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ مگر اس کے بعد آپس میں کہنے لگے کہ در اصل یہ صالحؑ کی ایک چال ہے

وہ اس بہانے سے ہماری نسل کشی کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جب وہ لڑکا پیدا ہوا کہ جس کے متعلق پیش گوئی کی تھی تو قوم نے اسے قتل نہ کیا۔ جب وہ لڑکا سن شعور کو پہنچا تو وہ نو آدمی جن کے بچے موت کی بھینٹ چڑھائے گئے، اسے چلتے پھرتے دیکھتے تو بصد حسرت و یاس ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہتے۔ کاش اگر ہمارے بیٹوں کو صالحؑ قتل نہ کراتا تو آج وہ بھی اس لڑکے سے بڑے ہوتے۔ رفتہ رفتہ محبت پدری کا یہ جذبہ اتنا بڑھا کہ اپنے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے وہ صالحؑ کے خون سے ہاتھ رنگنے کو تیار ہو گئے۔ چنانچہ وہ اکٹھے ہو کر حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کے لیے جارہے تھے کہ قدرت الٰہی نے پہاڑ سے ایک پتھر اٹھا کر ان پہ دے مارا اور یہ نو کے نو آدمی واصل جہنم ہوئے۔ چند روز کے بعد دو چار آدمی جو اس راہ سے گزرے انہوں نے مُردوں کو ایک پتھر کے تلے دبا ہوا دیکھ کر قوم کو اطلاع دی۔ اب سب آپس میں طے کر کے صالح کے پاس گئے اور کہا کہ تم نے پہلے ان مرنے والوں کے بچوں کو قتل کرا دیا اس کے بعد تم انہیں بھی زندہ نہ دیکھ سکے اور شہر کے باہر لے جا کر مار ڈالا۔ اب کان کھول کر سن لو ہم ناقہ کو کسی حال میں بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ بالآخر اسی نوجوان گربہ چشم، سرخ رُو نے کہ جس کے متعلق حضرت صالح علیہ السلام نے پیش گوئی کی تھی ناقہ کو قتل کر دیا۔

بعض اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ قوم ثمود کی دو متمول عورتوں نے قتلِ ناقہ کا پختہ ارادہ کر لیا۔ نیز اپنی خوبصورت اور حسین و جمیل بیٹیوں کے رشتہ کا لالچ دے کر کچھ مردوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور سب نے مل ملا کر ناقہ کو قتل کر ڈالا۔

ناقہ کے وجود اور اس کے اسباب قتل کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہے۔ بعض نے یوں لکھا ہے کہ درحقیقت یہ واقعہ کہ ناقۃ اللہ چشمہ کا تمام پانی پی گئی۔ ناقہ کو معجزہ کی تخلیق ظاہر کرنے کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ واقعۃً ایسا نہیں ہے۔ اسے مفسرینؒ کی خوش خیالی کہیے کہنا عاقبت اندیشی یا پھر ہم ہیں کہ مفسروں کے بیان کو اپنے فہم

Marfat.com

اور اور راک کے نقص سے خرق عادت کے معنی پہنا رہے ہیں۔ بہر کیف وہ اونٹنی بھی عام اونٹیوں ایسی تھی، ممکن ہے ڈیل ڈول کے اعتبار سے بہ نسبت دوسروں کے کچھ زیادہ ہو لیکن یہ کہنا کہ وہ تنہا چشمہ کا تمام پانی پی گئی حقیقت پر مبنی نہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ دولت اور امارت کے گھمنڈ نے قوم ثمود کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ اپنے سے کم تر لوگوں کے مویشیوں جانوروں کو اپنے اس چشمہ سے پانی پینے دیں کہ جس سے وہ خود سیراب ہوتے تھے۔ بات نے طول پکڑا تو حضرت صالح علیہ السلام نے فیصلہ کر دیا۔ قوم نے اس کی تعمیل کے لیے اقرار کیا تو عملی ثبوت کے لیے حضرت صالح نے اقرار و اثبات کے لیے قوم ثمود کے درمیان ناقۃ اللہ کو بطور معیار پیش کر دیا یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ غریبوں کے جانوروں اور مویشیوں کی طرف سے ناقۃ اللہ کو نمائندہ مقرر کیا گیا تھا لیکن زبانِ امارت کچھ زیادہ مدت قائم نہ رہ سکی کہ سطوت ثمودی کی پیشانی شکن آلود ہو گئی اور قول و قرار توڑ دیا گیا۔

مفسرین کے نزدیک معجزے کے لغوی معنے عاجز کر دینے اور تھکا دینے والی شے کے ہیں۔ ان کی اصطلاح میں وہ عمل جو سلسلہ اسباب کے بغیر عالم میں وجود پذیر ہو معجزہ کہلاتا ہے۔

علمائے اسلام کہتے ہیں کہ معجزہ درحقیقت نبی کا اپنا عمل نہیں بلکہ وہ خدا کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے۔ نبی، رسول یا پیغمبر بھی اللہ کا ایک بندہ و بشر اور انسان ہے کسی شخص میں یہ قدرت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عام و خاص قوانین میں دخل دے سکے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی پر ہے وہ اگر چاہے مناسب حال اور تقاضائے وقت سمجھے تو نبی کے ہاتھ پر ایسے فعل کا ظہور کرا دے جو اس کے قوانین فطرت کی عادت خاص کی قسم میں داخل ہوں اور اگر نہ چاہے تو نبی یا رسول کے لیے بھی اس کا اظہار ناممکن اور محال و دشوار ہے۔

بہر کیف اونٹنی قتل کر دی گئی جب اس کی اطلاع حضرت صالح نے پائی تو فرمایا۔

Marfat.com

اے میری قوم کے لوگو اب تم پر ضرور اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ اب تم اس دنیا میں تین دن سے زیادہ نہ رہ سکو گے اور ہاں ان تین دنوں میں تمہارے چہروں پر چند ایک تبدیلیاں بھی آئیں گی۔ پہلے دن تمہارے چہرے زرد ہوں گے دوسرے دن لال پڑ جائیں گے اور تیسرے دن کالے اور اس کے بعد تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

اب ادھر حضرت صالح علیہ السلام اپنے مومنوں کو لے کر راتوں رات دیار ثمود سے نکل گئے۔ ادھر آفتاب کے بلند ہوتے ہی آسمان سے کڑک اور گرج کی وہ ہیبت ناک آوازیں آنی شروع ہوئیں کہ قوم کے جگر پاش پاش اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اللہ تعالیٰ کے عذاب نے جو دھاریوں والے بادلوں کی صورت میں نمودار ہوا جس میں ہولناک گرج، کڑک اور بہرہ کر دینے والی چیخیں تھیں قوم ثمود ایسی صاحب شان و شوکت، سطوت و دولت کو آن کی آن میں خاک کے ڈھیر بنا دیا۔ (ص ۱ قرآن حکیم)

کہتے ہیں قوم ثمود نے ایک ہزار سات سو شہر آباد کیے تھے جو سرسبز و شاداب ہونے میں اپنی مثال آپ تھے یہ بھی سب کے سب عذاب الٰہی کی نذر ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان میں ایک بھی قریہ باقی نہ رہا۔

مومنین صالح علیہ السلام کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ کوئی تو فلسطین میں جا بسا کسی نے ملک شام کی سکونت اختیار کی حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ کچھ دن فلسطین میں رہے اس کے بعد مکہ چلے آئے اور یہیں آپ نے انتقال کیا آپ نے پچاسی برس کی عمر پائی۔

ملخصات آیات قرآن حکیم اور ہم نے قوم ثمود کی طرف صالح ؑ کو بھیجا اس نے کہا بھائیو ایک اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی اور معبود نہیں۔ تمہارے پاس تو ایک نشانی بھی تمہارے رب کی طرف سے آ چکی ہے یہ خدا کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی ہے اس کو چھٹا پھرنے دو۔ اللہ تعالیٰ کی زمین چرتی رہنے اور برائی سے اسے ہاتھ مت لگاؤ

ورنہ پھر دکھ کا عذاب تمہیں آ کر پکڑ لے گا۔ اور یاد کرو جب تمہیں عاد کے بعد ان کا جانشین بنایا۔ اور تمہیں زمین پر آباد کیا تم اس کی نرم مٹی سے اینٹیں بنا کر محل کھڑے کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور ملک میں فساد مت پھیلاؤ۔

صالح کی قوم میں جو سردار متکبر تھے۔ وہ ان لوگوں سے جو غریبوں میں ایمان لائے تھے پوچھنے لگے کیا تمہیں معلوم ہے کہ صالح ؑ اپنے پروردگار کا بھیجا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا بے شک صالح کو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے ہمیں اس پر یقین ہے وہ متکبر کہنے لگے ہم تو جس پر تم ایمان لائے ہو اسے نہیں مانتے آخر انہوں نے اونٹنی کاٹ ڈالی اور اپنے پروردگار کے حکم کو نہ مانا اور کہنے لگے صالح ؑ اگر تو پیغمبر ہے تو وہ عذاب ہم پر لے ہی آ کہ جس سے تو ہمیں ڈراتا رہتا ہے۔ پھر زلزلے نے انہیں آ دبایا۔ صبح کو اپنے گھر میں اوندھے مرے پڑے تھے حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا بھائیو میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔ (اعراف)

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حام کی اولاد میں جس شخص نے سب سے
نمرود پہلے حکومت اور سلطنت کی بنیاد ڈالی وہ کنعان بن حام ابن نوح تھا۔ کنعان نے دریائے دجلہ و فرات کے زیریں حصہ پر بابل نام ایک شہرہ آفاق شہر اٹھارہ مربع میل میں آباد کیا۔ اس میں پچھتر میل لمبی، ساٹھ میل چوڑی اور دو سو پچاس فٹ اونچی شہر پناہ بنائی جس میں یکساں فاصلے پر پیمائش کر کے ایک سو پھاٹک بنائے گئے اور ان میں ٹھوس برنجی پٹ چڑھے ہوئے تھے ہر پہلو پر پچیس پچیس پھاٹک تھے جن سے مختلف سڑکیں نکل کر بخط مستقیم پھاٹکوں تک پہنچتی تھیں ان شاہراہوں کے تقاطع سے شہر کے اندر آپ سے آپ برابر کے مربع قطعات پیدا ہو گئے تھے۔ اس طرح بابل تمام کا تمام چار سو اکتیس الگ الگ ٹکڑوں میں تقسیم تھا۔ ہر ٹکڑا بجائے خود ایک مستحکم قطعہ کی حیثیت رکھتا تھا نیز شہر کو بیرونی حملہ آوروں سے بچانے کے لیے ڈھائی سو خوبصورت اور اہم بالشان برج بھی تعمیر کیے گئے جن میں شبانہ روز مسلح فوج رہتی تھی اور فوج کا ایک معتدبہ حصہ دن رات برابر اس دیوار پر گشت لگاتا رہتا تھا۔

کنعان کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ہاصد تخت نشین ہوا۔ وہ اپنے وقت کا ایک زبردست بادشاہ تھا۔ آس پاس دور و نزدیک کے لوگ اس سے خوف کھاتے تھے۔ اس کے پاس بے پناہ دولت و حشمت تھی اور ان گنت لاؤ لشکر تھا۔ روئے ہستی پر یہ ظالم متکبر بادشاہ نمرود کے نام سے مشہور رہے۔

سام ابن نوح نے اپنی سکونت دجلہ کے مشرقی جانب اختیار کی تھی۔ یہ اپنے باپ

Marfat.com

کا وصی اور جانشین تھا۔ سام کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ارفخشد اپنے باپ کے ملک و ملت کا مالک ہوا۔ ارفخشد کے معنی روشن چراغ کے ہیں۔ یہ بہت عابد و زاہد اور پرہیزگار انسان تھا۔ ارفخشد کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا شالخ جانشین ہوا پھر شالخ کے بعد اس کے بیٹے عابر کی باری آئی یہی وہ عابر ہے جو عبرانیوں کا جد اعلیٰ ہے اور یہی وہ شخص ہے جس نے اولاد نوحؑ پر ملک تقسیم کیا اور یہی وہ پہلا آدمی ہے جو کلدانیوں کو ساتھ لے کر نمرود سے نبرد آزما ہوا مگر شکست کھائی اور یہاں سے لوٹ کر اپنے آدمیوں کے ہمراہ مجدل چلا آیا۔ مجدل دریائے دجلہ و فرات کے درمیان واقع ہے عابر نے یہاں پہنچ کر اپنی صولت و حکومت قائم کی اور ایک مومن و موحد کی حیثیت سے حکمرانی کرتا رہا۔ عابر کے بعد اس کی اولاد گمراہ ہو گئی۔ اس کا بیٹا فالغ حکمران ہوا۔ مورخین کہتے ہیں ملکان ابن فالغ کے زمانے میں خاندانِ عابر پر نبطی اور جرامقہ غالب آ گئے۔ اور مجدل کی حکومت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ ملکان ابن فالغ اسی حالت میں ایک لڑکا حصر جس کا نام تورات میں حصر آتا ہے چھوڑ کر مر گیا۔ ملکان کے بھائی ارغو کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مجدل سے نکل کر کلوذا کی طرف چلا گیا اور وہاں پہنچ کر نبطیوں کا مذہب صابی اختیار کر لیا۔ پھر نبطی قوم ہی میں اس کی شادی ہو گئی جس کے بطن سے ایک لڑکا شاروخ پیدا ہوا۔ پھر شاروخ سے ناحور پیدا ہوا اور ناحور سے تارح۔ تارح کا پیشہ بت گری و بت فروشی تھا۔ چنانچہ اسی مناسبت سے اس نے اپنا لقب ایک بت کے نام پر آذر تجویز کیا یہی وہ آذر ہے جسے نمرود نے بکمال اخلاص و محبت اپنے دربار میں بلایا اور اسے خلعت فاخرہ و اعزاز و اکرام دے کر اپنے شاہی بت خانے کا داروغہ مقرر کیا۔ قدرتِ خدا کہ انہی داروغہ جی کے ہاں اللہ تعالیٰ نے بابل کے بت پرستوں کی اصلاح کے لیے اپنے اس ایک بندے کو منتخب کر لیا جن کا اسم گرامی نبیوں کی تاریخ میں ابو الانبیا سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے مزین ہے۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے آپ نمرود کے زمانے میں پیدا نہیں ہوئے ہمارے

خیال میں ان کے شبہ کا سبب التباس لفظی ہوگا۔ کیونکہ بعض تاریخوں میں یوں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کے نمرود کا نام ودالا امر تھا۔ اس لیے قیاس کہتا ہے کہ نمرود ایک نہیں دو ہوئے بشرطیکہ یہ بیان بھی صحیح ہو کہ اس کا نام ودالا امر تھا اور یہ خیال بھی درست ہو کہ ہاصد ابن کنعان حام کا نام نمرود بھی تھا۔ بہرکیف یہ مسلمہ ہے کہ آپؑ نمرود ہی کے زمانے میں پیدا ہوئے یہ نمرود کسی کے نزدیک خدا کا منکر تھا اور کوئی کہتا تھا کہ الوہیت کا دعویدار تھا یعنی وہ خیال کرتا تھا کہ خدا بشکل انسان تمام دنیا کے بادشاہ نمرود کی ذات میں حلول کرکے زمین پر اتر آیا ہے۔ چنانچہ نمرود کہ بالآخر آدمی پھر آدمی ہے۔ بھول چوک اس کی فطرت میں داخل ہے جیسے اس سے پہلے لوگ دنیا کو اپنے قدموں میں پاکر اس کے ظاہر میں ڈوب گئے اور خود کو بھلا بیٹھے۔ دولت و حشمت زبردست سطوت و قوت پاکر آدمیت کو بھول گیا اور خود کو خدا کہلوانے لگا اور تمام قلم رو میں اپنی صورت کے بت بنوا کر پرستش گاہیں تعمیر کروا دیں لوگ اسے خدا کہتے اور سجدہ کرتے تھے۔

ولادت

تارخ آزر کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ ابراہیم۔ ۲۔ حاران۔ ۳۔ ناحور۔ حاران اپنے باپ کی زندگی ہی میں اپنے بیٹے لوط کو چھوڑ کر مر گیا۔ ناحور سے متعلق کچھ علم نہیں۔ اس کے متعلق حالات ناپید ہیں۔ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اڑسٹھ ۶۸ مقامات پر آیا ہے جو زیادہ تر حسب ذیل سورتوں پر پھیلا ہوا ہے۔

سورہ بقرہ۔ آل عمران۔ المائدہ۔ الانعام۔ التوبہ۔ ہود۔ ابراہیم۔ الحجر۔ النحل۔ مریم الانبیاء۔ الحج۔ الشعراء۔ العنکبوت۔ والصفت۔ ص۔ الزخرف۔ الزاریت۔ الممتحنہ اور الاعلیٰ۔

مختصراً یہ کہ قرآن حکیم میں آپؑ سے متعلق اتنا ذکر آتا ہے کہ آپکی ایک مستند سیرت قرآن حکیم ہی کی روشنی میں ترتیب دی جاسکتی ہے۔ آپ کی عظمت شان کا اس سے کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ سید الانبیاء خاتم المرسلین جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ اور ہمارے لیے آپ کی حیات مبارکہ کو اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔

وجہ تسمیہ
لفظِ ابراہیم اَب و راحم سے مرکب ہے جس کے معنی مہربان باپ کے ہیں۔ امام رازی و دیگر جماعہ سلف کا خیال ہے کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے حضرتؑ کے جو والدِ محترم ہیں وہ بت گر و بت فروش نہیں تھے بلکہ ایک مومن و موحد انسان تھے۔ لیکن یہ نص قرآنی واذ قال ابراھیم لابیہ اٰذر اتتخذ اصناما الٰھۃ بالکل واضح کیے دیتی ہے کہ آذر ہی حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام ہے معلوم نہیں ان حضرات نے کیا استدلال قائم کیا ہے۔ جنہوں نے آذر کو آپ کا والد خیال نہیں کیا۔

ولادت
حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل کے ایک قصبہ کوثیٰ میں پیدا ہوئے۔ تورات میں آپ کے سِن ولادت کے متعلق ایک عجیب معاملہ دیکھنے میں آیا ہے۔ لکھا ہے کہ طوفانِ نوحؑ کے دو سو برس بعد ارفخشذ پیدا ہوئے تورات میں یہ نام ارفکس کے املا سے آتا ہے۔ جب ارفخشذ پینتیس ۳۵ برس کے ہوئے تو شالخ پیدا ہوا جب شالخ اپنی عمر کے تیسویں برس کو پہنچا تو عابر کی ولادت ہوئی۔ پھر تینتالیس ۴۳ برس عابر سے فالخ اور فالخ کی تیس برس کی عمر میں ارغو اور ارغو کی تیس برس کی عمر میں شاروغ اور شاروغ کی تیس برس کی عمر میں ناحور اور ناحور کی انتیس برس کی عمر میں تارح پیدا ہوا جس وقت تارح کی عمر میں پچھتر برس کی ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس حساب سے زمانہ طوفان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش تک دو سو ۲۹۲ بانوے برس ہوتے ہیں۔ اور حضرت نوحؑ سے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ تین سو پچاس ۳۵۰ برس تک بعد از طوفان اور زندہ رہے۔ بنا بریں اس کے کہ انتقال نوح کے وقت آپ ترپن ۵۲ برس کے تھے آپ نے جدِ اعلیٰ کا زمانہ پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ بیان کہاں تک

Marfat.com

صحیح ہے۔

ابوالفدا مورخ نے حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان اور جناب ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل کی ولادت کے درمیان ایک ہزار اکاسی برس کا فاصلہ شمار کیا ہے۔ طبری نے ایک ہزار نواسی برس کہا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ بعض اہل کتاب کا خیال ہے کہ طوفان اور ولادت ابراہیمی میں ایک ہزار دو سو تریسٹھ سال کا فاصلہ تھا

واللہ اعلم بالصواب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت جن حالات میں ہوئی وہ نہایت مخدوش اور ناسازگار تھے۔ اگرچہ اس ضمن میں مختلف روایات ہیں جو دلچسپی سے خالی نہیں تاہم ان سب کا ماحصل یہی ہے۔ کہ ولادت ابراہیم سے قبل نجومیوں نے نمرود سے کہا۔ کہ ہم ستاروں کی گردش میں ایک ایسے خوفناک امر کے آثار دیکھ رہے ہیں کہ جن سے آپ کی سلطنت کا تختہ الٹ جائے گا اور آپ کا شاہی مذہب باطل ٹھہرے گا اور ان خداؤں کو جنہیں ہم دن رات پوجتے ہیں ختم کر دیا جائے گا۔ نمرود کے استفسار پر نجومیوں نے کہا اسی برس اس شہر میں ابراہیمؑ نام کا ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے اور یہ وہی لڑکا ہے جو آپ کے اس تمام نظام کو باطل کر دیگا نمرود نے یہ سنتے ہی تمام شہر میں منادی کرادی کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کے پاس نہ جائے۔ نیز اس برس جو لڑکا پیدا ہوگا اسے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے چنانچہ ایک عرصے تک یہ حکم جاری رہا اور ہزاروں بے گناہ معصوم بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے گئے۔ لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے چنانچہ اسی دوران میں حضرت ابراہیمؑ کی والدہ بھی حاملہ ہو گئیں۔ آپ کی والدہ نے پہلے تو حمل چھپانے کی کوشش کی مگر پھر کچھ سوچ کر اپنے شوہر کو مطلع کر ہی دیا اور کہا کہ آخری عمر میں تو نخلِ تمنا کے بار آور ہونے کا وقت آیا ہے اور وہ یوں تلف ہو جائے کیا ضرور ہے کہ یہ وہی بچہ ہو جسے نمرود قتل کرنا چاہتا ہے۔ اسی رات کا حمل ہے۔ میری مدد کیجئے اور میرے ہونے والے بچے کو موت کے منہ میں جانے سے بچا لیجئے۔ آزر کا دل

Marfat.com

پیسیج گیا۔ اور وہ راضی ہو گیا چنانچہ شہر سے باہر ایک غار مقصد ولادت کے لیے تجویز کر کے آپ کو چپکے چپکے وہاں پہنچا دیا گیا۔ کچھ تو عام عورتوں کی طرح آپ کا پیٹ نہ بڑھا۔ کچھ رازداری سے کام لیا گیا۔ غرض آپ کی پیدائش کا غار میں کسی کو کانوں کان پتہ نہ چلا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی والدہ آپ کو غار میں چھپا کر خاموشی سے گھر واپس آگئیں۔

حضرت ابراہیم کی والدہ محترمہ اکثر آپ کو دیکھنے غار میں آتیں آپ دودھ پلاتیں اور پھر واپس چلی جاتی تھیں۔ غرض تھوڑے ہی عرصے میں آپ معمول کے خلاف بہت جلد جوان ہو گئے۔ پھر ایک روز شام کے وقت اپنے والد آذر کے ہمراہ غار سے نکل کر گھر چلے آئے۔ کہتے ہیں اثنائے راہ میں آپ جو شے دیکھتے باپ سے پوچھتے ظاہر ہے کہ غار میں ماں باپ کے سوا آپؑ نے کسی اور چیز کو نہیں دیکھا بھالا تھا۔ اس لیے آذر بتاتے چلے جاتے یہ اونٹ ہے یہ بکری ہے یہ فلاں شے ہے وہ فلاں چیز ہے یہ سن کر دل میں کہتے کہ ان چیزوں کا بنانے والا ضرور کوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے جن نیک بندوں کو گمراہوں کی اصلاح کے لیے منتخب فرما لیتا ہے ان کے عادات و اطوار۔ گفتار و کردار اور نشست و برخاست کے طور طریقے عام زندگی سے شروع ہی سے الگ اور پاکیزہ ہوتے ہیں اور ان کے فہم و ادراک کی روح بھی عام آدمیوں کی روحوں سے بلند و برتر ہوتی ہے۔ اسی بنا پر انہیں جو کچھ علم عطا کیا جاتا ہے وہ اکتسابی نہیں بلکہ وہبی ہوتا ہے ہر چند کہ نبی علم غیب نہیں رکھتا۔ لیکن پردہ غیب سے مشیت ایزدی نبی کو وہ باتیں جو دوسرے لوگ نہیں جانتے کسی غیر مادی ذریعے سے پہنچا دیتی ہے یہی سبب ہے کہ نبی جو بظاہر اُمّی کہلاتا ہے بہ باطن اَن پڑھ نہیں ہوتا

معرفت حق آپ کے زمانے میں بابل کے لوگ بتوں اور ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ آپ غار سے نکل کر گھر پہنچے اور آپ نے سر اٹھا کر جو آسمان کی طرف دیکھا تو ایک ستارہ نظر آیا تو آپ نے اپنے آپ یہ سوال کیا۔ کیا یہ ہے میرا رب؟ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو کہنے لگے لا احب الافلین (قرآن حکیم) میں چھپ جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ تھوڑی دیر نہ گزرنے

Marfat.com

پائی تھی کہ آپ کو ماہتاب نظر آیا اور اسے تمام ستاروں سے زیادہ روشن پایا دل میں کہا ھٰذا ربی کیا یہ ہے میرا رب ؟ جب وہ بھی نگاہوں سے غائب ہو گیا تو کہنے لگے " لئن لم یھدنی ربی لا کونن من القوم الضالین ۔ مجھے اگر میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بلا شبہ گمراہ لوگوں میں شریک ہو جاتا ۔ غرض یہ پہلی رات جو آپ نے غار سے نکل کر گھر میں گزاری تمام ہوئی جب صبح ہوئی اور دن نکل آیا اور آفتاب کی روشنی آپ نے دیکھی تو فرمایا کیا یہ ہے میرا خدا جو بہت بڑا ہے ؟ پھر جب شام ہوئی اور آفتاب غروب ہوا تو آپ نے فرمایا جو شے ہر آن اپنی حالت بدلتی رہتی ہے یعنی متغیر ہے وہ ضرور ہے کہ حادث ہو گی پس جو حادث ہے قدیم کیونکر ہے ؛ لہٰذا وہی ایک ذات جو حادث نہیں ۔ قدیم ہے ؛ رب ہے اور وہی ایک رب پرستش کے لائق ہے اس کے سوا جتنے معبود بنائے گئے ہیں وہ سب باطل ہیں ۔

دعوت حق

آپ نے جب اعلائے کلمۃ الحق کیا ہے تو سب سے پہلے آواز اپنے والد آذر بت گر و بت فروش کے کانوں تک پہنچائی ہے ۔ اس زمانے میں بت کدے کا داروغہ یا پجاری ؛ اور ایک سلطنت کا بادشاہ دونوں برابر تھے ۔ بلکہ ایک لحاظ سے بت خانہ کا مہتمم کا مرتبہ بادشاہ سے کچھ اونچا ہی کہنا چاہیے ۔ کیونکہ وہ اس بت خانے کا سربراہ ہے کہ جس میں بادشاہ جا کر سجدہ ریز ہوتا ہے ۔ بھلا باپ داروغہ بت کدہ ہونے کی حیثیت سے کہاں چپ رہ سکتا تھا ہر چند کہ بچپن میں بھی آپ بتوں کی تذلیل کرتے پھرا کرتے ۔ مثلاً والد انہیں بت بنا کر فروخت کرنے کو دیتے یہ بے تامل بازار میں لے جاتے اور بلند آواز سے کہتے ۔ من یشتری مالا یضرہ و ینفعہ ۔ کون شخص ایسی چیز کو خریدے گا جو نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان لوگ یہ سن کر تعجب کرتے اور ان کے قریب نہ جاتے اور نہ ان سے بت خریدتے ۔ جب شام ہوتی آپ بتوں کو نہر کی طرف لے جاتے ان کی گردن پکڑ کے پانی میں ڈبوتے اور شوخی سے کہتے پی لے ۔ پی لے ۔ رفتہ رفتہ یہ باتیں لوگوں میں پھیل گئیں ۔ لیکن اس وقت تو سب ان کے بھولے پن کو سمجھ کر خاموش رہے ۔ لیکن اب معاملہ دوسرا تھا ۔ آپ جوان ہو چکے تھے اور

Marfat.com

صاحب عقل و شعور خیال کیے جاتے تھے۔ باپ برافروختہ ہو گیا اور برداشت نہ کر سکا۔ صاف لفظوں میں اپنے بڑھاپے کے اکلوتے بیٹے سے کہدیا۔ ابراہیم تم اپنی حرکتوں سے باز آؤ ورنہ میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔

فریضہ نبوت اعلائے کلمۃ الحق کا معاملہ باپ اور بیٹے کا معاملہ تو تھا ہی نہیں کہ آپ اپنے والد کی دھمکیوں میں آجاتے بلکہ ایک فریضۂ الٰہی تھا جسے بہر صورت ادا کرنا آپؑ کے ذمہ تھا۔ آپ نے اپنے والد کو نہایت ادب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور اس کے بعد آپ نے اعلانیہ طور لوگوں کو توحید کی تعلیم دینی شروع کر دی، اور فرمایا۔ اے لوگو جس کی تم پرستش کرتے ہو وہ خدا نہیں ہے۔ خدا تو وہی ہے جس نے یہ زمین و آسمان اور اس تمام کائنات کو پیدا کیا ہے۔

مگر لوگوں نے بجائے ہدایت قبول کرنے کے آپ کو اپنے خداؤں کی عظمت دکھا کر قائل کر لینے کی کوشش کی کہنے لگے اے ابراہیم تم بلا سوچے سمجھے ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتے اور جھٹلاتے رہتے ہو۔ چلو آج تم ہمارے ساتھ ہم تمہیں اپنے خداوں کا جاہ و جلال دکھا کے لاتے ہیں۔ لیکن آپ نے کسی طور پر ان سے معذرت کر لی اور ساتھ ہی انہیں کسی طرح یہ بھی سنا دیا کہ بخدا میں تمہارے بتوں کی جنہیں تم خدا سمجھتے ہو ضرور خبر لوں گا۔ ان کا وہ علاج کروں گا کہ تم دیکھو گے۔

جملہ مفسرین نے یہ واقعہ اس طرح پر لکھا۔ کہ آپؑ لوگوں کے چلے جانے کے بعد چپکے سے گھر سے نکل کر بت خانے میں آئے آپ نے دیکھا کہ بت خانہ ایک بہت ہی آراستہ و پیراستہ اور نہایت پر تکلف جگہ ہے۔ ایک بہت بڑا بت ایک مکلف تخت پر مزین ہے اور اس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے بت رکھے ہوئے ہیں، اور سب کے سامنے عمدہ عمدہ کھانے چنے ہوئے ہیں۔ پہلے تو آپ نے تعریضاً فرمایا۔ اے بتو تم یہ کھاتے کیوں نہیں؟ پھر جب کچھ جواب نہ ملا تو فرمایا تم بولتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا؟ پھر جب اس کا بھی جواب

نہیں ملا۔ تو ایک تیشہ اٹھایا اور خود ہی ایک جواب ان بے زبانوں کی طرف سے مرتب کر لیا۔ غرض اس بُت خانے میں جتنے بُت تھے سوائے ایک بہت بڑے بُت کے سب کو توڑ پھوڑ کر گھر چلے آئے۔ اور چلتے ہوئے ایک تیشہ بڑے بُت کی گردن میں حائل کر دیا۔

جب لوگ عیدگاہ سے واپس ہوئے اور آتے ہوئے اپنے خداؤں کا بُت خانے میں یہ حشر دیکھا تو ایک کہرام مچ گیا۔ بعض لوگوں نے جنھوں نے آپؑ کی دھمکی سن لی تھی۔ لیکن مذاق سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔ اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے کل ابراہیم کو ان خداؤں کی برائیاں کرتے دیکھا تھا۔ اور اس نے ان کی گردن اڑا دینے کی دھمکی بھی دی تھی ہم اسے ایک مذاق سمجھتے تھے عجب نہیں یہ کرتوت اسی کی ہو۔ لوگوں نے یہ بات سنی تو فوراً نمرود کے پاس پہنچے اور واقعہ کی اطلاع دی۔ نمرود یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور فوراً آپ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ پکڑے باندھے معززین قوم کے ہاتھ نمرود کے دربار میں لائے گئے نمرود نے آپؑ سے پوچھا ابراہیم کیا ان بُتوں کو تم نے توڑا ہے؟ آپ نے فرمایا آگے بڑھ کر بُتوں کے بڑے ہی سے تم کیوں نہیں پوچھ لیتے؟ اسی کو طیش آیا ہوگا کہ اس کی موجودگی میں دوسرے چھوٹے بت بھی پوجے جاتے ہیں۔ نمرود نے کہا ابراہیم تم جانتے ہو کہ یہ بُت بولتے نہیں؟ تب آپؑ نے فرمایا کیا پھر تم اللہ کے سوا کسی ایسے کی پرستش کرتے ہو جو تمہیں نہ نفع پہنچا سکتا اور نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور اس پر جسے تم پوجتے ہو ایک اللہ کے سوا کیا تم ایک دوسرے کو نہیں سمجھا سکتے۔

اب نمرود اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان وجود باری تعالیٰ پر ایک مکالمہ شروع

مکالمہ ہوا۔ نمرود نے کہا اے ابراہیمؑ کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ وہ تمہارا رب ہے کون جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو؟ آپؑ نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا۔ یہ بھی کوئی مشکل کام ہے؟ ایسا تو میں بھی کر سکتا ہوں چنانچہ اسی وقت دو آدمی طلب کیے۔ نمرود نے ایک کو فوراً قتل کر دیا اور دوسرے کو رہائی دیدی اور کہنے لگا لیس یہ ہے تمہارا رب۔ آپؑ نے فرمایا اللہ وہ ہے جو آفتاب کو مشرق سے نکالتا اور مغرب میں

Marfat.com

غروب کر دیتا ہے تو اگر سچا ہے تو آفتاب کو مغرب سے نکال کر دکھا۔ اس پر نمرود سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور وہ اپنا سا منہ لے کے رہ گیا۔

یہاں یہ گمان نہ گزرے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بزعم خود محی و ممیت ہونے کے ثبوت کو تسلیم کر کے ایک اور سوال کیا۔ نہیں۔ بلکہ حقیقت میں انہوں نے اس سوال سے کہ اگر تو قادر ہے تو سورج کو مشرق کی بجائے مغرب سے نکال کے دکھا دے۔ اس کے ذہن کو ادھر پھیرنے کی سعی فرمائی کہ "مارنے" اور "جلانے" پر قدرت کی جو مثال تو نے دی ہے وہ تو اس خدائے واحد کے نظام کائنات کے تابع ہے اگر تو قادر ہے تو نظام خداوندی کے خلاف اپنے تصرف سے مار کر اور جلا کر دکھا

آزمائش اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے دربار سے اٹھ کر چلے آئے۔ اور ادھر ان لوگوں نے مشورے طے کرنے شروع کر دیئے کسی نے کہا آپ کو شہر بدر کر دینا چاہئے کوئی کہتا تھا کہ آپ کو زندہ جلا دیا جائے۔ بالآخر بات اسی پر ٹھہر گئی کہ آپ زندہ جلا دیئے جائیں۔ چنانچہ لکڑی جمع کیے جانے کا حکم دیا گیا جس کی تعمیل نمرود کی سلطنت کے ہر فرد و بشر نے کی۔ خدا معلوم کتنے ہزار من لکڑی اللہ کے اس ایک بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نذر آتش کرنے کیلئے اکٹھی کی گئی ہو گی کہ جس کا گناہ قوم کی نگاہ میں صرف یہ تھا کہ وہ اسے اپنے باپ دادا کے غلط راستوں سے ہٹا کر صرف ایک سیدھے راستے پر لگانا چاہتا تھا اور جس کا قصور فقط یہ تھا کہ وہ ہزاروں خداؤں کی بندگی سے نکال کر صرف ایک خدا کا بندہ بنانا چاہتا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ابھی آگ کے شعلے آپ کے مبارک بدن تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ آگ سرد پڑ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ و صحیح سلامت اس آزمائش سے نکل آئے۔ اس واقعہ کے بعد بعض آدمی تو ایمان لے آئے اور آپ کی نبوت کو قبول کر لیا۔ مگر اکثر نمرود کے خوف سے اپنا ایمان ظاہر نہ کر سکے منجملہ انہی ایمان لانے والوں کے لوط بن ہاران بھی تھے جو مع اپنی بہن سارہ علیہ السلام کے ایمان لائے۔

افسوس کہ جو لوگ ذوق سلیم سے محروم ہوتے ہیں وہ حق بات کو کسی طور پر بھی قبول

Marfat.com

کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے ہر چند نمرود نے آپؑ کی ذات میں آیات الٰہی کو دیکھا لیکن اسے ہرگز ایماندار نہ ہونا تھا اس لیے وہ ایمان نہ لایا۔ روضتہ الصفیا جلد اول صفحہ ۴۰ پر لکھا ہے کہ اس واقعہ سے تھوڑے دنوں بعد نمرود کی ناک میں ایک مچھر گھس گیا جس سے وہ چالیس روز سخت عذاب میں مبتلا رہ کر جہنم رسید ہوا

نقل مکانی واقعہ سے کچھ دنوں بعد آپ اپنے والد آزر۔ ناحور بن تارخ ملکا بنت ہاران، زوجہ ناحور لوط بن ہاران۔ لوط کی بہن سارہ اور اپنے مومنین کے ہمراہ سرزمین بابل سے ہجرت کر کے حران چلے آئے۔ حران سے متعلق مورخین کہتے ہیں کہ روئے ہستی پر یہی وہ پہلا شہر ہے جو طوفان نوح کے بعد آباد کیا گیا۔ یہاں پہنچ کر آپؑ نے حضرت سارہ سے نکاح کیا۔ بعض علمائے نسب کا خیال ہے کہ سارہ بادشاہ حران کی بیٹی تھیں۔ ان پر قوم کی عورتوں نے حضرت پر ایمان لانے کی وجہ سے طعنہ زنی کی تھی۔ حضرت نے اس خیال سے کہ سارہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے ان سے نکاح کر لیا۔ لیکن اکثر مورخین یہ کہتے ہیں کہ سارہ ہاران ابن ناحور کی بیٹی تھیں ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے۔ توراۃ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سارہ اور ملکہ بنت ہاران ابن ناحور دونوں سگی بہنیں تھیں۔ ملکہ کا عقد ناحور بن تارخ سے ہوا اور سارہ ابراہیم بن تارخ کے عقد میں آ گئیں۔

جب آپ پچھتر برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر حران چھوڑ کے کنعان چلے آئے پھر تھوڑے ہی دنوں بعد آپ بیت المقدس سے مصر آ گئے۔ اس وقت مصر کا فرعون سنان بن علوان قبطیوں کا بادشاہ تھا۔ خطبات احمدیہ میں لکھا ہے کہ یہی بادشاہ ضحاک کا بھائی تھا۔

اگرچہ آپ مصر آنے پر ایک ایسی جگہ ٹھہرے جہاں آپ کی حیثیت ایک اجنبی کی تھی تاہم حضرت سارہ کا حسن و جمال اس کی غمازی کر گیا اور بات رفتہ رفتہ فرعون مصر تک پہنچ گئی اور اس نے سارہ کو اپنے محل میں بدنیتی سے طلب کر لیا۔ مگر قدرت خدا کہ وہ سارہ بی بی کو چھونے سے پہلے ہی پتھر ایسا ہو گیا تب اس نے توبہ کی اور اپنی بیٹی ہاجرہ کو آپ

Marfat.com

کی خدمت میں پیش کیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ کنعان پھر تشریف لے آئے اور بیت المقدس باب حرون میں مستقل طور پر سکونت فرمائی۔ علامہ قطلانی نے شرح بخاری جلد چہارم صفحہ ۹۲ پر لکھا ہے کہ ہاجرہ بادشاہ مصر رقیون کی بیٹی تھیں اور یہ بادشاہ ملوک قبط سے تھا۔

بعض مورخین یہ واقعہ شاہ اردن کا بتلاتے ہیں جس کا فیما یا صدوف نام تھا۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ بادشاہ مصر ہی کا قصہ ہے۔ مصر سے لوٹنے کے بعد آپ نے حضرت ہاجرہ سے عقد کیا جب آپ چھیاسی برس کی عمر کے ہوئے تو بی بی ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمعیلؑ پیدا ہوئے جن سے آگے چل کر بارہ اولادیں ہوئیں اور پھر یہ اولادیں اپنے ہر بڑے سلسلہ کی ایک ایک رئیس کہلائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھ عقد کئے اور ان سے تیرہ بیٹے پیدا ہوئے۔ ان سب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام سب سے بڑے تھے حضرت اسماعیل ابھی کمسن ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنے بیٹے اسماعیل اور آپ کی والدہ بی بی ہاجرہ کو عرب لے اس بے آب و گیاہ میدان میں یکہ و تنہا چھوڑ آئیں کہ جہاں آج مکہ مکرمہ آباد ہے آپ اللہ تعالیٰ کا حکم پاتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور ماں بیٹا دونوں کو لے کر چل دیئے اور عرب کے اس ایک مقام پہ اکیلے چھوڑ کر چلے آئے۔ جہاں آدم نہ آدم زاد ظاہر ہے کہ ایسے مقام پہ کھانے پینے کو کیا شے مل سکتی ہے۔ ہر چند اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ اپنے لخت جگر اور رفیقہ حیات کو یکہ و تنہا بے آب گیاہ میدان میں چھوڑنے کو تو چھوڑ آئے۔ لیکن دل محبت اولاد سے بیتاب تھا لب پہ یہ دعا تھی اے پروردگار میں نے اپنی ایک اولاد ایک ایسے میدان میں بسائی ہے جہاں کھیتی نہیں، تیرے محترم گھر کے پاس، اے رب ہمارے تاکہ قائم رکھیں نماز کو۔ پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل رکھ اور ان کو روزی دے پھلوں سے شاید کہ وہ شکر کریں (قرآن حکیم) اب بی بی ہاجرہ اور کمسن حضرت اسماعیلؑ دونوں ماں بیٹے اکیلے رہ گئے حضرت اسماعیلؑ کو

پیاس نے ستایا تو بی بی دیوانہ وار پانی کی تلاش میں ادھر ادھر مضطربانہ دوڑیں۔ سات مرتبہ صفا سے مروہ اور مروہ سے کوہ صفا کی چوٹیوں پر آئیں گئیں کہ قدرت خدا جب اپنے شیرخوار بچے حضرت اسماعیل کے رونے کی آواز سن کر پلٹ آئیں اور اپنے بچے کے پاؤں کے قریب ہی ایک چشمہ پانی کا بہتے ہوئے پایا تو آپ نے دوڑ کر اپنے لخت جگر کو گلے سے لگا لیا اور پانی کے چاروں طرف ایک مینڈھی باندھ دیں۔ جتنا پانی اکٹھا ہوتا تھا اسے محفوظ کر لیتیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ماں بیٹا کی اس تکلیف کو یوں اپنی رحمت سے رفع کر دیا اب رہی تنہائی۔ بنی جرہم جو پانی کے نہ ملنے سے ادھر ادھر مارے مارے پھرتے تھے۔ اس مقام پر پانی اطلاع پا کر چلے آئے۔ اور یہیں پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جو مسبب الاسباب ہے اس طرح ان کی تنہائی کو دور کر کے اپنی رحمت سے ان کے جینے کا سامان پیدا کر دیا۔

بنی جرہم عرب کا ایک شریف قبیلہ تھا جو اصل میں یمن کا رہنے والا تھا۔ اس تنہائی کے عالم میں ایسے روح فرسا موقع پر اس قبیلے کا یہاں چلے آنا یوں معلوم ہوتا ہے کہ مشیت ایزدی نے حضرت بی بی ہاجرہ اور جناب اسماعیل کی پرورش و تربیت کا خود اہتمام کیا تھا چنانچہ جناب اسمٰعیل اسی قبیلے میں پل پس کر جوان ہوئے اور اسی قبیلے میں آپ کی شادی ہوئی۔

قربانی ایک مدت کے بعد جناب ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو دیکھنے کے لیے پھر آئے۔ محبت پدری نے جوش مارا اور چاہا کہ ان سے ہمیشہ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ دکھانا منظور تھا کہ سب سے زیادہ خدا کی محبت اس کے دوستوں کے دلوں میں ہوتی ہے۔ لہٰذا خواب میں حکم ہوا۔ اے ابراہیم اٹھ اور اللہ کی راہ میں قربانی دے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ خواب میں جناب ابراہیم علیہ السلام سے یہ معاملہ تین مرتبہ پیش آیا آپ نے پہلی اور دوسری بار اونٹوں کی قربانی دی مگر جب تیسری دفعہ پھر یہی بات پیش آئی اور آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ محض خواب نہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے دل میں یہ سوچ کر — کہ قربانی کسی عزیز سے عزیز تر شے کی دینی چاہیے چنانچہ اولاد سے زیادہ انسان کو

Marfat.com

اور کون سی چیز ہے جو عزیز از جان ہے پس آپ نے اپنے لخت جگر جناب اسماعیلؑ سے پوچھا اے
جانِ پدر میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں کہو تمہارا کیا ارادہ ہے؟ فرمانبردار
بیٹے نے جواب میں کہا حضور ابا جان میں حاضر ہوں۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے
چنانچہ باپ بیٹا دونوں گھر سے چل دیئے جناب ابراہیم اپنے لخت جگر کو منٰی کے مقام پر لے آئے
اور کنپٹی کے بل لٹا دیا تسلیم و رضا کے اس آخری مقام پہ بیٹے کی گردن پر چھری چلنے کو تھی
کہ وحی آگئی۔ اے ابراہیم تم نے واقعی خواب کے اشارے کو حقیقت سمجھ کر سچ مچ کر دکھایا۔
اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اس خواب سے قربانی
پسر کی تعبیر کیونکر نکالی اس کا مختصراً جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ ایسا تھا جس میں خدا کے نام پر انسان
کی قربانی دینے کا رواج عام تھا۔ اس کے زیر اثر جناب ابراہیم میں بھی انسانی قربانی کے
تقاضے کا پیدا ہونا کچھ بعید از قیاس بات نہیں اس آرزو کی شدت سے خواب کے اعادے
نے اگر آپؑ کی توجہ کو قربانی سے بیٹے کی قربانی کی تعبیر کی طرف پھیرا ہو تو کوئی تعجب کی بات
نہیں۔

توضیحات
تشکیک
هٰذَا رَبِّي (یہ ہے میرا رب)

سے متعلق ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ
شروع ہی سے معرفت حق نہیں رکھتے تھے بلکہ معرفت حق کے طالب
تھے۔ حتٰی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت کی راہ دکھائی۔ اور نبوت سے نوازا لیکن حقیقت میں
بات یہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے جن پاک بندوں کو منتخب کر لیتا ہے۔ وہ پہلے ہی سے
عارف خدا ہوتے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ھذا ربی کہنا اس بنا پر نہیں تھا۔ کہ
آپ اس وقت نہیں جانتے تھے کہ خدا کون ہے؟ آپ یقیناً معرفت الٰہی رکھتے تھے۔ جیسا کہ
نص قرانی سے واضح ہے۔ ولقد اتینا ابراھیم رشدہٗ من قبل وکنا بہ عالمین
اور ہم نے ابراہیمؑ کو اس کے جوان ہونے سے پہلے اس کے حصہ کی دانائی عطا فرمائی اور
ہم اس کا حال جانتے تھے کہ وہ نبوت کے لائق ہے ہذا ربی کہنا دراصل اپنی قوم کے زعم

باطل کو بالتدریج دور کرنے کی طرف دلالت کرتا ہے کہ اے میری قوم کے لوگو سمجھ لو کہ جو شئے تغیر پذیر ہے وہ حادث ہے اور جو چیز حادث ہے وہ قدیم نہیں اور جو قدیم نہیں اسے خدا نہیں کہا جا سکتا۔ مختصراً یہ کہ قول ہذا ربی کو استفہام انکاری سمجھنا چاہیئے نیز یہ ایک احتجاج بھی ہے کہ اے لوگو یہ ہے میرا رب جو کبھی نکل آتا ہے اور کبھی غائب ہو جاتا ہے! میں افلین (مٹ جانے والی چیزوں) کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ میں تو ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا سمجھتے ہو۔

کذب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بیان کہ آپ نے عمر بھر میں تین جھوٹ بولے اوّل یہ کہ آپ نے خود کو بیمار کہا حالانکہ وہ بیمار نہیں تھے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے بتوں کو توڑا تھا مگر کہا یہ کہ نہیں، بڑے بت نے بتوں کو توڑا ہو گا۔ تیسرے یہ کہ بادشاہ مصر رقیون کے ڈر سے جو لوگوں کی خوبصورت بیویوں کو چھین لیتا تھا۔ آپؑ نے بی بی سارہ کو بہن کہا۔ درحقیقت یہ ہمارے محدثین کی مہربانی ہے کہ انہوں نے تحقیق اور جستجو کرکے یہودیوں کا جو کذب و افترا ہاتھ لگا اپنے قلم سے لکھ دیا وہ پتھر کی لکیر ہوا اور نہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

قرآن حکیم نے جناب ابراہیمؑ کے بارے میں صاف لفظوں میں کہا۔ انہ کان صدیقاً نبیا یعنی وہ بڑا ہی سچا نبی تھا۔ بلا شبہ جناب ابراہیم علیہ السلام اللہ کے رسول تھے۔ آپؑ کی طرف کسی کذب کو منسوب کرنا عصمت انبیا کے قرآنی تصور کے منافی ہے۔

علم نجوم قرآن حکیم میں آتا ہے۔ فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم فتولوا عنہ مدبرین (الصافات) پس ابراہیمؑ نے ایک نگاہ اٹھا کر ستاروں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا کہ میں کچھ بیمار ہوں۔ پس وہ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔

دراصل "سقیم" کے معنی طبیعت کے راہ نہ دینے کے بھی ہیں۔ جو اس سلسلے میں بیزاری کے باعث بھی ممکن ہے اس سے مشرکین کے کوئی اور مطلب سمجھ لینے سے

Marfat.com

باہر نکل آیا۔ المختصر نمرود اپنے وزیروں امیروں کو ساتھ لے کر خود ہی دیکھنے کو گیا۔ وہ ایک بلند مکان پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے مزے سے خوش وخرم بیٹھے کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔ نمرود نے پکار کر کہا اے ابراہیمؑ تمہارا خدا واقعی بہت بڑا ہے جو تم میں اور آگ میں حائل ہو گیا۔ اے ابراہیمؑ کیا تم باہر آ سکتے ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں چنانچہ آپ باہر تشریف لے آئے۔ نمرود نے پوچھا یہ دوسرا آدمی کون تھا جو تم سے باتیں کر رہا تھا۔ آپؑ نے فرمایا فرشتہ تھا۔ نمرود نے کہا اے ابراہیمؑ تمہارے خدا کی کچھ نذر کروں گا۔ چنانچہ اس نے چالیس ہزار گائیں قربان کیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہاری یہ نذر تاوقتیکہ تم ایمان نہ لاؤ قبول نہیں ہو سکتی۔ نمرود نے کہا میں حکومت اور دولت وملک اور سپاہ نہیں چھوڑ سکتا۔ بعض قصوں میں ہے کہ نمرود ایمان لانے والا ہی تھا کہ اس کا وزیر ہامان بے سامان بول اٹھا۔ اے نمرود ابراہیم آتش پرست ہے اور آگ فرشتہ ہے۔ سو آگ نے محبت کی وجہ سے ابراہیمؑ کو بچا لیا۔ ابھی یہ بات مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ ایک چنگاری آگ سے نکلی اور ہامان بے سامان پر گر گئی کہ وہ اسی وقت جل کے خاکستر ہو گیا مگر جاتے جاتے فساد ڈال گیا اور اس کے کہنے سے نمرود ایمان نہ لایا مگر کچھ لوگ یہ سُن کر آتش پرست ہو گئے۔ بعض روایات میں یوں بھی آتا ہے کہ مسماۃ رغصہ بنت نمرود اپنے باپ کے ساتھ گئی تھی اس نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ حال دیکھا تو کہنے لگی کہ اب تو کیوں ایمان قبول نہیں کرتا۔ نمرود نے یہ سُن کر اسے جھڑک دیا۔ اس پر وہ اس سے علیحدہ ہو کر آپ پر ایمان لے آئی۔

گلزار ابراہیم یہ تو بات بالکل واضح ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ میں زندہ جلا دیے جانے کی سزا تجویز ہو چکی تھی۔ لیکن قوم اپنے اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اب سوال یہ قائم ہوتا ہے کہ قوم نمرود اپنے ارادے میں کس طرح ناکام ہوئی کیا جناب ابراہیم علیہ اس بھڑکائی ہوئی آگ میں پھینکے گئے اور آگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ

Marfat.com

سے جناب ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو گئی یا جناب ابراہیمؑ کو ابھی آگ میں پھینکے جانے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی کہ آپ وہاں سے کسی ترکیب یا حکمت سے اٹھ کر چل دیئے اور نمرود کے ملک سے نقل مکانی کر کے اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے بچ گئے اور اس طرح دشمنان ابراہیمؑ کے ارادوں پر پانی پھر گیا۔

اس واقعہ سے متعلق دو خیال پائے جاتے ہیں ایک مکتبہ فکر یانار کونی بردا وسلاما علےٰ ابراھیم سے حقیقت کی طرف استدلال کرتا ہے اور دوسرا مکتبہ خیال اسے آیہ قرآنی کو پیش کرتا ہے کہ قالوا ابنوا لہ بنیانا فالقوہ فی الجحیم لوگوں نے کہا بس کافی ہو چکی اس کے لیے ایک آتش خانہ بناؤ اور دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دو فارادو بہ کیدا فجعلنٰھم الاسفلین چنانچہ انہوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ہم نے ان کو نیچا دکھا کے ہی چھوڑا۔ فاراد وبہ کیدا سے محض یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے ابھی ارادہ کیا تھا کہ آپ کو زندہ جلا دیا جائے مگر آپ وہاں سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ چلے گئے اور اس طرح ان کے تمام ارادے خاک میں مل گئے۔

حضرت سارہ کو بیوی ہونے کے باوجود بہن کہنا۔ دراصل اس معاملہ کی ذمہ داری

ازالہ بھی ہم پر نہیں آتی یہ بیان تورات کا ہے چنانچہ لکھا ہے: "سو جب ابراہیمؑ مصر میں پہنچا۔ مصریوں نے اس کی عورت کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے اور فرعون کے امیروں نے بھی دیکھا اور فرعون کے حضور میں اس کی تعریف کی اور اس عورت کو فرعون کے گھر میں لے گئے اور اس نے اس کے سبب ابراہیم پر احسان کیا کہ اس کو بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بیل، گدھے، غلام اور لونڈی۔ گدھیاں اور اونٹ ملے۔ پر خداوند نے فرعون اور اس کے خاندان کو ابراہیمؑ کی جورو سری کے سبب بڑی مار ماری۔ تب فرعون نے ابراہیمؑ کو بلا کر کہا کہ تو نے مجھ سے کیا کیا؟ تو نے کیوں نہ کہا کہ یہ میری جورو ہے۔ تو نے کیوں کہا؟ کہ وہ میری بہن ہے یہاں تک میں نے اسے جورو بنانے کو لیا

Marfat.com

دیکھ یہ تیری جورو حاضر ہے اس کو لے اور چلا جا" اس بیان پر ہمارے محدثین کرام نے جو حاشیے چڑھائے ہیں وہ دیکھنے کے لائق ہیں۔

جہاں تک جناب سارہؑ کا آپؑ کی چچا زاد بہن ہونے کا تعلق ہے وہ بالکل صحیح ہے رہے وہ قصے جن کی بنیاد پر ہمارے محدثین نے غلطی سے اعتبار کر کے بیان کی توضیحات فرمائی ہیں مثلاً ایک بزرگ نے یوں توضیح کی ہے کہ جیسا کہ توراۃ میں لکھا ہے کہ جناب ابراہیمؑ نے بادشاہ کے خوف سے سارہ کو اپنی بہن کہا۔ اس لیے کہ بادشاہ کسی اجنبی کی بہن سے رجوع نہیں ہوتا وہ صرف اجنبیوں کی بیویوں کو چھین لیتا تھا عصمت بچانے کے لیے یہ جھوٹ دراصل انما المومنون اخوۃ کے قیاس پر تھا" یہ ہمارے محدثین کی اپنی غلطی ہے۔ اسلام کا کوئی نقص نہیں۔

احیاء آیہ کریمہ رب ارنی کیف تحی الموتی۔ اے رب مجھے دکھا تو کیسے مردہ کو زندہ کرتا ہے؟ حضرت ابراہیم نے یہ بات کیوں کہی؟ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت ابراہیم کا مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں تھا؟ اس سے متعلق ہمارے مفسرین اکرام نے جو تاویلات پیش کی ہیں وہ دلچسپی سے خالی نہیں شیخ اکبر کہتے ہیں کہ طریق احیا مختلف ہیں جیسے موجودات عالم میں بعض مخلوقات "کن فیکون" سے موجود ہوئی ہیں اور بعضوں کو ایک ہاتھ سے اور بعضوں کو "یدین" سے اور بعضوں کو ابتداً اور بعضوں کو اور مخلوقات کے سبب پیدا کر دیا جب اسی طرح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ احیائے خلق بعد از موت قسم دیگر ہے اور یہ بھی مختلف ہوگی پس درخواست کی کہ یہ کون سی قسم ہے؟

تفسیر تبیان میں ہے کہ جب نمرود نے ابراہیمؑ سے کہا ابراہیم اپنا رب دکھا۔ میں بھی دیکھوں آخر وہ کون ہے؟ جسے تو رب پکارتا ہے۔ آپ نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ الذی یحی ویمیت۔ نمرود نے کہا یہ کام تو میں بھی کر سکتا

Marfat.com

ہوں چنانچہ اس نے اسی وقت دو آدمی واجب القتل منگوائے ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو رہائی دی جب نمرود آپ کو یہ مارنا اور جلانا دکھا چکا تو آپ نے فرمایا یہ احیا ہرگز نہیں، اس پر نمرود کہنے لگا ابراہیم تم نے دیکھا ہے یا دکھا سکتے ہے۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد آپ نے اللہ سے دعا کی کہ مردے کو زندہ کر کے دکھا تا کہ مناظرے کے وقت اپنے مشاھدہ سے جواب دوں۔ تفسیر کبیر میں اس بیان کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس طرح کسی نبی کی امت معجزے کی محتاج ہوتی ہے اسی طرح پیغمبر بھی نزول ملک الوحی کے وقت معجزے کا مشتاق ہوتا ہے سو تعجب نہیں کہ وحی کے فرشتہ کے آنے وقت آپ نے معجزہ کی طلب کی ہو۔

تفسیر بصائر میں لکھا ہے کہ رتبہ ایمان اور شے ہے اور درجۂ ایقان اور چیز ہے آپ کو احیاء موتیٰ کا ایمان کامل تھا اب خواہش تھی کہ ایمان زیور ایقان سے بھی آراستہ ہو جائے لہذا آپ نے یہ سوال کر دیا۔

محمد اسحاق کا قول ہے کہ جب نمرود سے مناظرہ ہوا۔ اور اس نے مارنا اور جلانا دونوں کر کے دکھا دیا کہ اسے دیکھ کر اہل دربار قائل ہو گئے۔ تب آپؑ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ مجھے مُردوں کو زندہ کرنا دکھا تاکہ میں اہل دربار پر نمرود کے باطل جواب کو واضح کر سکوں۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں فرشتہ موت حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے اور کہا یا نبی اللہ آپ کو اللہ نے اپنا خلیل کیا اور اس بات کا ثبوت یہ ہے آپ مستجاب الدعوات ہو گئے اللہ تعالیٰ آپ کی دعا سے مردے کو زندہ کر دے گا تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے شوق سے التجا کی رب ارنی کیف تحی الموتیٰ۔

بعض عقلا کہتے ہیں کہ قوت وہمیہ، اشیائے غیر محسوسہ کے ادراک میں مقصر ہے، لیکن قوت عقلیہ البتہ اشیائے غیر محسوسہ کو سمجھ سکتی ہے اور اس وجہ سے جب عقل اور وہم میں تخالف ہوتا ہے تو انسان کی طبیعت مشوش و متردد ہو جاتی ہے اور دل مضطرب اور بے قرار ہو جاتا ہے

Marfat.com

آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال اس لیے کیا کہ قوت حساسہ احیا موتیٰ کے مشاہدے سے طبیعت کی تشویش کو دور کر دے اور دل میں اطمینان پیدا ہو جائے۔

بعض مفسرین یوں کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام بحر یہ طبریہ سے گزرے چلے جا رہے تھے کہ آپ نے ایک مردار دریا کے کنارے پڑا ہوا دیکھا کہ دریائی جانور اسے نوچ کر کھا رہے ہیں آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس مردار کے اجزاء مختلف جانوروں نے کھا لیے اب یہ مردار زندہ کیسے ہوگا؟ اپنے یقین کے لیے تب آپ نے فرمایا اے رب مجھے دکھا کہ تو کیسے مردے کو زندہ کرتا ہے؟

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت اسماعیل کے ذبح کرنے کا آپؑ کو حکم دیا اور آپ نے ذبح کیلئے قدم اٹھایا تب بے ساختہ زبان پر آگیا رب ارنی کیف تحی الموتیٰ اے رب مجھے مردہ کو زندہ کرنا دکھا۔ تاکہ میں جامع آیات حسیّ وعقلی ہو جاؤں۔

امام جمال الدین سباجی اپنے عشرت میں امام جعفر صادق سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل کی فرمایا کہ تیری اولاد میں ایک اولوالعزم ذی شان پیغمبر آخر الزمان پیدا ہوگا۔ نام اس کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کی برکت سے میری خلقت کی تاثیر بخوبی ظاہر ہوں گی۔ تب آپؑ نے کہا یا الٰہی وہ شخص کس زمانے میں ہوگا اور اس خلقت کی علامت ایجاد اور شان وقوع اس دولت عظمہ کا کیا ہے؟ حکم ہوا کہ جب تیری دعا سے مردے کو زندہ کروں تب سمجھ لینا کہ میں نے تجھے اپنا خلیل کیا چونکہ انتظار کے عرصے نے بہت طول کھینچا لہٰذا آپ کی زبان نیاز پر یہ آیت آگئی۔ رب ارنی کیف تحی الموتیٰ۔

فصول میں خواجہ حسن بصری سے نقل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صحف میں دیکھا کہ مرغان ہوا۔ فضائے جنت میں طیران کریں گے اور جنتی اس سے گوشت لے کر تناول کریں گے اور پھر وہ دوسری مرتبہ وہ ہڈیاں مجتمع لباس لحم میں ملبس ہو کر بال و پر دم اور سر سے مل کر پھر فضائے بہشت میں پرواز کریں گے۔ لہٰذا آپؑ نے اللہ تعالیٰ

سے درخواست کی کہ اس دنیا میں بھی میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مردے کو کیسے زندہ کرتا ہے۔

الغرض یہ ہے سنی تفاصیل اس بات کے جواب میں پیش کی گئی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب ارنی کیف تحی الموتیٰ کیوں کہا۔ اب ہمارے مفسرین زیر بحث سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ فخذ اربعۃ من الطیر الخ کے مطابق آپ نے چار جانوروں کو پکڑا۔ ان میں ایک بطہ۔ دوسرے کوا۔ تیسرے کبوتر۔ چوتھے خروس تھا۔ آپ نے ان کو ذبح کر کے اس ترتیب سے ایک پہاڑ پر ڈال دیا کہ ایک پر۔ ان کے سر۔ دوسرے پر ان کے پر تیسرے پر دھڑ اور چوتھے پر ان کے پیر کاٹ کے رکھ دیئے پھر اس کے بعد آپ ایک پہاڑ کے درمیان کھڑے ہو گئے اور ایک ایک کو پکارنے لگے اس پر سر اٹھکر ہوا میں کھڑا ہوا۔ پھر دھڑ چلا اور پیر لگے پھر پاؤں اور وہ دوڑتا ہوا چلا آیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے چاروں پرندے آ گئے۔ بعض محققین یوں کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے جانوروں کو ذبح کیا ان کے سرے ہاتھ میں پکڑ لیے اور بدن کے دیگر اجزا کو قیمہ کر کے ان کے چاروں حصے کیے پھر ہر حصہ کو ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا اور آواز دی اے فلاں مرغ آؤ اپنے سر کی طرف پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے چاروں جانور باری باری آئے اور از سر نو صحیح و سالم جڑنے گئے۔

مفسرین کے مذکورہ بالا متضاد بیانات کے دکھلانے سے ہمارا مقصد تفصیل میں جانا ہرگز نہیں بلکہ مقصود کہنے کا یہ ہے۔ ہر وہ غلط سلط بات جو معجزے کے نام سے یہ کہہ کر پیش کی جائے کہ معجزہ نام ہی خلاف عقل بات کے ہو جانے کا ہے لازم نہیں کہ تسلیم کیا جائے اور خیال کیا جائے کہ ضرور ایسا ہی ہوا ہو گا۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ ہم نے ہر خلاف عقل بات کو معجزے کا نام دے کر اسرائیلیات کو ہمارے دینی عقائد میں زیادہ سے زیادہ راہ پانے کا موقع بہم پہنچایا ہے۔

قرآن حکیم جو انسان کو عقل و فہم اور غور و فکر کرنے کی زندگی کی راہ میں قدم قدم پر دعوت دیتا ہے۔ اس قصے کو یوں بیان کرتا ہے۔ قال فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک

Marfat.com

ثم اجعل علی کل جبل منهن جزءً ثم ادعهن یاتینک سعیا۔ واعلم ان اللہ عزیز حکیم۔ (۲: ۲۶۰) کہا پرندوں میں سے چار جانور پکڑ لو اور انہیں پاس رکھ کر اپنے ساتھ مانوس کر لو، پھر ان میں سے ہر جانور کو ایک ایک پہاڑ پر بٹھادو اور پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف اڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔ اللہ سب پر غالب اور اپنے امور میں حکمت رکھنے والا ہے۔ پرندوں کو ٹکڑے کر ذبح کرنا معلوم نہیں کس لفظ کے معنی لیے گئے ہیں کہ جیسے ہمارے مفسرین عظام اسرائیلیاتی تتبع میں کہیں سے کہیں لے اڑے اور اس کے متعلق اتنے افسانے بناڈالے کہ حیرت ہوتی ہے۔

ایک نبی کو پردۂ غیب سے تعلیم پانے کے سبب نبی کہلاتا ہے۔ غیب پر ایمان ویقین رکھنا جس کی نبوت کا خاصہ ہے کیا مشاہدہ کا طالب ہو سکتا ہے؟ کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ اے اللہ مجھے مشاہدہ کی بدولت ایمان وایقان عطا کر۔ پیغمبر اپنی قوم کے لیے ایک نمونہ ہوا کرتا ہے اگر اس کے کسی فعل میں ذرا سی بھی لغزش آجائے تو ساری قوم گمراہ ہو سکتی ہے؟

ہر چند پیغمبر باوجود انسان کے باطن سے بے خبر ہونے کے کسی حال میں بھی مایوس نہیں ہوتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ خود یہ ظاہر نہ کر دے کہ فلاں شخص ایمان نہیں لانے گا۔ وہ برابر کوشش کیے جاتا ہے لیکن کبھی کبھی حالت اس کے برعکس بھی پیش آجاتی اور پیغمبر کسی قوم کی سرکشی وتمرد کو دیکھ کر مایوس ہو جاتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ یہ قوم اب سیدھی راہ پر نہیں آنے کی چنانچہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ آپ نے قوم کی سخت سرکشی اور تمرد کو دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ یہ قوم جو مردہ ہو چکی ہے جس میں قطعاً کوئی زندگی (شعور) کی علامت نظر نہیں آتی کیونکر زندہ ہوگی؟ یعنی کیونکر حق کو قبول کرے گی۔ اس فیصلے کا سبب ظاہر ہے پیغمبر انسانوں کے دلوں کا حال نہیں جانتا وہ ظاہر کو دیکھ کر ہی کوئی رائے قائم کرتا ہے۔

Marfat.com

حاصل کلام یہ ہے کہ خسان نبوت ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ انبیاء ہر لمحہ اسی کے اشاروں پہ چلتے ہیں اور اس کی نگاہوں میں رہتے ہیں وہ جن کو بار نبوت سونپتا ہے ان کے حال سے خوب واقف ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔ واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ' - اور اللہ خوب جانتا ہے۔ کہ اپنی رسالت کا بوجھ کس پہ ڈالے۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ نبی کو پردہ غیب سے قدرت کاملہ علم عطا کرتی ہے۔ بدیں صورت نبی کی ذات میں تشکیک کا پیدا ہونا اور اس بات کے مشاہدہ کا طالب ہونا کہ حیات بعد از موت کیونکر ممکن ہے۔ نبی کی شان کے خلاف ہے یہ بات ایک نبی ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ اگر غیب کے معاملے میں نبی کا یہ حال ہو تو پھر دوسروں کا تو ذکر ہی کیا؟ اور کیا خدا سے باغی نبی کی دعوت پر یہ نہ کہتے تھے کہ اے نبی ہونے کے فلاں دعوے دار کیا تو نے خدا کو دیکھا ہے؟ اگر دیکھا ہے اور جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اگر وہ ہے تو لا ہمیں بھی دکھا۔ کیا نمرود نے یہی مطالبہ نہیں کیا تھا کہ جا اپنے خدا کو لے آ میں بھی تو دیکھوں کہ آخر وہ تیرا خدا ہے کون؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا جواب دیا ربی الذی یحیی ویمیت میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے سوچنے کی بات ہے کہ نبی نے کیا یہ بات یونہی کہہ دی تھی۔ جب ایک انسان کا اپنا دل کسی بات سے متعلق اندر سے مطمئن نہیں تو کیا وہ اسی بات کو دوسروں سے منوانے کی توقع رکھ سکتا ہے پھر نبوت کی تو بات ہی اور ہے نبی یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ مجھے غیب کے فلاں امر پر ایمان تو ہے ایقان نہیں۔ یہ ایمان و ایقان کہ الگ الگ چیزیں بیان کی گئی ہیں فقط ایک کٹ حجتی ہے ورنہ ایمان و ایقان ایک ہی چیز کے دو علیحدہ علیحدہ نام ہیں۔ درحقیقت اگر فصرھن کے کلمہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن حکیم کی دیگر تمثیلات کی طرح یہ بھی ایک تمثیل ہے۔ سچ مچ واقعہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پیغمبر کی بایں جانب توجہ دلائی ہے کہ جانور بے زبان و بے سمجھ

Marfat.com

ہیں ـ سعی و کوشش سے مقصد پہ آپہنچتے ہیں ـ تو کیا ایک انسان جو صاحب نطق و فہم و شعور ہے جدوجہد کیے جانے سے مقصود پہ نہ پہنچ سکے گا ـ اور ہدایت حق کو قبول نہ کرے گا ـ قرآن حکیم نے بیشتر جگہوں پر کفر و ضلالت کو روحانی موت اور ایمان و ایقان کو حقیقی زندگی سے تعبیر کیا ہے چنانچہ ابومسلم اصفہانی کا یہ قول کہ اکثر حضرات مفسرین اس تمثیل کو ظاہر پہ قیاس کر کے واقعہ سمجھ بیٹھے بالکل صحیح ہے ـ

ملخصات آیاتِ قرآن حکیم جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کہا ـ کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے میں تو تجھے اور تیری قوم دونوں کو کھلا گمراہ سمجھتا ہوں اور اس طرح ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمان اور زمین کی بڑی چیزیں دکھاتے ہیں تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائے، جب رات کی تاریکی اس پہ چھا گئی ـ اس نے ایک تارہ دیکھا اور کہنے لگا یہ ہے میرا رب، جب وہ تارہ ڈوب گیا تو کہنے لگا میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا ـ پھر جب چاند کو دیکھا جگمگاتا ہوا کہنے لگا یہ ہے میرا رب، جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگا اگر میرا رب مجھ کو راہ پہ نہ لگاتا تو میں بھی یقیناً گمراہ ہو جاتا ـ پھر جب سورج کو دیکھا بہت چمکتا ہوا تو کہنے لگا یہ ہے میرا رب! جو سب سے بڑا ہے پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگا بھائیو میں تو ان چیزوں سے بیزار ہوں جنھیں تم خدا کا شریک مانتے ہو، میں نے تو ایک ہی کا ہو کر منہ اس کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرک نہیں ہوں اور اس کی قوم اس سے بحثنے لگی ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا تم اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو وہ تو مجھے راہ پہ لگا چکا اور جنھیں تم اس کا شریک سمجھتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا (سورہ الانعام) قرآن حکیم

اور اے پیغمبر قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کر وہ بڑا سچا پیغمبر تھا جب اس نے اپنے باپ سے کہا باوا تو اسے کیوں پوجتا ہے جو سنتا ہے نہ دیکھتا اور نہ تیرے کچھ کام ہی آسکتا ہے ـ باوا مجھے وہ علم آچکا ہے جو تجھے نہیں آیا ـ تو میرے کہنے پہ چل میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں گا ـ باوا شیطان کی پوجا مت کر کیونکہ شیطان خدا کا مخالف ہے ـ باوا میں ڈرتا ہوں کہیں خدا کی

طرف سے تجھے کوئی عذاب نہ لگ جائے، پھر تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔ (اس کا باپ غصے سے کہنے لگا) ابراہیمؑ کیا تو میرے خداؤں سے الگ ہونے والا ہے۔ اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ اور جا ایک عرصے تک الگ رہ۔ ابراہیمؑ نے کہا تو سلامت رہ میں اب تیرے لیے اپنے مالک سے بخشش چاہوں گا۔ کیونکہ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے اور میں تم سے اور جنھیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو ان سے الگ رہوں گا۔ سورہ مریم۔ قرآن حکیم

اور ابراہیمؑ نے جو اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا مانگی تھی۔ تو کچھ نہیں مگر ایک وعدے کی وجہ سے جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا۔ پھر جب ابراہیمؑ پر یہ کھل گیا کہ اس کا باپ خدا کا دشمن ہے تو اس سے الگ ہو گیا۔ بلاشبہ ابراہیمؑ بڑا نرم دل اور بردبار تھا۔ سورہ توبہ۔ قرآن حکیم

اسلاف پرستی اور ہم نے ابراہیمؑ کو اس کے جوان ہونے سے پہلے اس کے (حصہ کی) دانائی عطا فرمائی اور ہم اس کا حال جانتے تھے کہ وہ نبوت کے لائق ہے جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیں جنھیں تم پوجتے ہو کیا چیز ہیں؟ کہنے لگے ہم نے تو اپنے باپ دادا کو انہی کی پوجا کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔ وہ کہنے لگے کیا تو یہ بات ہم سے سچ مچ کہہ رہا ہے یا مذاق کر رہا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا تمہارا خدا وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ان کا رب ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہی ایک خدا تمہارا خدا ہے اور خدا کی قسم جب تم پیٹھ موڑ کر چل دو گے تو میں تمہارے بتوں کا ضرور ایک علاج کروں گا۔ پھر ابراہیمؑ نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مگر ان کے بڑے بت کو چھوڑ دیا اس لیے کہ وہ ان کی طرف رجوع کریں۔ کہنے لگے ہمارے خداؤں کے ساتھ کس نے یہ سلوک کیا ہے۔ بے شک وہ بڑا ظالم ہے۔ ان سے ایک نے کہا ہم نے ایک نوجوان سے جسے ابراہیمؑ کہتے ہیں یہ کہتے سنا تھا کہ میں تمہارے خداؤں کی ضرور خبر لوں گا۔ کہنے لگے اگر ایسا ہے تو اس نوجوان کو سب کے سامنے لاؤ تاکہ لوگ اس کا بیان سنیں اور گواہ ہو جائیں انھوں نے پوچھا ابراہیمؑ کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا نہیں یہ

Marfat.com

کام ان میں ان کے بڑے بُت نے کیا ہے۔ اگر وہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔ آخر وہ لوگ اپنے دلوں میں کچھ سوچے اور آپس میں کہنے لگے تم خود ظالم ہو پھر اپنے سروں پر اوندھے ہو گئے۔ کہنے لگے تو جانتا ہے کہ یہ بات نہیں کرتے پھر ان سے کیا پوچھیں؟ تب ابراہیمؑ نے کہا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو تمہارا کچھ بگاڑ سکتی ہیں نہ سنوار سکتی ہیں تف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

آزمائش کہنے لگے اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو ابراہیمؑ کو جلا ڈالو اور اپنے خداؤں کی حمایت کرو ہم نے کہا اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا۔ اور انہوں نے ابراہیمؑ اور ان کے بھتیجے (لوط کو ستانا چاہا۔ ہم نے انہی کو تباہ کیا اور ہم نے ابراہیم اور لوطؑ کو نجات دے کر اس سرزمین میں پہنچایا جہاں ہم نے تمام عالم کے لیے برکت رکھی ہے اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو اسحاقؑ دیا اور یعقوبؑ اسب کو نیک بخت کیا اور ہم نے ان رچاروں کو پیشوا بنایا۔ اور ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے اور نماز درستی سے ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی بھیجی۔ اور وہ خاص ہمارے پرستش کرنے والے تھے۔

(الانبیاء۔ قرآن حکیم)

اے کتاب والو ابراہیمؑ کے باب میں کیوں جھگڑتے ہو اور توریت (جس سے یہود کی ابتدا ہے۔) اور انجیل (کہ جس سے نصاریٰ کی ابتدا ہے) دونوں ابراہیمؑ کے بعد اتریں۔ کیا تمہیں عقل نہیں۔ لوگو تم نے ان باتوں سے متعلق جھگڑا کیا جن کا تمہیں کچھ علم نہیں تھا۔ اب ان امور سے متعلق کیوں جھگڑتے ہو جنہیں تم بالکل نہیں جانتے ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھا نہ نصرانی بلکہ وہ تو ایک پکا مسلمان (موحد) تھا۔ اور مشرک نہ تھا۔ آل عمران۔ قرآن حکیم

مسلمانو۔ تمہیں ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں کی اتباع کرنی چاہیئے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا ہم تم سے اور جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو ان سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ ہم تمہارے مذہب کو نہیں مانتے اور ہم میں اور تم میں کھلم کھلا ہمیشہ عداوت

Marfat.com

اور دشمنی رہے گی جب تک تم ایک اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ گے ۔ مگر ہاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے لیے خدا سے بخشش مانگوں گا ۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تیری بھلائی کا کوئی اختیار نہیں رکھتا (الممتحنہ قرآن حکیم)

مسلمانو تم میں جو کوئی اللہ اور آخرت پر امید رکھتا ہوا سے ان لوگوں کی اچھی خصلت کی اتباع کرنی چاہیئے اور جو کوئی ان سے منہ پھیرے تو اللہ بے پروا ہے خوبیوں والا ہے یہ مضمون اگلی کتابوں میں یعنی ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ ؑ کے صحیفوں میں بھی موجود ہے الاعلیٰ قرآن مجید

تتمۃ الکلام سبائک الذھب اور کامل ابن اثیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر دو سو برس بیان کی گئی ہے بعض نے لکھا ہے کہ آپ ایک ایک سو برس جئے بہرکیف آپ نے اس دنیا میں ایک طویل عرصے تک قیام کیا ۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام سے دو ہزار دو سو بیالیس ۲۲۴۲ برس بعد پیدا ہوئے ۔ اس اعتبار سے کہ آپ کا زمانہ بعثت حضرت ہودؑ و صالح علیہما السلام کے بعد آتا ہے ۔ اور آپ کے بعد جتنے رسول و نبی دنیا میں آئے سب کے سب آپ ہی کی نسل سے تھے اس لیے آپ تاریخ الانبیاء میں ابوالانبیاء کہلاتے ہیں ۔

ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحائف کی تعداد بیس ایک بیان کی گئی ہے علاوہ ازیں کچھ ایجادات بھی ہیں جو آپ سے منسوب ہیں ۔ ۱ ۔ ختنہ ۔ استنجا ۔ مسواک ۔ ناک کو پانی سے پاک صاف کرنا ۔ مصافحہ اور معانقہ کے آپ ہی موجد ہیں ۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی وہ شخص ہیں کہ ننانوے برس کی عمر میں آپ نے اپنا ختنہ کرایا ۔ سب سے پہلے آپ ہی نے پاجامہ بنایا ۔ اور سب سے پہلے آپ ہی نے بحکم ربانی اپنی جائے پیدائش کو چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کی نیز مؤرخوں نے لکھا ہے کہ دنیا میں رسم مہمانداری اول آپ ہی نے رائج کی ۔

درس حیات ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

Marfat.com

کو سامنے رکھا یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل کیا واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا۔ اور تسلیم و رضا کی منزل میں ہر موقع پر ہر قربانی کے لیے مستعد ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا انعام کیا اور آپ کو اپنے تمام بندوں کا پیشوا بنایا انی جاعلک للناس اماما۔

آپ نہایت رحم دل، ملنسار مہمان نواز اور خلیق تھے۔ سرزمین شام میں ایک سو پچھتر برس کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے آپ کے بقیہ حالات آئندہ صفحات میں آئیں گے۔

لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام قوم سدوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ آپ ابوالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ فلسطین کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے آپ نبی نہیں بنائے گئے تھے۔

قوم سدوم کی طرف آپ کی رسالت سے پہلے بھی بہت سے پیغمبران توحید پیغام ہدایت لے کر آئے تھے۔ مگر سدومیوں نے تمام رسولوں کی تکذیب کی اور ایمان نہیں لائے۔

قوم سدوم میں کفر و شرک کے علاوہ سب سے بڑی شرمناک فحاشی نوخیز لڑکوں سے جنسی تسکین حاصل کرنا تھا یہ بدبخت عورتوں کی بجائے حسین لڑکوں کی طرف مائل تھے۔ قرآن حکیم میں آتا ہے ولوطا اذ قال لقومه انكم لتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العالمين۔ ائنكم لتاتون الرجال وتقطعون السبيل وتاتون فى ناديكم المنكر۔ اور لوطؑ کا واقعہ یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے کہا تھا کیا تم ایسی بےحیائی کا کام پسند کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا تم مردوں پر مائل ہوتے ہو رہزنی کرتے ہو اور مجلسوں میں علانیہ برائیوں کا ارتکاب کرتے ہو تم پر افسوس ہے۔

قوم نے جواب میں کہا اے لوط اگر تو اپنے وعظ و نصیحت سے باز نہ آیا تو سن لے ہم تجھے یہاں سے نکال دیں گے لوط نے یہ دھمکی سن کر کہا میں تم سے نفرت کرتا ہوں

Marfat.com

اور تمہارے اس دھمکانے سے میری تم سے نفرت اور بڑھ گئی۔ کم نہیں ہوئی۔

جناب لوطؑ قوم سدوم کے ملک میں نووارد تھے ہر چند قوم سدوم نے ان کے یہاں رہنے سہنے پر تعرض نہیں کیا لیکن ان پر یہ پابندی ضرور لگا دی تھی کہ تمہارے پاس ہمارے ملک میں کوئی اجنبی نہ آنے پائے۔

جب مہلت کا زمانہ ختم ہونے کو آیا اور قوم سدوم نے آپ کی ہدایت کو ٹھکرا دیا تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کی گرفت کے لیے حرکت میں آ گیا۔

ایک روز جب دو مہمان آپ کے پاس آئے تو آپ نے کہا کہ تم تو کسی اجنبی قبیلے کے آدمی دکھائی دیتے ہو اور یہ لوگ اس معاملہ میں مجھ پر بہت سخت ہیں۔ مہمانوں نے جناب لوط کا بڑھتا ہوا اضطراب دیکھ کر کہا۔ اے لوط ہم تمہارے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے آئے ہیں تم نہ گھبراؤ یہ لوگ تم پر قابو نہ پا سکیں گے۔ اور ہاں دیکھو تمہاری بیوی تمہارا ساتھ دینے والی نہیں وہ پیچھے رہ جائے گی۔ جو کچھ ان لوگوں پر گذرنا ہے اس پر بھی گذرے گا۔ اور ان لوگوں کے لیے عذاب کا وقت صبح کا ہے اور صبح ہونے میں کچھ دیر نہیں۔

قرآن حکیم میں ہے: "غرض کہ سورج نکلتے نکلتے ایک ہولناک آواز نے انہیں آ دبوچا پس ہم نے وہ بستی زیروزبر کر ڈالی۔ اور پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی ان پہ بارش کی بلاشبہ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے بڑی ہی نشانیاں ہیں جو پہچان رکھنے والے ہیں اور یہ بستی ایسے راستے پر واقع ہے جہاں آنے جانے کا ہنوز سلسلہ قائم ہے بلاشبہ اس میں ایمان رکھنے والوں کے لیے بڑی ہی نشانی ہے۔

قرآن حکیم میں قوم سدوم و عمارہ کی جن بستیوں کا ذکر آتا ہے وہ بحر میت کے قریب وجوار کی بستیاں ہیں۔

ہم جنسی قوم لوطؑ کی مناسبت سے اغلام بازی کے فعل قبیح کو لواطت کہنا سراسر پیغمبر کی

Marfat.com

شان میں گستاخی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اسے لواطت کی بجائے سدامت یا سدومت کہا جائے کیونکہ سدوم کی لفظی رعایت کے پیش نظر اس غیر فطری فعل کا نام سدومت یا سدامت نہایت موزوں ہے انگریزی میں اسے SODOM کہتے ہیں جو SADOM سے لیا گیا ہے۔

حضرت اسماعیلؑ معالم التنزیل میں علامہ بغوی نے لکھا ہے کہ اسماعیل کا لفظ اسمع یا ایل سے مل کر بنا ہے جس کے معنی ہیں۔ اے اللہ قبول کر۔ عبرانی میں یہ لفظ یشمعیل کے املا سے آتا ہے۔ دراصل یہ ایک دعا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی خواہش میں بڑی بڑی آرزوؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی چنانچہ آپؑ چھیاسی برس کے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ کو حضرت اسماعیلؑ عطا فرمائے۔ ظاہر ہے کہ بڑھاپے میں اولاد کی صورت دیکھنا اور وہ بھی بڑی تمناؤں اور آرزوؤں کے ساتھ ایک بوڑھے باپ کے لیے کتنی دلی مسرت کا باعث ہوتا ہے چنانچہ آپ اور آپ کے دوست و دشمن غرض ہر کسی نے جناب اسماعیلؑ کی پیدائش پر نہایت مسرت محسوس کی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کی ابھی ایک اور آزمائش منظور تھی۔ ارشاد ہوا اے ابراہیمؑ جاؤ اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل کو مع ان کی والدہ بی بی ہاجرہ کے ریگستان عرب کے اس بے آب و گیاہ مقام پر یکہ و تنہا چھوڑ آؤ کہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت کا نشان بن کر آج مکہ کے نام سے آباد ہے۔

اسمائے مکہ تشویق الحرمین میں لکھا ہے مکہ کے چودہ نام ہیں جن میں سے آٹھ نام قرآن مجید میں بھی آئے ہیں اول مکہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سرزمین سے متعلق حضرت ابراہیمؑ نے دعائے خیر و برکت کی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور اسے خیرات و حسنات و برکات کا باعث بنا دیا۔ مکہ کے لغوی معنی۔ زائل کرنے پستان سے دودھ پینے۔

اور پانی کے کم ہونے کے آتے ہیں مکہ کے تاریخی و جغرافیائی حالات کے پیش نظر تینوں معنوی مناسبتوں کے اعتبار سے یہ نام خوب ہے بعض لوگ اسے ماہ گاہ کا بھی مخفف قرار دیتے ہیں۔

دوسرے بکہ۔ لغت میں مکہ کے معنی توڑنے والے کے آتے ہیں نیز مشہور ہے کہ لفظ مکہ اور بکہ دونوں قریب المخرج ہیں۔ جیسے لازم سے لازب یا آثم سے آثب اور کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں لفظ واحد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ مکہ سے زمین خانہ کعبہ اور حوالی مسجد الحرام کے معنی لئے جاتے ہیں بعضوں کا خیال ہے کہ مکہ اسی مقام کا نام ہے کہ جس پر کعبہ واقع ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر جدید کی سے تو یہاں سے ایک پتھر نکلا تھا جس پر لفظ بکہ تحریر تھا لہٰذا یہی نام رکھ دیا گیا۔

تیسرے بلد۔ چوتھے امین۔ پانچویں قریہ آمنہ۔ چھٹے قریہ مطمئنہ۔ ساتویں ام القریٰ۔ آٹھویں بلدۃ الحرام۔ نویں صلاح۔ مثل قطام۔ دسویں باسہ۔ گیارہویں حاطمہ۔ بارہویں کوثا۔ تیرہویں کوسما۔ چودھویں ام الرحم۔ مؤخر الذکر چھ نام مختلف تفاسیر و تواریخ میں آتے ہیں۔

حضرت اسماعیلؑ ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ ہیں۔ آپ حضور سے کم و بیش دو ہزار سات سو برس پہلے پیدا ہوئے آپ تیس برس کے تھے اور آپ کے والد محترم جناب ابراہیم علیہ السلام غالباً ایک سو تینتیس برس کے تھے کہ دونوں باپ بیٹا نے مل کر اللہ تعالیٰ کے گھر کو تعمیر کیا۔ حضرت ابراہیمؑ شاید سریانی بولتے تھے اور حضرت اسماعیل کہ مکے میں رہتے تھے عربی زبان میں بات کرتے تھے۔ مگر باپ بیٹا دونوں آپس کی باتیں سمجھ لیتے تھے۔ چنانچہ کام کی تقسیم یوں کی کہ جناب اسماعیلؑ اینٹیں لاتے اور حضرت ابراہیم جڑائی کا کام کرتے جاتے یہاں تک کہ دیواریں کھڑی کر دیں۔ روایت ہے کہ دیواریں جب ذرا اونچی ہوئیں اور زینہ کی ضرورت پڑی تو آپ ایک پتھر پہ کھڑے ہو کر کام کرنے لگے۔ اس مقام کو جہاں پہ آپ اونچے ہو کر کھڑے تھے مقام ابراہیمؑ کہتے ہیں۔ جب خانہ کعبہ مکمل ہونے کو آیا تو آپ نے حضرت اسماعیلؑ سے فرمایا کہ ایک پتھر کا ٹکڑا لاؤ جسے بطور نشان کے نصب کر دیا جائے چنانچہ

حضرت اسمٰعیلؑ ایک کالے پتھر کا ٹکڑا تلاش کر کے لائے جسے حجر اسود کہا جاتا ہے اور وہ حضرت ابراہیم کو دیا آپ نے یہ ٹکڑا بطور امتیاز و نشان کے نصب کر دیا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر سے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ سے لے کر ہمارے حضورؐ تک دس مرتبہ تعمیر جدید کی گئی لیکن یہ ظنی و قیاسی ہے ہاں چار مرتبہ تجدید تعمیر تاریخی طور پر ثابت ہے۔

چنانچہ پہلی مرتبہ جناب ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہما السلام نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔ دوسری مرتبہ عمالقہ اور بنی جرہم نے تیسری مرتبہ قصی ابن کلاب اور چوتھی مرتبہ قریش مکہ نے حضورؐ کے زمانے میں خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ جوان ہوئے تو قبیلہ بنی جرہم میں کہ جس میں آپ رہ کر پلے پسے جوان ہوئے آپ کی شادی ایک سعادت مند لڑکی سے کر دی گئی۔ مورخین اسلام اور اہل تورات دونوں نے لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل نے اپنے بعد بنی جرہم میں بارہ بیٹے چھوڑے جن کے نام یہ ہیں۔ نیبارا۔ ادبیل۔ بسام۔ شمع۔ ذوما۔ مسا۔ حرا۔ بطور۔ نافس اور قدما اور بنا یوت اور قیما۔ انہی سے آپکا سلسلہ نسل چلا جو عرب کے بڑے بڑے قبیلے اور گروہوں کی شکل اختیار کر گیا۔ آگے چل کر اولاد اسماعیل میں سب سے زیادہ ممتاز شخص قصی بن کلاب ملقب بقریش ہوئے کہ جن سے قبیلہ قریش ممتاز ہوا۔ قصی بن کلاب وہی شخص ہیں جنہوں نے عمالقہ اور بنی جرہم کے بعد خانہ کعبہ کی پھر سے تعمیر کی اور اسے ایسا مضبوط اور مستحکم بنایا کہ اس سے پہلے نہیں بنایا گیا تھا۔ قصی ابن کلاب نے لکڑیوں سے خانہ کعبہ کی چھت بنائی تھی۔ اور کسی قدر بیت اللہ کی عمارت کو وسیع بھی کیا تھا۔

ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۵۶ پر لکھا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی باسمہ نام ایک صاحبزادی بھی تھیں جن کا عقد عیصو ابن اسحاق سے ہوا۔ ان کے لطن سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے ایک بیٹے کا نام روم تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہی وہ روم ہے جس کی نسل سے تمام سلاطین روم پیدا ہوئے۔

جب کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باآواز بلند فرمایا۔ یا ایہا الناس

ان اللہ قد بنا لکم بیتا دعا کم الی حجہ فاجیبوہ۔ اے لوگو بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک گھر بنا دیا اور اب تمہیں اس کے حج اور اس کی زیارت کے لیے بلاتا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں اوقاتِ نماز تو مقرر ہو ہی چکے تھے اب اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد میں حج کو فرض کر دیا چنانچہ آپ کے مومنین مکہ مکرمہ آتے اور حج کرتے تھے۔

جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں بتا چکے ہیں کہ اولاد اسماعیل میں قصی ابن کلاب ملقب بقریش ایک ممتاز شخصیت تھے۔ آپ نہایت بہادر و شجاع۔ سخی و فیاض اور عاقل تھے۔ آپ نے بڑی شہرت اور ناموری حاصل کی۔ آپ نے مکہ معظمہ میں باقاعدہ ایک سلطنت کی داغ بیل ڈالی اور بہت سے دفاعی و تعمیری کام کئے اور دستور کے مطابق مکہ معظمہ کی متولیت بھی اب آپ ہی کے ہاتھ میں آگئی۔ اس سے خاندان قریش کی عظمت عرب میں دیگر تمام قبائل سے ممتاز و مسلم ہو گئی۔

ذبیح اللہ

یہودیوں نے اپنی خباثتِ نفس سے مجبور ہو کر حضرت اسماعیلؑ کو حضرت اسحاق علیہ السلام سے ہمیشہ گھٹا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ ناکام رہی ہے۔ انہی کوششوں میں سے ایک واقعہ قربانی کا ہے۔ جس میں یہودیوں کا ناکام دعویٰ ہے۔ کہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نہیں۔ بلکہ حضرت اسحاق ہیں اور اس خیال کو انہوں نے یہاں تک پھیلایا کہ اسے بعض علمائے اسلام نے بھی قبول کر لیا۔

علامہ خلدون و علامہ طبری ہر چند کہ دونوں بڑے پائے کے بزرگ ہیں لیکن خدا معلوم کیونکر ٹھوکر کھا گئے دونوں کا خیال ہے کہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نہیں۔ خلدون کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں علمائے اسلام تو ایک طرف خود صحابہ کرام میں بھی اختلاف تھا چنانچہ وہ جہاں اور بہت سے اصحاب رسول کا نام لیتے ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام کا کا مبارک نام بھی تائید میں پیش کرتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ یہ قول ہرگز جناب امیر المومنین

Marfat.com

علی کرم اللہ وجہہ کا نہیں ہو سکتا کہ حضرت اسحاق ذبیح اللہ ہیں۔ جناب رسالت مآب کا یہ ارشاد کہ انا ابن الذبیحین کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں اول حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دوم اپنے والد محترم حضرت عبداللہ کا۔ خلدون کہتے ہیں کہ یہ حدیث قدسی اس دعویٰ کو پورے طور پر ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ عام طور پر فخر و مباہات کی راہ سے چچا کو بھی پدر گرامی کہہ دیا کرتے ہیں۔ نیز خلدون کا خیال ہے کہ یہ دلیل بھی قبول کرنے کے لائق نہیں کہ اگر حضرت اسحاقؑ کو ذبیح اللہ قرار دے دیا جائے تو حضرت اسحاقؑ کی بشارت ولادت کے ساتھ جو آپ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کی پیدائش کی بشارت آئی ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتی اس لحاظ سے یہ حکم منافی ولادت یعقوبی ہے۔ خلدون کہتے ہیں کہ یہ حکم دراصل حکم واقعی نہیں تھا۔ صرف بنظر امتحان صادر کیا گیا تھا۔ اس لیے یہ امر اس اعتبار سے بشارت یعقوب کے منافی نہیں ہو سکتا۔

علامہ طبری کہتے ہیں کہ قول راجح یہی ہے کہ حضرت اسحاقؑ ذبیح اللہ ہیں کیونکہ آیۂ کریمہ فبشرناہ بغلام حلیم۔ اس دعا کی قبولیت کی خبر دے رہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بابل سے ہجرت کرتے وقت خدا کے حضور میں کی تھی اور یہ سب واقعات حضرت ہاجرہ علیہ السلام سے پہلے کے ہیں اس صورت میں مبشر بہ حضرت اسحاق ابن سارہ ہوں گے کہ حضرت اسماعیل ابن ہاجرہ رہا قربانی کا معاملہ طبری و خلدون دونوں بزرگ اس امر پر متفق ہیں کہ یہ امر مکنون تھا کہ حضرت اسحاق ذبیح نہ کیے جائیں گے۔

علامہ جلال الدین سیوطی کہتے ہیں کہ حضرت اسحاقؑ کو ذبیح اللہ قرار دینا اصل میں یہودیوں کی تحریف ہے۔ اور یہ تحریف توراۃ کے سیاق و سباق دیکھنے سے بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔ امر مکنون کی یہ بات جو دونوں صاحبوں نے کہی ہے خوب ہے! کیا ہم بھی یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ بات پہلے ہی سے لکھی جا چکی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے مصر جائیں گے وہاں انہیں چند ایک واقعات پیش آئیں گے یا لاخر نتیجۃً بات یہ ہو گی کہ حضرت ابراہیمؑ

Marfat.com

بی بی ہاجرہ کو لیکر سارہ کے پاس آئیں گے۔ پھر دس برس کے بعد بی بی سارہ بی بی ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کو دے دیں گی اور آپ کے بطن سے حضرت اسماعیل پیدا ہوں گے اور وہی ذبیح اللہ کہلائیں گے۔

قرآن حکیم کے تیسویں پارہ سورہ والصافات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو بالترتیب بیان کیا ہے۔ اول آپ کے ابتدائی حالات بیان کئے ہیں اس کے بعد بتوں کے توڑنے اور آگ میں ڈال دیئے جانے کی تجویز کا حال ظاہر کیا ہے اس کے بعد پھر یہ واضح کر دیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ہجرت کے وقت دعا مانگی تھی جو اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں قبول ہوئی چنانچہ ہجرت کے بعد حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ آپ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے تھے کہ جن کی قربانی کا حکم صادر کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا اور آپ بفضلہٖ تعالیٰ اس میں پورے اترے۔ ان واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدائش اسحاق کی بشارت دی چنانچہ تورات کے بیان کے مطابق حضرت اسحاق ولادت اسماعیل سے چودہ سال بعد پیدا ہوئے۔

وفات جناب اسماعیل عمر بھر مکہ ہی میں رہے اور یہیں آپ کا ایک سو تیس ۱۳۰ یا ایک سو سینتیس ۱۳۷ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ آپ اپنی والدہ محترمہ کے قریب میزاب و حجر اسود کے درمیان مدفون ہوئے۔

حضرت اسحاق ؑ حضرت اسحاق کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ محترمہ بی بی سارہ نوّے یا پچانوے برس کی تھیں اور آپ کے والد محترم جناب ابراہیم علیہ السلام ایک سو برس کے تھے۔

جب آپ کو بشارت دی گئی تو بی بی سارہ نے تعجب سے کہا کیا اس عمر میں میرے بطن سے بیٹا پیدا ہوگا؟ حالانکہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور میرا شوہر مجھ سے بھی کہیں زیادہ بوڑھا ہے۔

Marfat.com

ظاہر ہے کہ اس عمر میں اولاد کا منہ دیکھنا کتنا سوہان روح ہے؟ چنانچہ بی بی سارہ نے اپنے لاڈلے بیٹے کو جن کا نام نامی و اسم گرامی جناب اسحاق ؑ ہے بڑے چاؤ چونچلے سے پال پوس کر جوان کیا اور ماں کہ انسان کی تربیت گاہ اول ہے جناب اسحاق اپنی والدہ محترمہ کی پرورش و تربیت سے چودہ برس ہی کی عمر میں فاضل وقت ہو گئے۔

جناب اسحاق ؑ اس اعتبار سے ایک بہت بڑے پیغمبر ہیں کیونکہ آپ کے بعد بنی اسرائیل میں جتنے رسول و نبی آئے وہ سب کے سب آپ ہی کی نسل سے تھے بلا مبالغہ پچانوے فیصد پیغمبران توحید آپ ہی کی اولاد سے تھے۔ قرآن حکیم میں آپ کا ذکر ضمنی طور پر آتا ہے۔

جناب ابراہیم ؑ نے آپ کا نکاح کنعانیوں میں کرنا پسند نہیں کیا چنانچہ آپ یہاں سے اٹھ کر مقام حران پر چلے آئے کہ یہ آپ کی پہلی ہجرت گاہ ہے، یہاں پہنچ کر آپ کا چالیس برس کی عمر میں رفقا سے نکاح ہوا جس کے بطن سے جناب ابراہیم کی حیات ہی میں جناب یعقوب ؑ اور عیصو دو بیٹے پیدا ہوئے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے آپ تمام عمر فلسطین میں رہے اور یہیں انتقال فرمایا۔ تاریخ ابن جریر طبری صفحہ گیارہ سو لکھا ہے کہ آپ نے ایک سو اسّی برس کی عمر میں انتقال کیا۔ لیکن ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک سو ساٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور آپ کے وقت رحلت جناب یعقوب ؑ ایک سو سینتالیس برس کے تھے۔

حضرت یعقوب ؑ حضرت یعقوب ؑ ابن اسحاق ؑ کا لقب اسرائیل ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ

ے اسحاق کا لفظ عبرانی کے یصحق سے ماخوذ ہے جس کا عربی ترجمہ یضحک یعنی ہنستا ہوا ہے جب حضرت ابراہیم کو سو برس اور بی بی سارہ کو نوے برس کی عمر میں بیٹے کی بشارت ملی تو دونوں تعجب سے ہنس دیئے اسی بنا پر جب آپ تولد ہوئے تو آپ کا نام اسحاق رکھا گیا۔

Marfat.com

متعلق اگرچہ مختلف روایات ہیں تاہم ان سب کا ماحصل یہی ہے کہ آپ یادِ الٰہی اعتماد و توکل اور صبر و ضبط کا بہترین نمونہ تھے۔

جناب یعقوب علیہ السلام نے اپنے ماموں لابان ابن تبویل کے ہاں پرورش پائی اور یہیں آپ کے ماموں کی دو بیٹیوں لیا و راحیل سے آپ کی شادی ہوئی۔ عقد سے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ بہ یک وقت دونوں بیٹیاں آپ کے نکاح میں آئیں اور بعض کا خیال ہے کہ لیا کے مرنے کے بعد راحیل سے نکاح ہوا۔ لیکن ہمارے نزدیک پہلا بیان ہی صحیح ہے کیونکہ قرآن حکیم میں اس سے متعلق ایک واضح اشارہ موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ لاتجمعوا بین الاختین الاما قد سلف۔

جناب یعقوب کے بارہ بیٹے تھے عربی میں انہیں اسباط کہتے ہیں۔ کیونکہ

اسباط کا مطلب کلام عرب میں سبط کہتے ہیں اس درخت کو جس کی بہت سی شاخیں ہوں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ لیا کے بطن سے راوبین۔ شمعون۔ لاوی۔ یہودا۔ یساکر اور زبلون پیدا ہوئے راحیل سے یوسفؑ اور بنیامین تولد ہوئے۔ البدایہ والنھایہ جلد اول صفحہ ۱۹۵ پر لکھا ہے کہ اولادِ یعقوبؑ میں بنیامین کے سوا کہ ان کی پیدائش ارض کنعان میں ہوئی سب کے سب فدان میں پیدا ہوئے۔

تفسیر سراج المنیر میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے یہی وہ بارہ بیٹے ہیں جو تاریخ عالم میں بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہیں۔ مذکورہ بالا آٹھ بیٹوں کے اسماء کے بعد لکھا ہے کہ آپ کے چار اور بیٹے۔ دوان۔ نفتالی۔ جاد اور یسرہ لیا کی لونڈی بلتہ اور راحیل کی لونڈی زلفہ کے بطن سے تھے۔

جناب یعقوب اپنے پدر گرامی قدر کے دامن پرورش و تربیت میں پانے کی بجائے اپنے ماموں کے ہاں کیوں پل پس کر جوان ہوئے اس سے متعلق تفسیر طبری جلد اول صفحہ ۱۱۹ پر لکھا ہے کہ حضرت اسحاق نے اپنے چہیتے فرزند ارجمند حضرت یعقوب کو اوائل عمر میں

ہی نبوت کی بشارت دی جو آپ کے بھائی عیصو ابن اسحاق کو سخت ناگوار گزری اور آتش حسد یہاں تک بڑھی کہ جناب یعقوبؑ کو اپنے گھر سے بھاگ کر ماموں کے ہاں پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا۔

چنانچہ ماموں کے ہاں پرورش پانے کے بعد جب آپ چالیسویں برس کو پہنچے تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو نبوت کی موصبت سے سرفراز کیا۔ آپ کنعان کے لوگوں کی ہدایت کے لیئے منتخب ہوئے۔ آپ کے زمانے میں کنعان کا بادشاہ سلیم ابن وارا تھا۔ آپ نے مع اس کی قوم کے اسے دعوت حق دی لیکن اسکی امارت نے اسے قبول نہ کیا بالآخر جب سرکشی و تمرّد حد سے بڑھا تو اللہ تعالےٰ کے عذاب نے انہیں آ لیا اور زلزلے کی لپیٹ میں وہ سب کے سب جہنم برد ہوئے۔

جناب یعقوبؑ کی عمر سے متعلق ہر چند کچھ حتمی نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اتنا یقینی ہے کہ آپ نے بھی ایک طویل مدت پائی۔ غالباً ایک سو برس سے کافی اوپر عرصے تک حیات رہے۔

Marfat.com

حضرت یوسف علیہ السلام

یوسفؑ کا لفظ بعض کے نزدیک عبرانی ہے اور بعض کے نزدیک عربی سے لیا گیا ہے۔ اخبار الدول میں لکھا ہے کہ لفظ یوسف۔ لفظ اسف سے مشتق ہے جس کے معنی حزن کے ہیں۔ معالم التنزیل اور عین المعانی میں لکھا ہے کہ قرآن حکیم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو اس لیے احسن القصص کہا ہے کہ آپ نہایت حسین جمیل تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا عالم حسن میں کوئی ثانی نہیں۔ بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ قصہ یوسف احوال انسان سے اشبہ ہونے کی مناسبت سے احسن کہلایا۔ قرآن حکیم میں آتا ہے ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ علامہ ترمذی کہتے ہیں کہ دیگر انبیاء کے قصے جو قرآن حکیم میں ہیں وہ متفرق طور پر آئے ہیں مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کم سے کم قصہ بارہ سورتوں میں۔ نوح علیہ السلام کا چھ سورتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اٹھارہ سورتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کا نو سورتوں میں۔ موسیٰ علیہ السلام کا انتیس سورتوں میں۔ شعیب علیہ السلام کا تین سورتوں میں حضرت عزیز علیہ السلام کا دو سورتوں میں۔ سلیمان علیہ السلام کا چار سورتوں میں۔ داؤد علیہ السلام کا پانچ سورتوں میں۔ زکریا علیہ السلام کا تین سورتوں اور عیسیٰ علیہ السلام کا نو سورتوں میں ذکر آتا ہے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر قرآن حکیم کی مکمل ایک ہی سورۃ میں آیا ہے۔

احسن القصص اگرچہ تفسیر معالم التنزیل۔ عین المعانی۔ بحر الحقائق۔ اخبار الدول و دیگر تفاسیر میں اس سے متعلق مختلف بیانات آتے ہیں جن کی حیثیت قصہ کہانی سے زیادہ نہیں اور یہ قصص از قسم اسرائیلیات ہیں۔

Marfat.com

تاہم خلاصہ ان تمام بیانات کا یہی ہے کہ جناب یوسفؑ حسن سیرت حسن صورت اور حسن شعار کا بے نظیر نمونہ تھے۔

وجہ مخاصمت جناب یوسف علیہ السلام سے آپ کے پدر گرامی قدر یعقوب علیہ السلام کو بے انتہا محبت تھی۔ علامہ ابن خلدون کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے پدر گرامی قدر ہی کی آغوشِ محبت میں پرورش پائی لیکن علامہ ابوالحسن علی ابن الکریم محمد شیبانی کا بیان یہ ہے کہ آپ اپنی پھوپھی کے ہاں پل پس کر جوان ہوئے۔ بہرکیف جناب یعقوب کے قلبی انس میں کلام نہیں اور یہی بات جناب یوسف کے بھائیوں کے درمیان حسد و بغض کا باعث ہوئی۔

جناب یوسفؑ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے اور اپنے سگے بھائی جناب بنیامین سے بڑے تھے۔ آپ جب بارہ برس کے ہوئے تو ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ماہتاب و آفتاب ، چاند ستارے آپ کو سجدہ کر رہے ہیں آپ نے پدر گرامی قدر سے اس کی تعبیر دریافت کی۔ جناب یعقوبؑ نے کہا۔ اے بیٹے مستقبل میں تمھیں بہت بڑا مرتبہ و اقتدار نصیب ہو گا۔ اور تمہارے باقی گیارہ بھائی تمہاری فرمان برداری پر مجبور ہوں گے۔

یہ بھی وہ مخاصمت کی وجہ جو آپ کے دوسرے بھائیوں کو نا گوار گزری اور انھوں نے باہم طے کر کے آپ کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا جناب یعقوبؑ چونکہ آپ کو اپنے پاس سے کسی لمحے بھی جدا نہیں کرتے تھے آپ کے شقی القلب بھائیوں نے جناب یعقوبؑ کو جھانسہ دے کر آپ کو اپنے ہمراہ لے لیا اور شکار کے بہانے آپ کو جنگل میں لے جا کر سوچی سمجھی تجویز کے مطابق ایک اندھے کنویں میں پھینک دیا اور آپؑ کے تن کے کپڑے بکری کے خون سے رنگ لیے اور پھر انہیں لے کر جھوٹ موٹ

روتے پیٹتے۔ سوانگ بھرتے گھر چلے آئے اور باپ سے آکر بہانہ گھڑ دیا کہ ہمارے بھائی یوسف کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا اور چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ اور یہ رہے ثبوت میں اس کے خون آلود کپڑے۔ ہر چند ایک نبی کی حیثیت سے حضرت یعقوبؑ نے اپنی سنگ دل اولاد کے بیان کا اعتبار نہ کیا۔ تاہم محبت پدری کا جوش ایک مسلم امر ہے۔ لاڈلے بیٹے کی جدائی کے غم کی سل سینے پر بہت بھاری معلوم ہوئی آپ بے اختیار رونے لگے اور اتنا روئے کہ آنکھیں جاتی رہیں۔

فروختگی قدرت خدا کہ اس دوران میں اسماعیلی عربوں کے ایک قافلے کا ادھر سے گزر ہوا یہ کارواں جانب مصر رواں تھا۔ اس نے پانی کی غرض سے جو ایک ڈول کنوئیں میں ڈالا تو حضرت یوسفؑ اسے پکڑ کر کنوئیں سے باہر نکل آئے۔ قافلہ والوں نے جو بیٹھے بٹھلائے مفت کی متاع گراں بہا ہاتھ آتے دیکھی تو بہت خوش ہوئے، چنانچہ انہوں نے آپ کو اپنے کپڑوں میں چھپا لیا اور آپ کو بطور غلام بیچنے کے لیے اپنے ساتھ مصر لے گئے چنانچہ یہ قافلہ مصر پہنچا تو آپ چونکہ مفت ہاتھ لگے مال تھے لہذا آپ قافلہ کے ہاتھوں فوطیفار وزیر اعظم مصر ملقب بہ عزیز مصر کے ہاتھ اونے پونے داموں بیچ دیئے گئے۔

عزیز مصر کے دل میں خدا ہی نے یہ بات ڈال دی تھی یا اسی نے آپ کی پیشانی کو دیکھ کر اسے پڑھ لیا تھا اور اس سے آنے والے واقعات کا ایک صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔ بہرکیف وہ آپ کو لے کر اپنے گھر پہ آیا اور اپنی بی بی زلیخا سے کہا کہ اسے آرام و عزت سے رکھو عجب نہیں کہ یہ کسی وقت ہمیں کوئی فائدہ پہنچا دے یا اسے ہم اپنا بیٹا بنا لیں۔

جذبات زلیخا حضرت یوسفؑ جب اپنی عمر کے تیسویں برس مکمل شباب کو پہنچے اور بی بی زلیخا بھی جوان تھی تو زلیخا حضرت یوسف پہ ہزار جان سے فریفتہ ہو گئی۔ ہر چند اس نے آپ کو اپنی طرف مائل کر لینے کی سعی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ ایک

Marfat.com

روز حضرت یوسفؑ اور بی بی زلیخا دونوں گھر میں اکیلے تھے۔ بی بی زلیخا نے کمرے کے دروازے بند کر کے حرص وہوس سے مغلوب ہو کر چاہا کہ حضرت یوسفؑ کو پکڑ لے اور حد سے متجاوز ہو کر دامن سے لپٹ جائے حضرت یوسفؑ اسے اپنی طرف لپکتے دیکھ کر دروازے کی طرف بڑھے اور دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ دروازہ کھلا تو دیکھا عزیز مصر اور زلیخا کا چچازاد بھائی دونوں سامنے کھڑے تھے۔

برائت یوسفی

اس سے قبل کہ حضرت یوسف اپنی برائت کے لیے مُنہ سے کچھ کہتے زلیخا بول اٹھی: "اس شخص کی کیا سزا ہے جو تیرے گھر والوں کی رسوائی چاہتا ہے۔ بجز اس کے کہ اسے قید اور عذابِ دردناک میں ڈال دیا جائے" حضرت یوسف نے یہ سن کر فوراً جواب دیا کہ یہ سراسر جھوٹ بول رہی ہے۔ بلکہ خود اسی نے مجھے گناہ کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی عزیز مصر دونوں کی بات سن کر سکتہ میں آگیا۔ سوچتا تھا گنہگار وخطاوار کسے ٹھہراؤں اسے یا اُسے؟ زلیخا کے چچازاد بھائی نے کہا اس میں سوچنے کی بات کیا ہے۔ دونوں آنکھوں کے سامنے موجود ہیں ابھی فیصلہ ہو سکتا ہے! اس نے کہا کہ اگر یوسفؑ کا پیراہن آگے سے پھٹا ہو تو زلیخا سچی ہے اور اگر پیچھے سے چاک ہو تو یوسفؑ سچا ہے۔ عزیز مصر نے اس رائے کو پسند کیا چنانچہ تحقیق کی گئی تو حضرت یوسفؑ صادق نکلے اور زلیخا جھوٹی ثابت ہوئی۔

آتشِ انتقام

عزیز مصر نے آپؑ کے صالح کردار کی پختگی دیکھنے کے بعد آپ سے فقط اتنا کہا کہ دیکھنا بات کہیں آگے نہ بڑھ جائے۔ جو کچھ ہوا سو ہوا اب اسے بھول جاؤ۔ ہر چند زلیخا مجرم تھی اس کا قصور عزیز مصر کی نگاہوں میں آچکا تھا۔ مگر حرص وہوس کی آگ برابر سلگ رہی تھی۔ زلیخا نے دوسری مرتبہ جب پھر کوشش کی ہے تو آپ کو صاف لفظوں میں دھمکی دی گئی کہ یوسف اگر تم نے میرے ارادہ کو پورا نہ ہونے دیا تو یاد رکھو تمہیں جیل بھجوا دیا جائے گا۔ مگر حضرت یوسف نے ایمان ویقین بچانے کے لیے جیل جانے کو ترجیح دی۔

Marfat.com

ہر چند حضرت یوسفؑ نے اس واقعہ کو رفت، گذشت کیا اس کی تشہیر نہیں کی لیکن زلیخا کے طور و اطوار نے اس کو رفتہ رفتہ پھیلا ہی دیا نتیجۃً عورتوں نے زلیخا کو طعن و تشنیع کرنا شروع کر دیا اگرچہ زلیخا نے ایک حد تک ان کی طعنہ زنی کو برداشت کیا تاہم تا آنکہ جب عورتیں حد سے متجاوز ہونے لگیں تو زلیخا نے ان کی خباثتِ نفس کو آشکار کرنے کے لیے ان کی دعوت کی اور کھانے کی چیزوں کیلئے چھریاں بھی فراہم کیں چنانچہ وہ عورتیں دعوت میں آئیں اور اس دوران میں کہ وہ جب کھانے کی چیزیں چھری سے کاٹ رہی تھیں تو حضرت یوسف کا ادھر سے گزر ہوا۔ عورتیں آپ کو دیکھنے میں اتنی محو ہوئیں کہ کچھ ہوش باقی نہ رہا وہ قطعاً بھول گئیں کہ چھریاں کہاں ہیں اور ہاتھ کس پر ہے؟

تعبیر اس واقعہ کے بعد جب جمال یوسفی کا تاثر واضح طور پر سامنے آگیا تو زلیخا نے اپنی دھمکی کو بے اثر پا کر آپ کو جیل بھجوا دیا۔ حضرت یوسفؑ نے کہ تسلیم و رضا کے مجسم پیکر تھے۔ اپنے دامن اطہر کو داغ معصیت سے بچانے کے لیے قید ہونا پسند کیا یہ زمانہ آپ کی نبوت کا تھا۔ انہی دنوں قید خانہ میں فرعون مصر کے دو ملازم کسی جرم میں قید ہوئے ایک روز ان دونوں قیدیوں نے آپ کی خدمت ایک خواب عرض کیا اور اس کی تعبیر دریافت کی۔ آپ نے کہا تم میں سے جس شخص نے روٹیوں کا خوان اپنے سر پہ رکھا ہوا۔ اور چڑیوں کو مارتے دیکھا ہے اسے پھانسی دی جائے گی اور جس شخص نے اپنے آپ کو خواب میں شراب بناتے دیکھا ہے وہ ملازمت پر بحال کر دیا جائے گا۔ چنانچہ تحقیق و تفتیش کے بعد یہی امر ظہور میں آیا کہ ایک پھانسی پہ چڑھا۔ دوسرا ملازمت پر بحال ہو گیا۔

حضرت یوسف قید خانہ میں سات برس تک پڑے رہے جب آٹھواں سال شروع ہوا تو فرعون مصر نے ایک خواب دیکھا۔ اور صبح ہوتے ہی حکماء و منجمین سے اس کی تعبیر دریافت کی لیکن کوئی اس کا صحیح جواب پیش نہ کر سکا وہ شخص کہ جس نے قید خانہ میں آپ سے

Marfat.com

وعدہ کیا تھا کہ اگر مجھے قید سے رہائی مل گئی تو میں فرعون مصر سے آپ کا معاملہ بے کم و کاست بیان کروں گا۔ وہ اس وقت دربار میں حاضر تھا وہ دوڑا دوڑا آپ کی خدمت میں پہنچا اور فرعون مصر کا یہ خواب عرض کیا کہ سات موٹی موٹی گائیں ایک نہر سے نکلیں۔ پھر اس کے بعد اسی نہر سے اور سات گائیں پتلی پتلی آئیں اور انہوں نے موٹی موٹی گائیں کھا لیں۔ پھر سات سرسبز خوشے نظر آئے جن میں دانے بھرے ہوئے تھے اس کے بعد سات خشک اور سوکھے خوشے دکھائی دیئے جو آگے بڑھ کر سرسبز و شاداب خوشوں پر غالب آ گئے حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم سات برس تک کاشتکاری کرتے رہو گے اور فصل اچھی پیدا ہو گی جس سے خوب اناج اور غلہ میسر آئے گا۔ لیکن اس کے بعد سات سال پھر ایسے آئیں گے کہ تم نے جو کچھ جمع کیا ہو گا وہ سب کا سب کھا لیا جائے گا۔ اس خواب کی تعبیر بتانے پر آپ نے پھر ایک رائے دی فرمایا جتنا غلہ تم کھانے کو رکھتے ہو وہ بہ نسبت اس اناج کے جو تم خوشوں میں رکھتے ہو کم ہونا چاہیئے اس کے بعد آپ نے یہ الہام ربانی بیان کیا کہ ان خشک سات برسوں کے بعد پھر ایک ایسا برس بھی آئے گا کہ تم اس سے خوب فائدہ اٹھاؤ گے۔

الغرض مذکورہ درباری نے فرعون مصر کے پاس تعبیر بیان کی فرعون مصر کے دل کو یہ خوب لگی اس نے فوراً آپ کی رہائی کا حکم دے دیا۔ وہ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فرعون مصر کا پیغام پہنچایا۔ آپ نے جواب میں اس سے فرعون مصر کا شکریہ کہا نیز فرمایا کہ جب تک فرعون مصر میرے معاملہ کی تحقیق و تفتیش نہ کرے مجھے جیل خانہ سے نکلنا پسند نہیں چنانچہ فرعون مصر نے آپ کی منشاء کے مطابق تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ بعد تحقیق و تفتیش جب اصل واقعہ معلوم ہوا اور اس دوران میں زلیخا اور دیگر زنان امرائے مصر بھی آپ کے مضبوط اور حسین کردار کی قائل ہو چکی تھیں اور ان کے جذبات کی آندھیاں اتر چکی تھیں تو آپ دربار میں تشریف لائے۔ فرعون مصر نے آپ کو نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ اپنے قریب

Marfat.com

بٹھایا اور آپ کی فراست و ذہانت دیکھ کر آپ کو مصر کا وزیر خوراک مقرر کیا اس دوران میں فوطیفار یا اطفیر کہ جسے قرآن حکیم نے عزیز مصر کے نام سے ایک باوقار شخصیت کے طور پر بیان کیا ہے۔ انتقال کر چکا تھا۔ حضرت یوسف نے زلیخا کی استدعا پر ان سے شادی کر لی اور اب آپ مصر کی وزارتِ خوراک کا قلمدان سنبھال کر ملکی امور سر انجام دینے لگے۔

آمد برادران یوسفؑ

جیسا کہ ہم فرعون مصر کے خواب سے متعلق بیان کر چکے ہیں اب وہ قحط سالی کا وقت آ پہنچا تھا اور اس کے اثرات دور دور تک پہنچ رہے تھے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا شہر بھی قحط میں گرفتار ہوا۔ لوگ جوق در جوق غلہ حاصل کرنے کو مصر آنے لگے۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی جناب یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو بھی مصر کی طرف روانہ کیا جب یہ مصر پہنچے تو آپ نے ان کو پہچان لیا۔ مگر وہ آپ کو نہیں پہچان سکے۔ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے مصلحتاً اپنے آپ کو مخفی رکھا۔ البتہ انہیں ادھر ادھر کی باتوں میں لگا کر گھر کے حالات ضرور معلوم کر لیے برادرانِ یوسفؑ نے آپ سے کہا۔ اے عزیز مصر ہم بارہ بھائی تھے ایک بھائی کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ اب گیارہ بھائی ہیں۔ آپ نے پوچھا تمہارے باپ کو تسکین کیونکر ملی؟ انہوں نے کہا کہ اس کے چھوٹے بھائی سے! آپ نے فرمایا اچھا جب تم پھر آؤ تو اسے اپنے ساتھ لیتے آنا۔ جب وہ چلنے لگے تو حضرت یوسفؑ نے انہیں غلہ عنایت کیا اور وہ دام جو غلہ کیلئے ساتھ وہ لائے تھے۔ انہی کے غلہ میں واپس رکھوا دیئے۔ جب گھر پہنچ کر ان کے غلہ سے روپے برآمد ہوئے تو بہت خوش ہوئے۔

ہر چند حضرت یعقوبؑ اپنے چھوٹے بیٹے بنیامین کو ان کے ہمراہ بھیجنے پر تیار نہیں تھے لیکن انہوں نے کسی نہ کسی طرح آپ کو پھر رضامند کر لیا چنانچہ جب وہ دوسری مرتبہ مصر گئے تو بنیامین کو ساتھ لیتے گئے۔

Marfat.com

حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کی خوب مہمانداری کی اور کھانے کے وقت دُو دُو بھائی ساتھ بٹھائے۔ جب کھانے سے باری باری سب فراغت پا چکے اور بنیامین تنہارہ گئے تو وہ اس خیال کے آنے سے رو دیئے کہ آج اگر میرا بھائی یوسفؑ زندہ ہوتا تو مجھے بھی اپنے ساتھ بٹھاتا۔ آپ نے بنیامین کو اس حال میں دیکھ کر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ جب رات کو سونے کا وقت آیا اور اس وقت بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ تو آپ نے چپکے سے بنیامین کو اپنے بارے میں ظاہر کر دیا اور خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ جب دوسرے دن آپ کے بھائی غلہ لے کر چلنے لگے تو انہوں نے چلتے ہوئے حضرت یوسف کا پیالہ چرا کر بنیامین کے سامان میں رکھ دیا نتیجۃً یہ چوری جلد ہی پکڑی گئی۔ اور بنیامین اس ناکردہ گناہ کی پاداش میں روک لیے گئے۔ بظاہر دشمنوں کے دل کی مراد بر آئی لیکن بنیامین چونکہ اپنے پیارے بھائی حضرت یوسفؑ کو پا چکے تھے۔ لہٰذا اس گرفتاری پہ خوش تھے۔ المختصر یہ لوگ مصر سے روانہ ہو کر حضرت یعقوبؑ کے پاس پہنچے تو انہوں نے باپ کے سینہ میں ایک اور بھالا مارا۔ کہنے لگے اے باپ تیرے بیٹے نے شاہی چوری کرلی جس کے جرم میں وہ پکڑا گیا۔ اور اب جیل خانے کی ہوا کھا رہا ہے ا پہلے کیا کم تھا جو اور مصیبت آئی حضرت یعقوبؑ کے قلب محزوں پہ ان کلمات کا جو اثر ہوا ہو گا وہ بیان سے باہر ہے ناتوانی حد سے بڑھ گئی اور آپ اتنا روئے کہ روتے روتے آنکھیں بالکل ہی جاتی رہیں۔

سلوک یوسفی

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ بنیامین کی گرفتاری پہ حضرت یعقوبؑ نے عزیز مصر کے نام ایک خط لکھا اور اس میں اپنے پیغمبرانہ صفات اور خاندانی روایات کو بیان کر کے نہایت درد انگیز پیرائے میں حضرت یوسف کی گمشدگی تحریر کی اور لکھا کہ حضرت بنیامین کو چھوڑ دیا جائے کہ حسن اتفاق کو خط پہنچے ہی سب سے پہلے آپ ہی کے ہاتھ میں آگیا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ بجز صبر کے اب کچھ علاج نہیں

Marfat.com

صبر کردم مراد کو پہنچو گے۔ بقول شخصے۔ دلی را دلی می شناسد۔ حضرت یعقوب طرز تحریر کو دیکھ کر بھانپ گئے چنانچہ انہوں نے پھر اپنے چند ایک بیٹوں کو دونوں بھائیوں کی تلاش میں مصر بھیجا تاریخ الامم جلد اول صفحہ ۱۴۴ لکھا ہے کہ جب یہ لوگ مصر پہنچے اور کہا اے عزیز مصر ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو قحط سالی و فاقہ کشی نے بہت بے حال کر دیا ہے اس مرتبہ ہم کم سرمایہ لے کر آئے ہیں۔ ہمیں کچھ غلہ بطور صدقہ عنایت کر دیا جائے تو یہ بات سن کر آپ کا دل بھر آیا۔ آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ رُخ سے نقاب اٹھا دیا۔ بیتابانہ بول اٹھے۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی سے کیا سلوک کیا تھا کیا اب تم اس سے آگاہ نہیں؛ برادران یوسفؑ نے جو آپ کو غور سے دیکھا تو پہچان گئے اور قدموں میں گر کر معافی مانگی۔ آپ نے انہیں نہ صرف معاف کیا بلکہ آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا۔ اس کے بعد آپ نے گھر کے حالات معلوم کئے اور انہیں غلہ دے کر روانہ کیا اور چلتے ہوئے تاکید کر دی کہ سب کے سب گھر کے لوگ کنعان سے اٹھ کر مصر چلے آئیں اور نشانی کے طور پر انہیں اپنا پیراہن عطا کیا۔

برادران یوسف پیراہن لے کر گھر پہنچے ظاہر ہے کہ پسر محبوب کی اطلاع پا کر باپ کی بے نور آنکھیں پھر سے روشن ہو گئیں چنانچہ یہ لوگ مصر پہنچے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کا شاہانہ استقبال کیا جس وقت باپ بیٹا ملے ہیں وہ یقیناً دیکھنے کے لائق وقت تھا۔ اتنا موثر نظارہ تھا کہ چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ انتہا یہ ہے کہ خود فرعون مصر نے حضرت یعقوبؑ کے قدم چومے اور آپ کو بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ شاہی محل میں اتارا حضرت یوسفؑ نے اپنی خالہ لیا کو جو آپ کی سوتیلی ماں بھی تھیں تخت پہ بٹھایا اور اس پر ایک طرف کو خود بھی آبیٹھے اور اس کے نیچے برادران یوسفؑ بیٹھے تھے۔ سب نے آپ کو اس وقت سجدہ تعظیم کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔ یا ابت ھذا تاویل رؤیای من قبل۔ اے بابا جان یہ ہے میرے اسی خواب کی تعبیر جو پہلے میں نے دیکھ کر آپ سے بیان کیا تھا۔ اور آپ نے اس کی تصدیق کی تھی۔

Marfat.com

وفات

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف سترہ برس کی عمر میں کنوئیں میں ڈالے گئے اور مصر پہنچ کر تیرہ سال کے بعد عزیز مصر ہوئے۔ سترہ برس کے بعد حضرت یعقوبؑ نے ایک سو سنتالیس برس کی عمر میں انتقال کیا اور مدفن ابراہیمؑ و اسحاقؑ علیہ السلام میں دفن کئے گئے۔ علامہ ابن خلدون کہتے ہیں کہ بعض مورخین نے حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کا زمانہ مفارقت اسی برس تحریر کیا ہے۔ اس حساب سے حضرت یوسف ستانوے برس کی عمر میں اسی برس کے بعد حضرت یعقوب سے ملے اور اس کے بعد تیس برس اور زندہ رہ کر ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ باپ بیٹا کی ملاقات چالیس برس کے بعد ہوئی۔ علامہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ بیس برس کے بعد ملے ہیں۔ بہر کیف اس پر تمام متفق ہیں کہ حضرت یوسفؑ نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی اور اپنی وصیت کے مطابق بنی اسرائیل کے خروج کے وقت مصر سے نکال کر بیت المقدس میں دفن کئے گئے۔

حضرت یوسفؑ کی نبوت پر ایمان تقریباً تمام مصر لا چکا تھا۔ اور فرعون مصر ریان بن ولید بن دومع کے بارے میں علامہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ وہ آپ کی زندگی ہی میں ایمان لایا اور آپ کی حیات ہی میں راہی ملک بقا ہوا۔ اس کے بعد فرعون قابوس بن مصعب مصر کا بادشاہ ہوا اگرچہ وزارت خوراک کا قلمدان اس کے عہد میں بھی آپ ہی کے ہاتھ میں رہا لیکن وہ آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لایا۔

اگرچہ حضرت یوسفؑ کی تکریم و تحریم آپ کے زمانے کے بت پرست بھی کرتے تھے مگر آپ کے ماننے والوں نے تو آپ کی نبوت و عظمت میں اس قدر غلو کیا کہ پھر آئندہ کسی نبی کو نبی تسلیم نہیں کیا بلکہ نبوت آپ کی ذات پر ختم کر دی گئی۔

اولاد

حضرت یعقوب کے انتقال کے بعد ابنائے یعقوب مصر میں آپ ہی کے پاس رہے تاآنکہ آپ نے ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اور آپ کی نسل کی اس قدر ترقی ہوئی کہ دو سو برس کی مدت میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سرزمین مصر

Marfat.com

سے نکلے ہیں تو آپ کی اولاد جسے بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد تک پہنچ چکی تھی۔ حضرت یوسف کے یوں تو بہت سے بیٹے تھے لیکن ان میں افرائیم۔ منشا یہ دو بیٹے بہت مشہور ہیں اور یہ دونوں اسباط میں بھی شمار کئے گئے ہیں

افرائیم ابن یوسفؑ کی ایک بیٹی رحمت بھی تھی جو حسن سیرت و صورت کے اعتبار سے اپنے دادا پر گئی اور اسے بنی اسرائیل کے ایک جلیل القدر نبی حضرت ایوب صابر علیہ السلام کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔

ملخصات آیات قرآن حکیم

اور جب ایسا ہوا تھا کہ یوسف کے بھائی آپس میں کہنے لگے ہمارے باپ یعقوبؑ کو یوسف اور اس کا بھائی بنیامین بہت پیارا ہے۔ پس بہتر یہ ہے کہ یوسف کو مار ڈالیں۔ یا کسی جگہ پھینک آئیں تاکہ ہمارے باپ کی توجہ ہماری طرف رہے۔

ان میں سے ایک نے کہا نہیں یوسف کو قتل مت کرو۔ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو۔

تب سب مل کر باپ کے پاس آئے۔ اور انہوں نے کہا۔ اے باپ آپ یوسف کو ہمارے ساتھ کیوں جانے سے روکتے ہیں۔ ہمارا اعتبار نہیں کرتے۔ حالانکہ ہم تو اسے دل سے چاہتے ہیں کل اسے ہمارے ساتھ جنگل میں جانے دیجئے کہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے، ہم اس کی حفاظت کے ضامن ہیں۔ باپ نے کہا۔ یہ بات مجھے غم میں ڈالتی ہے کہ تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے بھیڑیا اٹھا لے جائے اور تم اس سے غافل ہو۔

پھر جب یہ لوگ یوسفؑ کو ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو گئے اور سب نے اتفاق کر لیا کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیا جائے چنانچہ وہ ایسا ہی کر گزرے اور

Marfat.com

وہ یوسفؑ کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون لگا کر گھر واپس چلے آئے۔

باپ نے کہا۔ یہ تو ایک بات ہے جو تمہارے نفس نے گھڑ لی ہے۔ مگر خیر میرے لیے اب صبر کرنا ہے اور صبر بھی ایسا کہ جو پسندیدہ ہو۔

اور دیکھو ایک قافلہ کا اس پر گزر ہوا۔ جونہی اس نے اپنا ڈول اس کنوئیں میں لٹکایا کہ جس میں یوسف علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک جیتا جاگتا لڑکا اس پر بیٹھا ہے۔

اور پھر انہوں نے یوسفؑ کو بہت کم داموں پر مصر کے بازار میں فروخت کر دیا۔ اور اہل مصر میں سے جس شخص نے یوسفؑ کو قافلہ والوں سے خریدا تھا وہ اپنی بیوی سے بولا اسے عزت سے رکھو عجب نہیں یہ ہمیں فائدہ پہنچائے۔ یا ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں۔

اور دیکھو اس طرح ہم نے یوسفؑ کا سرزمین مصر میں قدم جما دیا۔ اور مقصود یہ تھا کہ اسے باتوں کا نتیجہ و مقصد نکالنا سکھا دیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عورت جو یوسفؑ کے پیچھے پڑ چکی تھی اور ایسی حالت کو پہنچ گیا تھا کہ اگر اس نے اپنے رب کی برہان نہ دیکھی ہوتی تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ اور اسی طرح ہم نے اسے برائی اور بے حیائی سے محفوظ رکھا۔ اور بلاشبہ وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو برگزیدگی کے لیے منتخب کر لیے گئے۔

یوسفؑ نے کہا۔ اے یاران مجلس تمہارے لیے ایک اللہ کا ہونا بہتر ہے یا علیحدہ علیحدہ خداؤں کا۔ اللہ جو واحد و یگانہ ہے اور ہر شے پر غالب و قادر ہے تم اس کے سوا جن کی عبادت اور اطاعت اختیار کرتے ہو۔ ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ محض چند ایک نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نہیں اتاری، حکومت تو اللہ ہی کے لیے سزاوار ہے۔ اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ صرف اسی کی بندگی اختیار کرو۔ اس کے سوا کسی کی بندگی میں نہ جاؤ کہ یہی دین قیم ہے مگر اکثر لوگ ایسے ہیں جو نہیں جانتے۔

Marfat.com

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوبؑ جو انبیاء کرام کی تاریخ میں صابر کے نام سے مشہور ہیں۔ مورخین کے بیان کے مطابق عیصو ابن اسحاق علیہ السلام کے خاندان سے تھے۔ اور آپ کے قبیلہ کا نام عوض تھا جو عیسو ہی کی اولاد سے تھا۔ یوں تو عیسو کی اولاد بکثرت ہوئی ہے لیکن عمالق اور عوض بہت مشہور رہیں۔ نیز اس خاندان کو ادومی بھی کہتے ہیں اس کی وجہ تسمیہ مورخین یہ بتاتے ہیں کہ عیصو کا رنگ سرخ تھا۔ لہذا اسی مناسبت سے اس کی اولاد خاندان ادومی کہلائی۔ نیز بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام جناب ایوب صابر علیہ السلام کے نانا تھے واللہ اعلم بالصواب۔

توراۃ میں آپ کا نام یوباب آیا ہے۔ آپ کا زمانہ حیات ۱۵۰۰ یا ۱۶۰۰ قبل مسیح کے درمیان ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بیٹے افراہیم کی دختر نیک اختر بی بی رحمت آپ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ قرآن حکیم میں آپ کا ذکر سورہ اعراف سورہ انبیاء اور سورہ انعام میں آتا ہے۔ نیز قرآن حکیم نے آپ کی زندگی کا صرف ایک ہی واقعہ بیان کیا ہے سورۂ انبیاء میں ہے —

وایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین۔ اور جب ایوبؑ نے اپنے رب کو پکارا تھا کہ میں دکھ میں مبتلا ہوں اور اے رب تجھ سے بڑھ کر کوئی رحم کرنے والا نہیں۔ اس آیہ کریمہ کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کسی غیر معمولی تکلیف میں گرفتار ہوئے تھے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ آپ ایک شاہانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپ کے پاس تین ہزار گھوڑے تین ہزار اونٹ ایک ہزار بکریاں۔ بے شمار پھلوں کے باغات اور پانسو غلام تھے۔ اور ان کے علاوہ پانسو ہل کی کھیتی بھی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایک مثال قائم کرنے کے لیے آپ کو بڑی بڑی آزمائشوں میں گرفتار کیا۔ آپ کے تمام غلہ خانوں میں آگ لگ گئی۔ اور تمام مال و اسباب جل کر راکھ ہوا۔ اولاد جو دنیا کی ہر شئے سے پیاری ہے ایک

مکان کے حادثہ میں دب کے ہلاک ہوگئی لیکن آپ مجسم تسلیم و رضا کے پیکر نکلے اور صبر و شکر کے مکمل نمونے۔ کیا مجال جو آپ کے ایمان و اعتقاد میں ذرا سی بھی لغزش آئی ہو اور ان تمام باتوں سے بڑھ کر یہ کہ خود بھی بیمار پڑ گئے اور بیماری میں اس حال کو پہنچ گئے کہ بدن میں کیڑے پیدا ہو گئے اور اس پر بے کسی کا عالم یہ تھا کہ بجز آپ کی پاک بی بی رحمت کے اور کوئی پرسانِ حال نہ تھا بی بی رحمت محنت مزدوری کرنے کے لیے شہر میں جاتیں اور جو کچھ حاصل وصول ہوتا اس سے اپنا اور اپنے بیمار میاں کی شکم پری کرتیں۔

بالآخر آپ اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں میں پورے اترے اللہ تعالیٰ نے اس کا اجر عظیم عطا فرمایا۔ آپ کو صحت کی نعمت بھی ملی اور مال و دولت کی فراوانی بھی قرآن حکیم میں آپ کا ذکر سورۂ اعراف، سورۂ انبیاء اور سورہ انعام میں آیا ہے۔

Marfat.com

شعیب علیہ السلام

نسب

علامہ مسعودی کا خیال ہے کہ حضرت شعیبؑ مشہور قبیلہ مدین کے ایک سردار محفر بن جندل بن یعصب ابن مدین کے ایک نسبی بھائی ہیں۔ لیکن ابن حبیب کتاب المبتدأ میں آپ کو ثویب ابن حزم ابن مدین کا بیٹا بتلاتا ہے۔ علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ آپ ابن عیفا ابن مدین تھے۔ ابن جوزی نے شعیبؑ ابن عنقا ابن ثویب ابن مدین لکھا ہے۔ ابن اسحاق نے شعیب ابن میکائیل تحقیق کیا ہے۔ تہذیب الاسما میں شعیب ابن میکائیل بن یشجب ابن مدین ابن ابراہیم لکھا ہے اور بعض آپ کو اولاد صالحؑ سے بتاتے ہیں۔ صاحب شمس العلوم نے آپ کو قوم حمیر سے شمار کیا ہے اور آپ کی والدہ محترمہ حضرت لوطؑ کی دختر نیک اختر تھیں۔

مدین ابن ابراہیمؑ جن کے نکاح میں بنت لوط آئی اُر شام کے بڑے بڑے قبیلوں کا مورث اعلیٰ تھا۔ اور وہ تمام قبائل اسی کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ لوگ پہلے پہل تو جیسے تھیے تھے اسی طرح رہے لیکن بعد میں بت پرست و خائن ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کی ہدایت کے لیے حضرت شعیبؑ کو مامور کیا۔

بعثت

علامہ ابن خلدون کی تحقیق کے مطابق آپ کا نسب اس طرح پر ہے۔ شعیب ابن نویل ابن رعویل ابن عیا ابن مدین۔ لقب آپ کا شیخ الانبیاء و خطیب الانبیاءؑ تھا۔ آپ نہایت فصیح اللسان تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ تین گروہوں کی ہدایت کے لیے نبی ہو کر آئے۔ اہل مدین۔ اصحاب ایکہ۔ اور اصحاب الرّاس[1]۔ ابن کثیر نے مدین و ایکہ کو ایک

---

[1] مؤرخین نے اولاد اسماعیل میں کسی ایک بیٹے کے قبیلے سے موسوم کیا ہے۔

Marfat.com

ہی گروہ شمار کیا ہے۔ لیکن سدی اور عکرمہ نے علیحدہ علیحدہ لکھا ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے۔

قرآن حکیم میں آپ کا ذکر کئی ایک سورتوں میں آتا ہے جن سے ایک حد تک آپ کے حالاتِ زندگی اور سیرت کے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ ان میں چند سورتیں یہ ہیں ــــ سورۂ اعراف۔ سورۂ ہود۔ سورۃ الشعراء۔ سورۂ عنکبوت۔

ایکہ اور مدین سے متعلق بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ ایک ہی کے قبیلے کے دو نام نہیں بلکہ دو الگ الگ قبیلے ہیں ایک متمدن اور شہری قبیلہ تھا۔ دوسرے غیر متمدن دیہاتی اور بدوی قبیلہ تھا دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ مدین وایکہ ایک ہی قبیلے کے نام ہیں۔ ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ باپ کی نسبت سے مدین کہلائے اور زمین کی طبعی اور جغرافیائی حیثیت سے ایکہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اہل مدین جس خطہ میں رہتے تھے وہ نہایت سرسبز وشاداب تھا۔ اس لیے یہ لوگ نہایت متمول و خوشحال تھے۔ لیکن قناعت کی سعادت سے محروم تھے۔ جتنے مالدار تھے اتنے ہی پرلے درجہ کے حریص و خائن تھے۔ یہ لوگ ناپ تول میں بے ایمانی کرتے تھے ان کے ہاں پیمائش کے پیمانے صحیح نہیں تھے نیز جعلی روپے اور اشرفیاں بنا کر لوگوں کو نقصان پہنچاتے مختصراً یہ کہ حرام کی روٹیاں توڑتے اور آرام کے ساتھ گھر میں لات پہ لات دھرے بیٹھے رہنے کے خواہش مند تھے وہ چاہتے تھے کہ دوسرے کمائیں اور یہ ان کی کمائی پر گلچھرے اڑائیں مختصراً یوں سمجھئے کہ اہل مدین نے معاشرہ میں عدم معاشی توازن پیدا کر رکھا تھا۔

وعظ و تلقین تفسیر خازن جلد ششم میں لکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو انبیاء کی فہرست میں خطیب الانبیاء کے نام سے آتے ہیں آپ نے اہل مدین کی ہدایت کے لیے نہایت فصیح وبلیغ زوردار تقریریں کیں۔ اہل

Marfat.com

مدین کا عالم یہ تھا کہ وہ بڑے ڈھیٹ بن چکے تھے ۔ ہر چند آپ روزانہ وعظ کہتے اور انہیں سیدھی راہ پر لانے کی کوشش کرتے لیکن یہ لوگ ایک کان سے سنتے اور دوسرے کان سے نکال دیتے ۔ جہالت ان کی یہاں تک بڑھی کہ جب حضرت شعیب کی فصاحت اور بلاغت کی دھوم دور دور تک پہنچی اور لوگوں نے آپ کے وعظ کے لیے آنا شروع کیا تو یہ راستے روک لیتے ناکہ بندی کر کے بیٹھ جاتے تھے کسی سے آپ کی برائیاں کرتے ۔ کسی پر ظلم و ستم ڈھاتے اور کسی پر کسی اور عنوان سے بیزاری پیدا کرتے ۔ غرض وہ لوگوں کو آپ کا وعظ نہیں سننے دیتے تھے ۔ ہر چند آپ اہل مدین کو سمجھاتے اور فرماتے کہ تم خود تو گمراہی میں گرفتار ہی ہو دوسروں کا عذاب بھی اپنی گردن پر لیتے ہو ۔ یاد رکھو اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو تمہارا بھی وہی حشر ہو گا جو تم سے پہلے اگلی گمراہ قوموں کا ہوا ہے

اہل ایکہ و اہل مدین خیانت کے علاوہ بت پرست بھی تھے ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں بت پرستی سے روکنے اور موحد بنانے کی بھرپور کوشش کی لیکن وہ بدبخت مرتے دم تک یہی کہتے رہے کہ بت پرستی تو ہمارے باپ دادا سے چلی آرہی ہے اسے ہم تمہارے کہنے پر کیونکر چھوڑ دیں اور کیسے اپنے آبائی مذہب سے کنارہ کش ہو جائیں ۔ رہی بات ناپ تول کی ۔ تو یہ ہمارا مال ہے ہم جیسے تیسے چاہیں ۔ پسند کریں ۔ عمل کریں گے ہمیں اسے گھٹانے بڑھانے کا پورا پورا حق حاصل ہے ۔ اے شعیب تم خود بھی پاگل ہو اور تمہارے ماننے والے بھی دیوانے ہیں ۔ ہم کھلے بندوں آج تم سے کہے دیتے ہیں ۔ کہ ہر چند تمہارے ایماندار ہمارے عزیز و اقارب ہیں لیکن اگر انہوں نے اپنی روش نہ بدلی تو ہم انہیں جلد ہی ملک سے نکال باہر کریں گے ۔

جناب شعیبؑ کے لوگ آپ کو جان سے مار ڈالنے کی بھی دھمکیاں دیتے رہتے تھے اور کہا کرتے شعیبؑ چونکہ تم ہماری قوم سے ہو اس لیے ہم چپ رہتے ہیں ورنہ ہم تمہیں بھی وہ سزا دیتے کہ عمر بھر یاد کرتے حضرت شعیب نے کہا ۔ تمہیں ترا بتدائی

کا تو اتنا خیال ہے۔ لیکن اس خدا کی ربوبیت اور پروردگاری کا کوئی خیال نہیں جو رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ لوگ جو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے نبی پر ایمان لا چکے ہیں تم اگر انہیں کاٹ کر بھی رکھ دو گے وہ تب بھی خدائے واحد کے دین سے منہ نہ پھیریں گے

عذابِ الٰہی جب مدائنیوں کا کفر و شرک حد سے بڑھ گیا اور وہ کسی طور سمجھائے نہ سمجھے بلکہ بار بار یہی کہنے کہ شعیب تم جس خدا کے عذاب سے ڈراتے رہتے ہو اسے لے ہی آؤ۔ تو مجبوراً تنگ آ کر آپ نے اس گمراہ قوم کے آخری علاج کے لیے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب اس گمراہ قوم کو پکڑنے کے لیے آ گیا۔

اس سے قبل کہ عذاب آتا۔ حضرت شعیب اپنے مومنین اکرام کو لے کر کسی محفوظ جگہ پر چلے گئے۔ کفار ہنسے اور تمسخر اڑایا کہ یہ لوگ خود ہی شہر سے نکل گئے۔ ان کے نکالنے کو ہمیں ذرا زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ لیکن اس کے بعد جو گرمی پڑنی شروع ہوئی ہے اس نے رفتہ رفتہ وہ شدت اختیار کی کہ چشموں اور کنوؤں کا پانی تک گرم ہو گیا غرض سات روز کی بلا خیز گرمی نے شہر کو جہنم زار بنا دیا۔ اکثر مؤرخین لکھتے ہیں کہ گرمی کا عالم یہ تھا کہ جسم کے اندر خون کھول اٹھا اور ہاتھ پیر پھٹ گئے پھر اس کے بعد ایک ہولناک آواز نے انہیں آ لیا جس سے ان کلیجے پھٹ گئے اور مدائن سے بے ایمانوں اور بت پرستوں کا قصہ پاک ہو گیا۔

ملخصات آیات قرآن حکیم اور ہم نے قبیلہ مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو۔ اللہ کی بندگی اختیار کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اور دیکھو ماپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خوشحال ہو پس کفرانِ نعمت سے ڈرو۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا ایسا دن نہ آ جائے جو سب پہ چھا جائے گا۔ اور اے میری قوم کے لوگو ماپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو ملک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو اگر تم میرا کہنا مانو تو جو کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا بچ رہے اسی میں تمہارے لیے بھلائی ہے اور دیکھو میں کچھ تم پر نگہبان نہیں ہوں لوگوں

Marfat.com

نے کہا اے شعیب کیا تیری یہ نمازیں تجھے یہ حکم دیتی ہیں کہ ہمیں آکر کہے کہ ان بتوں کو چھوڑ دو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں یا یہ کہ ہمیں اختیار نہیں کہ اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہیں کریں بس تم ہی ایک نرم دل اور راست باز آدمی رہ گئے۔ شعیب نے کہا اے میری قوم کے لوگو کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل رکھتا ہوں اور اس کے فضل وکرم کا یہ حال ہو کہ اچھی سے اچھی روزی عطا فرما رہا ہو تو پھر بھی میں خاموش رہوں اور تمہیں راہ حق کی طرف نہ بلاؤں اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں روکتا ہوں اس سے تمہیں روکوں اور خود اس کے خلاف چلوں۔ میں تمہیں جو کچھ کہتا ہوں اس پر عمل بھی کرتا ہوں۔ میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرے بس میں ہے اصلاح احوال کی سعی کروں۔ میرا کام بنتا ہے تو اللہ کی مدد سے بنتا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم کے لوگو میری ضد میں آکر کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ تمہیں بھی ویسا ہی معاملہ پیش آجائے۔ جیسا کہ قوم نوح کو یا قوم ہود یا قوم صالح کو پیش آیا اور قوم لوط کا معاملہ تم سے کچھ دور نہیں اور دیکھو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو میرا پروردگار بڑا ہی رحمت والا اور بڑا ہی محبت والا ہے۔ لوگوں نے کہا اے شعیبؑ تم جو کچھ کہتے ہو اس میں سے اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ تم ہم لوگوں میں ایک کمزور آدمی ہو اگر تمہارے ساتھ تمہاری برادری کے آدمی نہ ہوتے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیتے تمہاری ہمارے سامنے کوئی ہستی نہیں۔ پس انہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا اور آخر ان کو بادل والے عذاب نے آلیا اور صبح کو اپنے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے بے شک وہ بڑے ہولناک دن کا عذاب تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

نسب مورخین نے حضرت موسیٰؑ کا نسب یوں بیان کیا ہے۔ موسیٰ ابن عمران ابن قاہاث ابن لاوی ابن یعقوب علیہ السلام۔ آپ کی والدہ محترمہ نوخائل سے متعلق لکھا ہے کہ وہ بھی اولاد لاوی ابن یعقوب علیہ السلام سے تھیں۔

فرعون مصر کے ہر بادشاہ کا لقب تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس فرعون کے زمانے میں پیدا ہوئے اس کا نام قابوس ابن مصعب ابن ریان تھا۔ کردار کے لحاظ سے یہ فرعون بابل کے نمرود کا بھائی تھا دونوں نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے انتقال کے بعد وزارت خوراک کا عہدہ ہامان بے سامان کو سونپا گیا۔ ہامان و فرعون دونوں ایک ہی ذہن کے آدمی تھے اور شدید کافر تھے۔ بنی اسرائیل کا وہ اثر و نفوذ جو حضرت یوسف کی وجہ سے ملک میں قائم ہو چکا تھا۔ فرعون کو اپنے لئے مہلک دکھائی دیا چنانچہ خود کو خدا کہلوانے اور اپنی پرستش کرانے کے لئے اس نے بنی اسرائیل پر دباؤ ڈالا جس کا ایک مقصد عظیم ملک مصر سے بنی اسرائیل کو نیست و نابود کرنا بھی تھا لیکن وہ اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل جو اس وقت ایک محکوم کی حیثیت سے تھے۔ دریں صورت فرعون کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بن گئے۔

ولادت اب حالت یہ تھی کہ بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھائے جا رہے تھے ان میں سے کسی کو خاک روبی کے کام پر لگا دیا۔ کسی سے نجاری و حدادی کا کام لیا۔ کسی کو دربانی و پاسبانی کی خدمت میں لے لیا۔ وہ لوگ جو کام کاج کرنے سے معذور

Marfat.com

تھے۔ وہ جزیہ دینے پر مجبور تھے۔ نیز بنی اسرائیل کی عورتوں سے گھریلو کام۔ سینا، پرونا۔ کھانا، پکانا و دیگر نجی خدمتیں لی جاتی تھیں۔ غرض ایسے المناک وجاں گداز دور میں جب کہ بنی اسرائیل پر جینا حرام ہو رہا تھا حضرت موسٰی علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت موسٰیؑ کی پیدائش سے متعلق یہ عام طور پر مشہور ہے کہ اس وقت جب بنی اسرائیل کو ختم کرنے کے لیے ان کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کیا جا رہا تھا۔ آپ تولد ہوئے اس بیان پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ قتل عام کا ذکر صحیح نہیں اور اس کے متعلق وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر یہ درست ہوتا تو ہارون علیہ السلام جو آپ سے بڑے تھے کیونکر زندہ رہ سکتے تھے۔ لیکن جن لوگوں کو مذکورہ بیان ہی پر اصرار ہے وہ کہتے ہیں کہ جب قتل عام سے بنی اسرائیل کا صفایا ہونے لگا یا نیست و نابود ہو جانے سے اس بات کا قوی احتمال پیدا ہوا کہ اگر قتل عام یونہی ہوتا رہا تو چند ہی روز میں قوم فرعون (قبطی) اپنے خدمت گاروں اور نوکروں (بنی اسرائیل) سے ہاتھ دھو بیٹھے گی تب یہ طے پایا کہ بنی اسرائیل کے نومولود بچوں کا قتل مسلسل نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اس میں کچھ وقفہ رکھنا چاہیئے۔

وجہ تسمیہ بہر کیف یہ تھے وہ روح فرسا حالات جن میں آپ تولد ہوئے۔ عبرانی میں آپ کا نام موشا آتا ہے۔ جس کے معنی آب و درخت کے ہیں۔ آپ چونکہ بقول علامہ طبری اپنی پیدائش کے تین روز بعد ایک صندوق میں رکھ کر بہا دیئے گئے۔ اور فرعون کی بیوی آسیہ نے اس مناسبت سے کہ آپ دریا میں بہتے ہوئے پانی اور درختوں میں پائے گئے۔ آپ کا نام موشا تجویز کیا۔ یہی وہ لفظ ہے جو آگے چل کر عربی زبان میں موسٰی ہو گیا۔ لیکن معنی اس کے وہی رہے جو موشا کے ہیں۔

قرآن حکیم میں آپ کا ذکر حسب ذیل مقامات میں آتا ہے۔ سورۂ بقرہ۔ آل عمران النساء۔ المائدہ۔ الانعام۔ الاعراف۔ الانفال۔ یونس۔ ھود۔ الرعد۔ ابراھیم۔ النحل۔ بنی اسرائیل۔ الکہف۔ مریم۔ طہٰ۔ انبیاء۔ المومنون۔

Marfat.com

الفرقان۔ الشعراء۔ النمل۔ القصص۔ العنکبوت۔ السجدہ۔ الاحزاب
والصفت۔ المومن۔ الزخرف۔ الدخان۔ الجاثیہ۔ الاحقاف۔ الذریت
القمر۔ الحدید۔ الصف۔ الجمعہ۔ المرسل۔ الحاقہ۔ النزعت۔ البروج۔
الاعلیٰ۔ الفجر۔

جن مخدوش و ناسازحالات سے بنی اسرائیل دوچار تھے ان کے پیش نظر آپ کی والدہ نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنے لخت جگر کو صندوق میں رکھ کر دریا میں بہادیا جائے۔ ممکن ہے کہ اس طرح آپ کی جان بچ جائے۔ چنانچہ آپ کا خیال صحیح نکلا۔ صندوق دریا میں بہتا ہوا محل فرعون سے آلگا قدرت خدا کہ اس پر بی بی آسیہ کی نظر پڑ گئی اور وہ اسے نکلوا کر محل میں لے آئیں۔ چنانچہ وہ بچہ جس کے قتل کرنے کے منصوبے عمل میں آرہے تھے۔ فرعون ہی کے گھر میں پرورش پانے لگا۔

ہر چند شکل و شباہت خدوخال سے اندازہ لگالیا گیا کہ یہ بنی اسرائیلی بچہ ہے اور فرعون اس کے قتل پر آمادہ بھی ہو گیا۔ تاہم بی بی آسیہ نے کسی معقول ترکیب سے اس کو ظلم کے پنجہ سے چھڑالیا۔ اور کہا کیا ضرور ہے کہ یہ وہی بچہ ہے کہ جس کو قتل کرنا درکار ہے۔ غرض آپ بچالیے گئے۔ اور اس پر لطف یہ کہ قدرت نے شیرخواری کے لیے بھی آپ ہی کی والدہ کو محل فرعون میں پہنچا دیا۔

اس بات کے بیان کی حاجت نہیں کہ مصر میں آپ کس قدر محترم خیال کیے جاتے تھے۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ حاکموں کی اولاد کا ہر کوئی احترام کرتا ہے۔ پھر آپ تو فرعون ایسے طاقتور بادشاہ کے بیٹے سمجھے جاتے تھے۔ جو اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا۔ علاوہ ازیں خود حضرت موسیٰ بھی ایک طویل القامت اور مضبوط جسم کے آدمی تھے۔ چنانچہ ہر شخص آپ کی تعظیم کرتا اور آپ سے خوف کھاتا تھا۔

ایک روز آپ نے دیکھا کہ ایک قبطی (قوم فرعون) ایک غریب اسرائیلی پر بری

Marfat.com

طرح برس رہا ہے اور مار مار کر ادھ مُوا کر رہا ہے۔ آپ طیش میں آ گئے اور قبطی کے منہ پر ایسا شدید طمانچہ رسید کیا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ دوسرے روز آپ کو پھر یہی واقعہ پیش آیا قبطی نے کہا کل تو ایک شخص کو تم نے مار ڈالا کیا آج مجھے بھی مار ڈالو گے؟ اور کسی طرح سے پھر وہ شخص بھاگ نکلا اور فرعون کے پاس جا کر اسے صورت حال سے مطلع کیا۔ فرعون کچھ تو پہلے ہی سے جلا بھنا بیٹھا تھا۔ اب جو اس نے اپنی قوم کے فرد سے ایک قبطی کا قتل سُنا تو آگ بگولا ہو گیا اور اس نے آپ کے گرفتار کیے جانے کا حکم دے دیا۔

ہجرت محکوم قوم کے فرد کی حمایت میں ایک قبطی کو مار ڈالنے سے آپ کے دل میں بھی یہ خدشہ یقیناً گزرا ہو گا کہ فرعون اس واقعہ سے مطلع ہو کر ضرور کوئی تادیبی کارروائی کرے گا چنانچہ جب فرعون تک بات پہنچی اور آپ کو اپنی گرفتاری کا علم ہوا تو آپ مصر سے بھاگ نکلے۔ تاریخ الرسل والملوک میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ سات دن اور سات راتیں مسلسل چلتے رہے۔ یہاں تک کہ مدین پہنچ گئے۔

ملاقات شعیبؑ مدین پہنچ کر آپ نے ایک کنوئیں پر لوگوں کا ہجوم دیکھا ان کے قریب پہنچے تو آپ نے دو لڑکیوں کو اپنے مویشی لیے لوگوں سے ایک طرف الگ تھلگ اس بات کا منتظر پایا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر فارغ ہوں تو ہم اپنے جانوروں کو پانی پلائیں۔ آپ کو ان کا حال معلوم کرنے پر کہ ان کا باپ بوڑھا ہے۔ اور اس کے علاوہ گھر میں کوئی مرد نہیں جو مویشیوں کو پانی پلا کر لا سکے۔ ان پر بڑا ترس آیا۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور کنوئیں کا وہ پتھر جو بہت سے آدمی مل کر ہٹاتے اور پانی پلاتے۔ آپ نے خود اکیلے ہٹایا اور ان کے جانوروں کو پانی پلا کر انہیں رخصت کر دیا اور خود وہیں کنوئیں کے قریب ہی کسی جگہ پر بیٹھ گئے۔ لڑکیاں جب اپنے گھر پہنچیں اور باپ سے آپ کا ذکر کیا تو ان کے باپ کو آپ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا چنانچہ آپؑ جناب شعیبؑ کے گھر میں بُلا لیے گئے۔

Marfat.com

جب حضرت موسیٰؑ بلاوے پر ان کے گھر پہنچے اور لڑکی نے کہا کہ بابا جان ہم دونوں گھر کی طرف چلے آ رہے تھے کہ ہوائیں بدن کے کپڑے اڑا اڑا کر میرے جسم کو ننگا کرنے لگے تو یہ مجھ سے آگے بڑھے۔ اور کہا کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو اور میں آگے آگے چلوں گا۔ تم راستہ بتاتے چلو میں چلتا آؤں گا۔ بزرگوار یہ سن کر اور زیادہ خوش ہوئے چنانچہ انہوں نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرالیا جناب شعیبؑ قوم مدین کے پیغمبر بھی تھے اور اپنے قبیلے کے سردار بھی۔ جناب موسیٰؑ نے ایک عرصہ تک حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں رہنے کی سعادت پائی ایک معینہ مدت کے بعد جو بعض کے نزدیک دس برس ہے۔ آپ کا نکاح حضرت شعیبؑ نے اپنی بیٹی حضور سے کر دیا۔ دس برس کے بعد جب آپ مصر کو چلے ہیں تو راستے میں کوہ طور پڑا۔ شب کی تاریکی پھیل چکی تھی حضرت موسیٰ کو آگ کی ضرورت پیش آئی آپ طور پر آگ لینے چلے گئے۔

موھبت نبوت طور پر آپ کو ایک روشنی دکھائی دی۔ لیکن آپ اس کے جتنے قریب پہنچے گئے وہ اتنی ہی آپ سے دور ہٹتی چلی گئی۔ پھر آپ نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس روشنی کا رنگ نہایت صاف و شفاف ہے دھوئیں کا کہیں نام تک نہیں۔ روشنی کا یہ عالم دیکھ کر آپ کا بڑھتا ہوا استعجاب و حیرت آپ کی طبیعت پر ہیبت طاری کرنے لگا۔ آپ وہاں سے پلٹنا چاہتے تھے کہ ندا آئی۔ انی انا رب العٰلمین۔ ٹھہرو اے موسیٰ گھبراؤ نہیں۔ میں ہوں تمام جہانوں کا رب۔ اس کے بعد پھر حکم ہوا۔ اخلع نعلیک انک بالوادی المقدس۔ اے موسیٰ جوتے اتار دو کہ آپ اس وقت وادی قدس میں ہیں۔ یہی وہ موقع جہاں آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے نوازا۔ فرمایا۔ وانا اخترتک فاستمع لما یوحی۔ اور ہم نے تمہیں چن لیا پس جو کچھ تمہیں وحی کی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو۔

مکالمہ مورخین کہتے ہیں اس وقت آپ کا سن مبارک اسی سال کے لگ بھگ تھا چنانچہ اب آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے

لیے مامور کیا۔ آپ نے مصر کا رُخ کیا اور اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس پہنچے اور اس سے دو مطالبات کئے پہلا یہ کہ اپنے آپ کو خدا کہلوانا چھوڑ دے۔ اور اُس ایک خدا کی بارگاہ میں جھک جا کہ جو حاکموں کا حاکم اور تمام جہانوں کا رب ہے۔ دوسرا یہ کہ بنی اسرائیل کو جسے اپنی غلامی میں پکڑ رکھا ہے چھوڑ دے اور جو سلوک بنی اسرائیل سے روا رکھا جا رہا ہے وہ باعث ننگِ آدمیت ہے۔ فرعون کی خدائی پر جب ضرب کلیمی پڑی تو وہ غضبناک ہو کر بولا۔ اگر ایسا ہی ہے کہ تم فرستادہ خدا ہو تو بتاؤ تمہارا خدا کون ہے؟ موسیٰ نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی خلقت بخشی پھر اسکی رہنمائی کی فرعون اس جواب سے ہر چند لاجواب ہوا لیکن بدبختی و تیرگی اس کے دل و دماغ پر مسلط تھی کہنے لگا اچھا یہ تو بتاؤ وہ لوگ جو پچھلے وقتوں میں گزر چکے ہیں اب وہ کس حال میں ہیں۔

موسیٰ نے جواب میں کہا "اس بات کا علم میرے رب کے نوشتہ میں ہے اور میرا رب ایسا نہیں جو کھویا جائے یا بھول جائے" پھر آپ نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونے کی طرح بچھا دیا۔ اور نقل و حرکت کے لیے اس میں راستے نکال دیئے اور آسمان سے پانی برسایا۔ اس کی آبپاشی سے ہر قسم کی نباتات کے جوڑے پیدا کر دیئے کہ خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشی بھی چراؤ۔ اس بات میں عقل والوں کے لیے کیسی کھلی نشانیاں ہیں۔ اس نے اسی زمین سے تمہیں پیدا کیا۔ وہ اسی میں لوٹاتا ہے اور پھر اسی سے دوسری بار اٹھائے جاؤ گے"

فرعون اس مسکت جواب سے عاجز آگیا۔ لیکن کہنے لگا۔ کہ اے قوم یہ رسول جو تمہاری ہدایت کا مدعی بن کر آیا ہے سوائے اس کے کہ دیوانہ ہے اور کچھ نہیں۔ موسیٰؑ نے کہا کہ وہ ذات جو مشرق و مغرب اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے غرض ہر شے کی مالک اور پروردگار ہے۔ اگر تم کچھ سمجھ بوجھ رکھتے ہو تو جان لو کہ اسے اپنی ذات کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ۔ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب فرعون کے ہتھیار ایک ایک کر کے بیکار ہوتے

Marfat.com

جا سہے تھے۔ یہاں تک کہ ضرب کلیمی کی شدت برداشت نہ کر سکا اور چلا اٹھا "موسیٰ اگر تم اپنی حرکت سے باز نہ آئے۔ تم نے میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنایا تو سن لو میں تمہیں زنجیروں میں جکڑ دوں گا"۔ گو۔ کہنے کو تو فرعون نے ایک جابر و قاہر بادشاہ کی حیثیت سے آپ کو جان کی دھمکی دے دی۔ لیکن آپ کا حصارِ کردار اور بلندی سیرت اتنی تھی کہ اسے آپ کے اوپر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں پڑی۔

اب فرعون سے جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو استہزا کی سوجھی۔ کہنے لگا اے میری قوم تمہارے لیے میں اپنے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتا۔ اور ہاں اے ہامان میرے لیے تم ایک اونچی سی۔ کوئی بلند و بالا عمارت بنواؤ کہ جس سے میں آسمان پہ جا سکوں اور وہاں سے موسیٰ کے خدا کی خبر لا سکوں۔

اے میری قوم کے سردارو موسیٰ میرے نزدیک یقیناً جھوٹا ہے۔ پھر اس نے حضرت موسیٰ پر طعن و تشنیع کے تیر برسانے شروع کر دیئے کہنے لگا اے موسیٰ کیا تم بھول گئے کہ ہم نے تجھے پال پوس کر جوان کیا ہے۔ تمہیں برس ہا برس اپنے پاس رکھا ہے۔ اور پھر وہ جرم کیا اب تمہیں یاد نہیں کہ تم ہماری قوم کے ایک فرد کو قتل کر کے بھاگ نکلے تھے اور ہم نے تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں کیا۔ حضرت موسیٰ نے جواب میں کہا۔ ہاں میں ضرور بھاگا تھا مگر اس لیے نہیں کہ میں نے اسے جان بوجھ کر قتل کیا تھا۔ بلکہ اس لیے اور صرف اس لیے کہ تم بے انصاف واقع ہوئے ہو اور حق و صداقت تم سے کوسوں دور ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری ہدایت کے لیے منتخب کر لیا تو میں بے خوف و خطر تمہارے پاس چلا آیا۔ یہ آخری جملہ فرعون کے نزدیک ایک للکار خیال کیا گیا۔ اب فرعون کا اضطراب بڑھنے لگا چنانچہ اس نے بڑے کرب و اضطراب کے ساتھ آپ سے کہا کہ اگر تم واقعی خدا کے رسول ہو تو ہمارے ملک کے ساحروں سے تمہیں مقابلہ کرنا ہوگا اور ثابت کرنا ہوگا کہ تم واقعی خدا کے سچے رسول ہو چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

کی تائید پر فرعون کا چیلنج قبول کر لیا۔

ساحران فرعون

فرعون نے اپنے تمام ساحران ملک کو اکٹھا کیا اور ان سے یہ انعام طے کر کے کہ موسیٰؑ سے بازی لے جانے پر نہیں اپنے مقربوں میں داخل کر لیا جائے گا۔ انہیں موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے تیار کیا۔ ادھر حضرت موسیٰؑ اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی معیت میں فرعون کے دربار میں پہنچے۔ قرآن حکیم نے اس واقعہ کو جب ساحروں نے آپ کو مقابلہ پر دیکھا۔ یوں بیان کیا ہے۔ وجاء السحرۃ فرعون قالوا ان لنا اجراً ان کنا نحن الغالبین قال نعم وانکم لمن المقربین۔ قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون نحن الملقین۔ قال القوا فلما القوا سحروا اعین الناس واسترھبوھم وجاءو بسحر عظیم۔ واوحینا الیٰ موسیٰ ان الق عصاک فاذا ھی تلقف ما یافکون۔ فوقع الحق وبطل ما کانوا یعملون۔ فغلبوا ھنالک وانقلبوا صاغرین۔ والقی السحرۃ ساجدین قالوا اٰمنا برب العٰلمین رب موسیٰ وھارون۔

(ترجمہ) جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا کہ اگر ہم موسیٰ پر غالب آ گئے تو ہمیں کیا انعام ملے گا؟ اس نے جواب میں کہا کہ تمہیں ضرور انعام دیا جائے گا اور تم سب کے سب میرے مقربین میں داخل کر لئے جاؤ گے۔ تب ساحروں نے آپ سے کہا اے موسیٰؑ تم ڈالتے ہو یا کہ ہم ڈالیں۔ آپ نے کہا۔ تم ڈالو چنانچہ جب ان لوگوں نے اپنی رسیوں کو ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر سحر کر دیا اور لوگ ان سے ڈر گئے۔ اور وہ لوگ ایک بڑا بھاری جادو لائے اور ہم نے موسیٰؑ کو وحی بھیجی کہ تم اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو۔ چنانچہ وہ اسے بیلنے لگا جو وہ فریب کر رہے تھے۔ چنانچہ حق ثابت ہو گیا اور وہ لوگ جو کچھ وہ کر رہے تھے وہ باطل ہو گیا۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس گئے اور ساحر لوگ سجدے میں گرا دیئے گئے انہوں نے کہا کہ ہم پروردگار عالم پر جو موسیٰؑ و ہارون

Marfat.com

کا پروردگار ہے ایمان لاتے ہیں۔

مقابلہ ہونے سے قبل جب حضرت موسیٰؑ و ہارون علیہما السلام دونوں بھائی طے شدہ پروگرام کے مطابق مقابلہ کو آتے ہیں تو ان دونوں کو آتا دیکھ کر فرعون کے درباری بولے قالوان ھٰذٰن لسٰحرٰن یریدٰن ان یخرجٰکم من ارضکم بسحرھما ویذھبا بطریقتکم المثلیٰ ہ فاجمعوا کیدکم ثم ائتوا صفا وقد افلح الیوم من استعلیٰ ہ (ترجمہ) درباریوں نے کہا کہ یہ دونوں بھائی ضرور جادوگر ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے سحر کے زور پر تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں اور پھر تمہارے شرف و عظمت کے مالک ہو جائیں۔ پس اپنے تمام جادو بیچ اکٹھے کرلو اور پرا باندھ کر ڈٹ جاؤ سمجھو آج بازی لے گیا سمجھو وہی کامیاب ہوا۔

تفسیر حسینی بغوی میں لکھا ہے ساحرین فرعون بالآخر پکار اٹھے کہ یہ حق ہے جس کی موسیٰؑ دعوت دیتے ہیں اور وہ باطل ہے جو فرعون لیے بیٹھا ہے ہم موسیٰؑ و ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ مگر فرعون اس کھلم کھلا بغاوت کو برداشت نہ کر سکا نہایت غضب ناک ہو کر کہنے لگا۔ کیا مجھ سے اجازت لیے بغیر تم موسیٰؑ پر ایمان لے آئے ضرور یہ کوئی خفیہ سازش ہے جو تم نے آپس میں اکٹھے ہو کر کی ہے۔ کہ یہاں کے رہنے والوں کو اس ملک سے نکال باہر کرو۔ اچھا ٹھہرو تو سہی تھوڑی ہی دیر میں تمہیں اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو میں تمہیں کیسی سزا دیتا ہوں تم میرے حکم کے بغیر جو موسیٰؑ پر ایمان لے آئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضرور تمہارا کوئی بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ اچھا دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹواؤں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا۔ پھر تمہیں پتہ چلے گا۔ کہ ہم دونوں میں کون سخت عذاب دینے والا ہے۔ موسیٰؑ کا خدا کہ میں؟ اور کس کا عذاب دردناک اور دیرپا ہے۔ خدا سے موسیٰؑ کا یا کہ میرا؟

Marfat.com

حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے دُور اندیش نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ کوئی دم میں انقلاب رونما ہوا چاہتا ہے۔ لیکن محکومیت و مغلوبیت نے بنی اسرائیل سے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ اور غور و فکر کی تمام راہوں کو مسدود کر دیا تھا ادھر فرعون کی قوم نے ان کو تباہ و برباد کرنے کے لیے منصوبے تیار کر لیے تھے۔ ایک روز درباریوں نے فرعون سے کہا کیا موسیٰؑ اور اس کی قوم کو اسی طرح سے رہنے دیا جائے گا کہ وہ یوں ملک میں فساد برپا کرتے پھریں اور تیرے خداؤں سے باغی رہیں؟ فرعون نے کہا ہرگز نہیں ہم اسے اور اس کی قوم کے مردوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے تاکہ ہم ان پہ غالب رہیں ادھر ان کا یہ عالم تھا کہ آپ سے جھنجلا جھنجلا کر کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے اچھے درد مند بن کر آئے کہ ظالم فرعون نے تمہاری ہی بدولت ہمیں دوہرے عذاب میں گرفتار کر رکھا ہے۔ ہر چند فرعون کے درباریوں میں ایک رکن نے جس کے دل میں نورِ حق پیدا ہوا موسیٰؑ کی حمایت کی اس نے کہا میں اب تک اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا لیکن آج کہ تم نے موسیٰؑ اور اس کی قوم کے قتل کے ارادے مکمل کر لیے۔ مجھ سے یہ کہے بغیر اور اپنا ایمان ظاہر کیے بغیر نہ رہا گیا تم نے درحقیقت یہ قتل و غارتگری کے منصوبے موسیٰؑ اور اس کی قوم کے لیے نہیں باندھے بلکہ خود اپنی ہلاکت و بربادی کے سامان پیدا کیے ہیں۔ اے قوم کیا موسیٰؑ کو تم صرف اس بنا پر قتل کرتے ہو جس کا قصور اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب۔ اللہ ہے اور وہ اس کی طرف سے تمہارے لیے واضح دلائل بھی لے کر آیا ہے۔ دیکھو۔ ان دو باتوں میں سے ایک لازم ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پہ ہے اور اگر وہ سچا ہے تو سن لو کہ جن باتوں کی وہ تنبیہ اور وعید کرتا ہے وہ یقیناً ہو کے رہیں گی۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اسے فلاح اور کامیابی کی ہرگز راہ نہیں دکھاتا جو حد سے تجاوز کر لینے والا ہو۔ پھر اس نے کہا اے قوم مانا کہ آج تمہاری حکومت ہے اور ملک میں تمہارا ہی اثر و نفوذ اور غلبہ ہے۔ لیکن اگر اللہ کے عذاب نے تمہیں آ لیا تو کان کھول کر سن لو کہ پھر اس کی گرفت سے تمہیں دنیا کی کوئی طاقت چھڑا

Marfat.com

نہیں سکے گی۔

بنی اسرائیل کی بے حسی بنی اسرائیل جو واقعات کو دیکھ دیکھ کر دم بخود ہوئے جا رہے تھے اور کاٹو تو لہو نہ تھا۔ بدن میں ان کے دل و دماغ پر خوف اور ہراس چھایا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا اے لوگو۔ اگر تم سچ مچ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ وہ ایک ذات اتنی بڑی طاقت و قدرت رکھتی ہے کہ انسان کے حیطۂ فکر کر و خیال میں نہیں آسکتی تو یقین رکھو کہ آخر کار تم ہی غالب آؤ گے۔ تمہیں چاہیے کہ تم اس کی ذات پر بھروسہ کرو اور ہرگز ہرگز فرعون اور اس کی طاقت سے نہ ڈرو۔

جب قوم تیرہ بخت کی مہلت کا وقت ختم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے کر مصر سے ہجرت اختیار کرو۔ چنانچہ بنی اسرائیل راتوں رات نکلے مگر فرعون اور اس کی جابر قاہر قوم نے ان کا پیچھا کیا۔ اس وقت ایک عجیب عالم تھا۔ بنی اسرائیل نے دیکھا کہ پیچھے دشمن اپنے لاؤ لشکر لیے پکڑنے کو آ رہا ہے اور آگے سمندر ہے خیال کیا کہ اب ہم ضرور پکڑ لیے جائیں گے۔ بنی اسرائیل پر جب پریشانی کے آثار ظاہر ہونے لگے تو موسیٰؑ نے ان سے کہا۔ اے قوم تم جس خیال میں ہو ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ بات دل سے نکال دو کہ ہمیں دشمن گھیر لے گا اور ہم پکڑ لیے جائیں گے۔ ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے وہ یقیناً ہمیں سلامتی کا راستہ دکھائے گا۔

نصرت حق قریب تھا کہ بنی اسرائیل مصائب میں گھر جاتے۔ فرعون ان کے سر پہ آپہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے موسیٰؑ آگے بڑھو۔ مالک ازلی کا حکم پاتے ہی موسیٰ اپنی قوم کو ساتھ لیے آگے بڑھے اور اس کی فرمانبرداری کے صلے میں صحیح اور سلامت دریا کے پار اتر گئے۔ ادھر فرعون نے جو بنی اسرائیل کو آگے بڑھتے دیکھا تو ان کی دیکھا دیکھی یہ بھی ان کے پیچھے ہو لیا ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان نہیں رکھتا تھا بلکہ خود کو خدا کہلواتا تھا۔ یہ پیش قدمی اس کے کام نہ آئی۔ عذاب الٰہی نے تلاطم کی صورت

Marfat.com

ہیں اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔ قرآن حکیم اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے۔ اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی نازل کی کہ اپنے عصا کو سمندر پر دے مارو۔ پس وہ پھٹ گیا اور اس کا ہر حصہ ایک بڑے تودے کی مانند تھا۔ اور پھر ایسا ہوا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا یہ دیکھ کر فرعون اور اس کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن ہم نے بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون کو مع لشکر غرق کر دیا۔ اور ہاں فرعون جب سمندر میں غرق ہونے لگا تو چلایا اور کہنے لگا اے موسیٰؑ میں ایمان لاتا ہوں کہ اس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں تو اب ایمان لایا ہے کہ اس سے پہلے برابر ہماری نافرمانی کرتا رہا تو دنیا کے مفسدوں میں سے ایک بڑا ہی مفسد تھا۔ اب تیرا ایمان لانا کسی کام کا نہیں۔ البتہ اب ہم ایسا کریں گے کہ تیرے جسم کو سمندر کی موجوں سے بچا لیں گے تاکہ آنے والوں کے لیے تیرا وجود قدرت حق کی ایک علامت بن جائے کیونکہ اکثر انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں سے بالکل غافل ہیں۔

آیت اللہ

چنانچہ قرآن حکیم کا یہ بیان جو ایک طویل مدت تک غور و فکر کا مرکز رہا۔ اٹھارھویں صدی کے آخر میں واضح طور پر دنیا کی نگاہوں کے سامنے آگیا جب مصر میں قدیم بادشاہوں کی حنوط شدہ لاشیں برآمد ہونی شروع ہوئیں تو ان میں سے ایک لاش فرعون مذکور کی بھی نکل آئی جو علمائے مصر و دیگر محققین کی نگاہ میں بالتحقیق صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ یہ اس فرعون ہی کی لاش ہے جسے قدرت الٰہی نے اولاد آدم کے لیے نمونہ عبرت بنا دیا ہے۔

قیام

بنی اسرائیل نے حضرت یوسفؑ کے دور وزارت خوراک سے لے کر موسیٰ علیہ السلام کے عہد رسالت تک کتنے سو برس مصر میں قیام کیا اور اس عرصہ میں

Marfat.com

میں بنی اسرائیل کا سلسلہ نسل کہاں تک پھیلا؟ اس سے متعلق مختلف بیانات ہیں جو سب کے سب تورات ہی سے لیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک بیان یہ ہے کہ بنی اسرائیل مصر میں چار سو برس رہے اور اس مدت میں ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی یہ بات صریحاً غلط ہے اگرچہ تورات کے بیانات میں تضاد پایا جاتا ہے تاہم انہی سے غور و فکر کے بعد صحیح بات بھی نکل ہی آتی ہے کہ اصل میں بنی اسرائیل نے مصر میں دو سو ستر برس تک قیام کیا ہے اس کی تفصیل از روئے کتب یہود کے یوں ہے کہ جب قاہات اپنے دادا حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر میں آئے تو صرف تین برس کے تھے جب قاہات کے ہاں عمران پیدا ہوئے تو ان کی عمر ساٹھ برس کی ہوئی۔ عمران کی عمر جب حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے اسی برس کی تھی اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر مصر چلے ہیں اسی برس کے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اس حساب سے مصر میں بنی اسرائیل جب وہ حضرت یعقوبؑ کے ساتھ آئے اور حضرت موسیٰؑ کے ہمراہ واپس گئے دو سو ستر ۲۷۰ برس رہے۔

ع دروغ گو را حافظہ نباشد۔

تورات کے متضاد بیانات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جو بات اسرائیلیوں کے جی میں آئی اسے الہام سے منسوب کر کے تحریر کر دی۔ یہی سبب ہے کہ تورات کے بیان میں تضاد ہر قدم پر عیاں ہے جس نے ان کے جھوٹ کی قلعی بالکل کھول دی چنانچہ بنی اسرائیل کی تعداد کا ذکر بھی اسی طرح کا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا بیان ہے۔

داستان بنی اسرائیل

غرقابی فرعون کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لیے وادی سینا کی آزاد فضاؤں میں آکر مقیم ہوئے لیکن وہ قوم جس کے مزاج میں بوئے غلامی صدیوں سے رچی بسی ہوئی ہو وہ حریت کی قدر و قیمت تو کیا اس قسمت کے حصول کے لیے بھی کسی زحمت کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتی چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کی

آزادی اور سلامتی کے لیے علم حق بلند کیا اور فرعون سے اعلانیہ مخالفت مول لی تو بنی اسرائیل بہت جز بز ہوئے۔ تورات میں ہے "اور جب فرعون نزدیک ہوا۔ اور بنی اسرائیل نے آنکھیں اوپر کیں اور مصریوں کو اپنے پیچھے آتے دیکھا وہ شدت سے ڈرے۔ تب بنی اسرائیل نے خداوند سے فریاد کی۔ اور موسیٰ سے کہا کہ کیا مصر میں قبروں کی جگہ نہ تھی کہ تو ہم کو بیاباں میں مرنے کے لیے لایا ہے۔ تو نے ہم سے یہ کیا معاملہ کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا کیا یہ وہی بات نہیں جو ہم نے مصر میں تجھ سے کہی تھی کہ ہم سے ہاتھ اٹھا تاکہ ہم مصریوں کی خدمت کریں کہ ہمارے لیے مصریوں کی خدمت کرنا بیاباں میں مرنے سے بہتر ہے" (خروج ۱۴/۱۰-۱۲) مصریوں کی غلامی سے نجات پا کر بجائے اس کے کہ یہ لوگ شکر خداوندی بجالاتے اب قدم قدم پر حضرت موسیٰ سے شکایات کرتے اور کفران نعمت کے مرتکب ہوتے۔ کبھی کہتے اے موسیٰ تم ہمیں کہاں اٹھا لائے جہاں کھانے کو ملتا ہے نہ کچھ پینے کو ہمیں تو اس حال سے مصریوں کی غلامی ہی بہتر تھی تورات میں ہے "ساری جماعت بنی اسرائیل کی اس بیاباں میں موسیٰ اور ہارون پہ جھنجلائی اور بنی اسرائیل کہ کاش ہم خداوند کے ہاتھ زمین مصر میں جس وقت کہ ہم گوشت کی ہانڈیوں کے پاس بیٹھتے تھے اور روٹی من بھر کے کھاتے تھے مارے جاتے۔ کیونکہ تم ہم کو اس بیاباں میں نکال لائے ہو کہ سارے مجمع کو بھوک سے ہلاک کرو (خروج ۱۶/۳-۱) حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی شکایت کو عرض کیا چنانچہ مبدا فیاض نے ان کی بھوک پیاس کا اس طور انتظام کیا کہ بنی اسرائیل کو سفید یا زرد رنگ کے دانے جو دھنیئے کے دانے جلیے ہوتے تھے زمین پر منتشر ملنے لگے یہ اسے جمع کرتے۔ پیسنے اور اسکی روٹی پکا کر کھا لیتے۔ یہ من کہلائے پھر جب منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے گوشت کو جی چاہا تو پھر منہ بسور کر بیٹھ گئے موسیٰ نے پھر عرض کیا چنانچہ قدرت الٰہی نے سلویٰ کو نازل کیا یہ ایک قسم کے پرندے تھے جو دریا کی جانب سے آتے تھے بنی اسرائیل ان سے گوشت حاصل کرتے۔ پانی کی ضرورت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت

Marfat.com

کاملہ نے یوں پورا کیا کہ دامن کوہ سے بارہ چشمے نکل آئے۔

کفران نعمت مصر کی غلامی سے نجات پانے کا سجدہ شکر ادا کرنے کے لیے اور کچھ دیر گوشہ تنہائی پکڑنے کو جب حضرت موسیٰ طور پہ چلے گئے اور تین ماہ تک وہاں قیام کیا تو اس عرصہ میں بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو بھلا کر پھر سرکشی اختیار کر لی اور ایک گائے کو جسے سامری نے تیار کیا اپنا نجات دہندہ سمجھ کر پوجنا شروع کر دیا۔ سامری سے متعلق کوئی حتمی رائے قائم نہیں ہو سکی کہ وہ کون تھا؟ بنی اسرائیل سے تھا یا کسی اور قوم سے بہرکیف اتنا یقینی ہے کہ اس کا اصل نام حور تھا اور وہ موسیٰؑ پہ ایمان لا چکا تھا لیکن آپ کی عدم موجودگی میں وہ پھر گمراہ ہو گیا۔ اور نہ صرف خود سیدھی راہ سے بھٹکا۔ بلکہ اپنے ساتھ تمام قوم اسرائیل کو بھی لے مرا۔ حضرت موسیٰؑ طور پہ جاتے ہوئے اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو جانشین بنا گئے تھے اور ان کے ساتھ سلمری کو بطور معاون مقرر کر دیا تھا۔

جناب ہارونؑ حضرت ہارون علیہ السلام بھی نبی تھے۔ مگر ایک نبی کی ذات سے یہ قطعاً بعید ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے معبود بنائے اور پھر اس کی پرستش کی قوم کو ترغیب دے لیکن تورات میں یہ الزام آپ ہی کو دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے ”جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰؑ پہاڑ سے اترنے میں دیری کرتا ہے تو وہ ہارون کے پاس جمع ہوئے اور اسے کہا کہ اٹھ ہمارے لیے معبود بنا کہ ہمارے آگے چلے۔ کیونکہ یہ مرد موسیٰؑ جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا ہم اسے نہیں جانتے کہ کیا ہوا۔ ہارون نے انہیں کہا کہ زیور سونے کے جو تمہاری بیویوں اور تمہارے بیٹوں اور تمہاری بیٹیوں کے کانوں میں ہیں توڑ توڑ کے مجھ پاس لاؤ۔ چنانچہ سب لوگ سونے کے زیور جو ان کے کانوں میں تھے توڑ توڑ کے ہارون کے پاس لائے اور اس نے ان کے ہاتھوں سے لیا اور ایک بچھڑا ڈھال کر اس کی صورت حکاکے ہتھیار سے درست کی اور انہوں نے کہا۔ کہ

Marfat.com

اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا اور جب ہارون نے یہ دیکھا تو اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کیلئے عید ہے۔ اور وہ صبح کو اٹھے۔ اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گزرانیں اور لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھیلنے کو اٹھے (خروج ۳۲ / ۱ ـ ۶) اس کے بعد بیان کیا ہے کہ جب موسیٰؑ طور سے واپس آئے تو انہوں نے ہارون سے کہا۔ کہ تمہارے ساتھ قوم نے کیا کیا تھا کہ تم سب اتنا بڑا گناہ کرنے لگے ہارون نے کہا کہ میرے سردار مجھ پر ناراض مت ہو آپ کو تو معلوم ہے کہ اس قوم کو شر سے کیسی دلچسپی ہے۔ ان لوگوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ ہمارے لیے ایک خدا بنا دیجئے جو ہمارا پیشوا بنے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ موسیٰؑ پر جو ہمیں مصر سے لایا تھا کیا مصیبت آئی ہیں نے ان لوگوں سے کہا کہ تم میں سے جس کے پاس سونا ہو وہ میرے پاس لے آئے۔ میں نے اس سونے کو آگ میں ڈال دیا اور اس سے ان کیلئے یہ بچھڑا نکل آیا۔" تورات کے اس بیان نے تو ماقبل کے مضامین کو بھی مات کر دیا۔

قرآن حکیم اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے۔ فکذالک القی السامری فاخرج لھم عجلا جسد لہ خوار فقالوا ھذا الھکم والہ موسیٰ فنسی افلا یرون الا یرجع الیھم قولا ولا یملک لھم ضرا ولا نفعا ولقد قال لھم ھرون من قبل یا قوم انما فتنتم بہ ۰ وان ربکم الرحمن فاتبعونی واطیعوا امری قالوا لن نبرح علیہ عکفین حتی یرجع الینا موسیٰ قال یھرون ما منعک اذ رأیتھم ضلوا الا تتبعن افعصیت امری قال یا بنؤم لا تاخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی ۰

چنانچہ اس طرح جب سونا فراہم ہو گیا تو سامری نے اسے آگ میں ڈالا اور ان کے لیے ایک بچھڑا بنا دیا۔ محض ایک بے جان جسم جس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔ لوگ یہ دیکھ کر بول اٹھے یہ ہے موسیٰؑ کا اور ہمارا خدا۔ لیکن وہ بھول میں پڑ گیا افسوس

Marfat.com

کیا انہیں یہ بات بھی دکھائی نہ دی کہ بچھڑا جو آواز تو رکھتا ہے لیکن ان کی بات کا جواب نہیں دے سکتا۔ اور نہ انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان۔ اور ہارون نے انہیں جتا دیا تھا کہ بھائیو اس کے سوا یہ کچھ نہیں کہ تمہاری استقامت کا امتحان ہو رہا ہے۔ تمہارا رب تو وہی رحمٰن ہے۔ دیکھو میری پیروی کرو اور میرے کہنے سے باہر مت چلو۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ جب تک موسیٰؑ ہمارے پاس نہ آ جائے ہم اس پرستش پہ جمے ہی رہیں گے۔

موسیٰؑ نے کہا۔ اے ہارون جب تو نے دیکھا کہ یہ لوگ گمراہ ہو رہے ہیں تو کیا بات پیش آئی جو تو نے ان کو روکا نہیں۔ کیا تو نے پسند کیا کہ میرے حکم سے باہر ہو جائے ہارون نے کہا۔ اے میرے عزیز بھائی میری داڑھی اور سر کے بال مت نوچ مجھے ڈر تھا کہ تم کہیں یہ نہ کہو کہ تو نے بنی اسرائیل کے فرقے بنا دیئے اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

جناب ہارون علیہ السلام نے اپنی برأت میں پھر کہا کہ میں نے ان کو سختی سے جو نہیں روکا اس کا ایک سبب یہ تھا کہ کوئی بات مانتا اور کوئی نہ مانتا اور اس طرح یہ لوگ فرقوں میں تقسیم ہو جاتے۔ دوسری وجہ یہ کہ یابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی اے میری ماں کے بیٹے یہ قوم مجھے کمزور سمجھتی تھی اور مجھے قتل کیے ڈالتی تھی

قرآن حکیم سے معلوم ہوا کہ بچھڑا سامری نے بنایا تھا سامری مصر کے مندروں کی شعبدہ بازیوں اور کرامتوں سے واقف تھا۔ رئیس المفسرین مفتی مکہ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس نے اس بچھڑے کے خالی پیٹ میں کوئی ایسی کل یا پرزہ بنا دیا کہ جس سے ہوا کے نفوذ و خروج سے آواز پیدا ہو جاتی تھی۔

ضلالت سامری

واقعہ کی تفتیش کے بعد جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو حضرت موسیٰؑ نے سامری سے استفسار کیا۔ اے سامری تجھے کیا ضرورت پیش آئی اس نے کہا کیا کہوں، میرے جی میں ہی کچھ ایسی آ گئی تھی موسیٰؑ نے کہا۔ اچھا اگر ایسا

Marfat.com

ہے۔ تو جا زندگی میں تیرے لیے یہ ہونا ہے کہ تو کہے کہ میں اچھوت ہوں اور ہاں دیکھ جس کی پوجا پاٹھ پر تو جما بیٹھا تھا۔ ہم اسے جلا کے راکھ کر دیں گے اور اس کی راکھ سمندر میں اڑا کر بہا دی جائے گی۔ سامری کے متعلق مورخین کہتے ہیں کہ وہ ہندوستان چلا آیا۔ اور اچھوت قوم اسی کی نسل سے ہے۔ واللہ علم بالصواب۔

حضرت موسٰی علیہ السلام نے اس واقعہ کے بعد بنی اسرائیل کو پھر سے توبہ کرائی اور ان کے دل و دماغ سے گائے کی پرستش کا تصور نکالنے کے لیے گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ لیکن خوئے بدرا بہانہ بسیار کے مصداق وہ بات بات پر حجت کرنے کبھی کہتے گائے کیسی ہو۔ بوڑھی کہ جوان نو عمر کہ بچہ۔ کبھی کہتے اس کا رنگ کیسا ہو؟ اس کا قد کاٹھ کتنا ہو؟ اس کی جسامت کتنی ہو؟ غرض ایک طول و طویل تمام حجت کے بعد وہ گائے کے ذبح کرنے پر آمادہ ہوئے اور گائے ذبح کی گئی۔

سلطنت یہود کے اسباب عروج و زوال

اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل کو وارث تخت و تاج بنایا جائے گا چنانچہ اب وہ وقت آ پہنچا تھا۔ عمالقہ نے بنی اسرائیل پر حملہ کر کے انہیں مٹانا چاہا۔ حضرت موسٰی نے بارہ آدمی اطراف شام میں معلومات لانے کے لیے روانہ کیے۔ جب وہ لوٹ کر آئے اور آ کر عمالقہ کے ڈیل ڈول قدو قامت اور طاقت و جسامت کا حال بیان کیا تو بنی اسرائیل ڈر گئے اور نبی سے اس بات کا صاف انکار کر دیا کہ ہم جہاد نہیں کریں گے اور کہنے لگے اسے موسٰی جا۔ تو اور تیرا رب دونوں مل کر دشمنوں سے لڑو جب کامیابی ہو جائے تو ہمیں پکار لینا۔ بنی اسرائیل کے ان کفر آلود الفاظ سے موسٰی ملول ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے رب میری قوم میرے اختیار میں نہیں البتہ میری جان اور میرا بھائی تیری بارگاہ میں حاضر ہے

Marfat.com

حکم ہوا۔ اے موسیٰؑ تو افسوس نہ کر۔ ہم نے ان پر چالیس برس کے لیے وادی مقدس میں داخل ہونا حرام کر دیا ہے چنانچہ اس ناشکر گزار قوم کے لوگ مذکورہ عرصے تک اردن و فلسطین کے درمیان جنگلوں میں مارے مارے پھرا کئے اور حضرت موسیٰؑ ان کے پیچھے پیچھے۔ وہ کبھی من و سلویٰ طلب کرتے کبھی زمین کی پیداوار مانگتے کبھی کہتے ہم پیاسے مر گئے کبھی کہتے ہم ان جنگلوں میں ویران ہو گئے غرض بنی اسرائیل نے قدم قدم پر کفران نعمت کیا۔

ہارون کا انتقال

عمالقہ بہت قریب تھے کہ حملہ کرتے حضرت موسیٰ اپنے بھائی ہارون۔ یوشع اور کالب کے ساتھ عمالقہ کے مقابلہ کو اٹھے اور بحکم خدا آپ کے مومنوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ادھر منکرین جہاد بیابانوں میں بھٹکتے پھرتے مر کھپ گئے البتہ قدرت الٰہیہ نے چند مومنین اکرام اور ان کی نسل کو محفوظ کر لیا۔ اس دوران میں جناب ہارون علیہ السلام خروج مصر کے چالیسویں برس راہی ملک بقا ہوئے۔ پھر فریضۂ نبوت کے ادا ہونے کے بعد ایک سو بیس برس کی عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس بلا لیے گئے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یوشع نون ابن افراہیم ابن یوسف علیہ السلام کے بیٹے تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ کلثم یا مریم جناب موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد سات برس تک حضرت موسیٰؑ کے نائب اور وصی رہے۔ اس کے بعد نبی ہوئے اور حکم ہوا کہ اے یوشعؑ اب اس جنگل سے کہ جس میں بنی اسرائیل چالیس برس سے بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ انہیں نکال لو۔ اور جہاد کرکے جبارین عمالقہ سے ملک شام لے لو۔ اور اس کے بعد مصر کی طرف بڑھو۔ چنانچہ یوشع ابن نون نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ اس جہاد میں آپ کے ہاتھ سے اکیس بادشاہ قتل ہوئے اور ملک شام پر بنی اسرائیل کا تسلط قائم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا

Marfat.com

ہو گیا کہ اس نے بنی اسرائیل کو ملک و ملت کا مالک بنا دیا۔

حضرت موسیٰؑ کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل کی زمام نظم و نسق حضرت یوشع علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں لی اور آپ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے اردن، فلسطین اور غور میں چلے آئے حضرت موسیٰ کی وفات کے اکتیس ۳۱ برس تک بنی اسرائیل دین موسیٰؑ پر قائم رہے پھر حضرت یوشع کے انتقال کے بعد فیخاس العزر بن ہارون نے بنی اسرائیل کا انتظام و انصرام سنبھالا اور پچیس ۲۵ برس تک استقلال و استقامت کے ساتھ انہیں شریعت موسوی کا پابند بنائے رکھا۔ نیز لکھا ہے کہ توراۃ بھی انہی کے پاس تھی جب ان کا انتقال ہو گیا تو بنی اسرائیل دین سے پھر گئے اور کفر اختیار کر لیا۔ اور کھُلم کھلا بت پرستی کرنے لگے۔

بنی اسرائیل وفات موسوی سے لے کر حضرت طالوت کی حکومت کے عہد تک کہ ان کے سب سے پہلے بادشاہ تھے سات مرتبہ مرتد ہوئے۔ پہلی مرتبہ آٹھ برس تک مرتد رہے دوسری بار اٹھارہ سال تک۔ تیسری دفعہ بیس برس تک۔ چوتھی مرتبہ سات سال، پانچویں بار تین برس۔ اور اکثر اس سے بھی زیادہ عرصے تک چھٹی مرتبہ اٹھارہ سال اور ساتویں بار چالیس برس تک مرتد و کافر اور بت پرست رہے۔ ایسے عالم میں اور اتنی طویل مدت میں اور پھر ایک چھوٹے سے شہر میں جس کا راستہ تین دن میں طے ہو اور ان کی کتاب اور ان کے دین کا ماننے والا بھی ان کے سوا کوئی اور نہ ہو۔ بھلا کونسی کتاب ہے جو محفوظ رہ سکتی ہے۔

حضرت طالوت بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ تھے قرآن حکیم میں ان کا ذکر آتا ہے۔ بنی اسرائیل نے ان کو قتل کر دیا۔ ان کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام ناظم الامور ہوئے جن کی بادشاہت چالیس برس تک قائم رہی داؤد علیہ السلام کے بعد آپ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ بنے اور نبی ہوئے۔ ان کی حکومت بھی چالیس ۴۰ برس تک رہی اور ان کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

Marfat.com

سلیمان ابن داودؑ علیہ السلام کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا رحبعام بن سلیمان بادشاہ بنا جس کی بادشاہت سترہ برس تک قائم رہی رحبعام نے باپ کا دین ترک کر کے اعلانیہ بت پرستی اختیار کر لی۔ اس کی دیکھا دیکھی پھر عوام بھی کافر و بت پرست ہو گئے۔ اسی کے زمانے میں فرعون مصر نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا چنانچہ وہ غالب آیا اور اس نے تلوار کے زور سے بیت المقدس کو لے لیا۔ رحبعام بھاگ نکلا۔ فرعون مصر نے شہر، محل اور ہیکل کو خوب لوٹا۔ اور اس میں جو کچھ تھا اسے لے لوا کر مصر واپس آ گیا۔ رحبعام کفر ہی کی حالت میں مر گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا ابیاس بادشاہ بنا یہ بھی اپنے باپ ہی کے نقش قدم پر چلا اور اس نے بت پرستی کو خوب فروغ دیا۔ اس کی سلطنت چھ برس تک رہی۔ پھر اس کے مرنے کے بعد اسا بن ابیا بادشاہ بنا یہ ایک مومن اور موحد شخص تھا۔ اس نے تمام بت خانے ڈھا دیئے اور ایمان و یقین کی دولت سے عوام کو مالا مال کرنے کی سعی کی اس نے حکومت اکتالیس برس تک حکومت کی۔ اس کے انتقال کے بعد زمام حکومت اس کے بیٹے یہوشافاط کے ہاتھ میں آئی اس سے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ایماندار تھا اس نے پچیس برس تک حکومت کی۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا یہورام حکمران ہوا یہ بے ایمان تھا اور اسی حال میں آٹھ برس حکومت کر کے دنیا سے چلا گیا۔ پھر اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اخزیا بادشاہ کہلایا یہ بھی کفر و ضلالت ہی پر رہا اور اس نے بت پرستی کو خوب ترقی دی — یہ صرف ایک برس حکومت کرنے پایا تھا کہ قتل کر دیا گیا۔ پھر اس کی جگہ عتلیاہ بنت عمری والی سلطنت ہوئی اور یہ سب سے زیادہ بت پرست واقع ہوئی اور بدترین عورت تھی اس نے عہد کیا کہ ہر وہ عورت جو زنا کا ارادہ کرے اسے کوئی روک ٹوک نہ کی جائے اس عورت نے سات برس تک حکومت کی اس کے بعد وہ بھی قتل کر دی گئی۔ اس کے بعد اس کا پوتا یواش ابن اخزیا تخت نشین ہوا وہ بھی کافر و بت پرست رہا۔ اسی نے حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا۔ اس نے برابر چالیس برس تک

Marfat.com

حکومت کی اس کے بعد اس کو اس کے غلاموں نے قتل کر دیا اس کے بعد اس کے بیٹے امصیاہو نے حکومت کی یہ بھی کافر وبت پرست تھا۔ اس نے انتیس ۲۹ برس تک حکومت کی۔ اور پھر قتل ہو گیا۔ اسکے بعد اس کا بیٹا عزیاہو بادشاہ بنا یہ بھی کافر وبت پرست رہا اور اس کی رعایا بھی اسی کے حال پہ قائم رہی ـــ وہ باون ۵۲ برس حکومت کر کے مرگیا۔ عاموص داؤدی بنی اسی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یوتام بادشاہ بنا معلوم نہیں یہ کس حال میں رہا اس نے پچیس برس حکومت کی اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا احاز تخت پر بیٹھا۔ اس نے سولہ برس تک بادشاہت کی یہ بھی مرتے دم تک کافر وبت پرست رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا حزقیا بادشاہ ہوا یہ مومن اور موحد تھا۔ اس نے تمام بت خانے مسمار کر دیئے اور خلق خدا کو توحید کی تعلیم دی نیز بت خانے کے تمام پجاریوں کو قتل کر دیا۔ اس کے انتقال تک رعایا بھی ایمان پہ قائم رہی۔ اس کی بادشاہت کے ساتویں برس بنی اسرائیل کے دس اسباط کی سلطنت ختم ہو گئی اور ان پہ بادشاہ موصل سلیمان الاعسر نے غلبہ پا لیا اس نے ان کو آمد اور جزیرہ کی طرف منتقل کر دیا۔ جہاں یہ لوگ مذہب سامری کے پیروکار ہو گئے۔

حزقیا کی وفات کے بعد اس کا بیٹا منشا حکمران ہوا۔ اس نے بت خانے تعمیر کرائے اور شعیا نبی کو سر سے نیچے تک آرے سے چیر ڈالا۔ جب منشا مر گیا تو اس کا بیٹا آمون تخت پہ بیٹھا یہ بھی مرتے دم تک کافر وبت پرست رہا اس کی حکومت صرف دو برس رہی پھر اس کی جگہ اس کا بیٹا یوشیا بادشاہ بنا۔ یہ ایمان دار تھا۔ اس نے حکومت سنبھالتے ہی تمام صلیبیں توڑ دیں۔ اور انہیں جلا ڈالا۔ تمام قربان گاہوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ اور ان کے پجاریوں کو قتل کر دیا۔ اور اپنے قتل ہونے تک ایمان دار رہا یوشیا کو فرعون مصر نے قتل کیا۔ اس کے بعد یہویاجز اس کا بیٹا تخت پہ بیٹھا وہ نہایت بت پرست واقع ہوا۔ یہاں تک کہ اس نے تورات کا ہن ہاردنی سے لے کر پراگندہ کر دی اور اپنی

Marfat.com

رعایا کو بت پرستی کی ترغیب دی۔ اس کی حکومت صرف تین مہینے رہی کہ فرعون مصر نے اُسے گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی یہویاقیم بن یوشا مسند نشین ہوا۔ اس نے بھی تمام قلمرو میں بت خانے تعمیر کروائے اور تورات کا ہن ہارونی سے لے کر نذر آتش کر دی اور اس کا نشان تک باقی نہ رکھا۔ اس کی حکومت گیارہ برس رہی اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا یہویاکین بادشاہ بنا یہ بھی شدید بت پرست رہا۔ اس کی حکومت بھی صرف تین مہینے رہی اسے بخت نصر نے گرفتار کیا۔ اس کی گرفتاری کے بعد اس کا چچا متنیا بن یوشیا والی ہوا۔ اور صدقیا لقب اختیار کیا۔ اسے بھی بخت نصر نے گرفتار کر لیا۔ بیت المقدس اور شہر کو ڈھا دیا اور تمام بنی اسرائیل کو پکڑ کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔ صدقیا نے گیارہ سال حکومت کی یہ بنی اسرائیل و بنی سلیمان دونوں کا آخری بادشاہ تھا۔

جیسا کہ ہم پچھلے اوراق میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل منتشر ہو گئے۔ اعادہ کے طور پر یہ بات نظر کے سامنے رکھیے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے بارہ خاندان جنہیں اسباط کہا جاتا ہے۔ دو طبقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایک تو وہ جو اولاد یہودا اور بنیامین کا گروہ تھا وہ تو بیت المقدس میں بنی سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی سلطنت میں شامل ہو گیا بقیہ دس اسباط اپنے خاندان کے ایک بادشاہ کی سلطنت میں شریک ہو گئے جو بیت المقدس سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پہ نابلس میں رہتا تھا۔

دس اسباط کے بادشاہوں میں سب سے پہلا بادشاہ یربعام بن ناباط افرائی ابن یوسف علیہ تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کا والی مقرر ہوا۔ اس نے اپنے عہد سلطنت میں سونے کے دو بچھڑے بنائے اور کہا کہ یہی دونوں تمہارے خدا ہیں جنہوں نے تمہیں مصر کے ہاتھوں سے رہائی دلائی۔ نیز اس نے دو قربان گاہیں بنائیں اور ان پر دو مجاور بٹھائے یہ شخص بیس برس تک بادشاہی کر کے مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بت پرست بیٹا ناداب ابن یربعام حکمران ہوا۔ لیکن دو ہی برس حکومت کرنے پایا تھا کہ اسے

Marfat.com

اور اس کے تمام خاندان کے لوگوں کو بنی یساخر کے ایک شخص بعشا بن اپلا نے قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن گیا۔ یہ پرلے درجہ کا بت پرست و کافر تھا۔ اس نے چوبیس برس تک حکومت کی اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ایلا ابن بعشا تخت نشین ہوا۔ یہ دو برس حکمران رہا اسے زمری نامی اس کے لشکر کے ایک سردار نے کنبہ سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود بادشاہ بن گیا زمری محض سات دن بادشاہ رہا کہ یہ بھی قتل کر دیا گیا اور اس کے گھر کے لوگ نذر آتش ہو گئے۔

اب حکومت دو شخصوں میں تقسیم ہو گئی جن میں سے ایک متنبی ابن جنیہ تھا اور دوسرا عمری تھا یہ دونوں بھی کفر و بت پرستی کے حال میں بارہ برس تک رہے پھر متنبی فوت ہو گیا اور اس کے بعد عمری سلطنت کا ایک اکیلا مالک رہ گیا۔ اس نے آٹھ برس تک حکومت کی اور مر گیا۔ عمری کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا احاب ابن عمری بادشاہ بنا جو گیارہ برس تک انتہائی کفر و شرک اور بت پرستی کے عالم میں حکومت کر کے مر گیا۔ اس کے عہد میں حضرت الیاس علیہ السلام اس سے اور اس کی بیوی دختر بادشاہ صیدا سے ڈر کے مارے جنگلوں میں بھاگتے پھرتے تھے۔ یہ میاں بیوی دونوں آپ کو قتل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔

اس کے مرنے کے بعد پھر اس کا بت پرست و مشرک بیٹا اخزیا بن احاب تین سال تک حکمران رہا۔ اس کے مرنے کے بعد پھر اس کا بھائی یہورام ابن احاب حکمران بنا یہ بھی کافر تھا اور بارہ برس تک حکومت کرتا رہا۔ اسی کے زمانے میں الیسع علیہ السلام نبی ہوئے۔ یہ اور اس کا تمام کنبہ قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد منشا خاندان سے یاہو بن نمشی مسند نشین ہوا۔ ہرچند یہ کفر میں سخت نہیں تھا اس نے وہ قربان گاہیں جو بتوں کے نام سے تعمیر کروائیں منہدم کر دیں اور مجاوروں کو قتل کر دیا تاہم اس نے بت پرستی کا استیصال نہیں کیا اس نے اٹھائیس ۲۸ برس تک حکومت کی اور اسی حال میں فوت ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد پھر اس کا بیٹا یہو یاحاز ابن یاھو نے سترہ برس تک حکومت کی اور پھر سے بت خانے تعمیر کروائے اس کے مرنے کے بعد پھر اس کا بیٹا یوآش حکمران ہوا جس نے سولہ برس تک حکومت

Marfat.com

کی۔ وہ سخت بت پرست تھا اس نے بیت المقدس میں جنگ کی اور ہیکل کو خوب لوٹا۔ جب مر گیا تو اس کا بیٹا یاربعام پینتالیس برس تک حکمران رہا اور اپنے باپ ہی کی طرح سخت بت پرست تھا۔ اور اس نے بھی بیت المقدس میں جنگ کی۔ داؤدی بادشاہ جو اس کے مقابلہ میں کھڑا ہوا اس کے ہاتھوں قتل ہوا۔ پھر جب یہ مر گیا تو اس کا بیٹا زخریا ابن یاربعام چھ مہینے تک بحالت کفر حکمران رہا۔ جب یہ اور اس کا تمام کنبہ قتل کر دیا گیا تو نفتالی خاندان کا ایک شخص شلوم بن ناس تخت نشیں ہوا لیکن یہ بھی ایک ہی ماہ حکومت کرنے پایا تھا کہ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کے بعد یساخر خاندان کا میاخیم بن تارا نام ایک شخص بادشاہ بنا وہ بھی کافر و بت پرست تھا اس نے بیس برس تک بادشاہت کی اور مر گیا۔ پھر اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا محیا بن خیم بادشاہ ہوا جو بحالت کفر و شرک دو برس حکومت کر کے اپنے تمام اہل و عیال سمیت قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد خاندان دانی سے ناحج بن ملیا نام ایک شخص بادشاہ بنا۔ اس نے اٹھائیس برس تک حکومت کی اور بت پرستی کو خوب ترقی دی۔ جب یہ بھی مع اہل و عیال قتل ہو گیا تو جادا خاندان کا ہوسیع ابن ایلا کافر و بت پرست شخص حکمران ہوا۔ اس نے سات برس تک حکومت کی۔ اس کے بعد بادشاہ موصل سلیمان الاعسر نے جب اسے گرفتار کیا اور بنی اسرائیل کے نو اسباط اور کچھ حصہ منشا خاندان کا بھی قید کر کے اپنے ساتھ لے گیا تو دس اسباط کی بادشاہت ختم ہو گئی۔ وہ بچے کچھے لوگ جو آمد جزیرہ سے بنی اسرائیل کے اوطان میں منتقل کیے گئے تھے تورات کے بالکل ہی منحرف تھے ان کے خیال میں تورات ایک دوسری کتاب تھی جو یہودا والی تورات کے علاوہ تھی۔

مختصر آیہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد اسباط اسرائیل میں دو اسباط یعنی اولادِ بنیامین اور بنی یہودا کی سلطنت چار سو کے لگ بھگ عرصہ تک قائم رہی اس مدت میں نبی سلیمان ابن داؤد علیہ السلام میں انیس بادشاہ ہوئے ان کے علاوہ ایک

Marfat.com

عورت بھی حکمران رہی۔ ان میں سے محض پانچ بادشاہ مومن و موحد تھے۔ بقیہ سب کے سب شدید کافر اور مشرک و بت پرست تھے۔ یہاں تک کہ بخت نصر نے ان پر حملہ کر کے بنی اسرائیل کو بالکل ختم کر دیا۔ یہ سب لوگ گرفتار ہوئے۔ بیت المقدس ڈھا یا گیا۔ اور اس کا نشان تک باقی نہ رکھا اب ان حالات میں کون کہہ سکتا ہے کہ تورات جو اسی ہیکل میں رہی جسے کئی مرتبہ لوٹا گیا محفوظ رہ سکتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ تورات بیت المقدس کے ویران ہونے کے ستر برس یا اس سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد عزرا الوراق الہارونی نے محض اپنی یادداشت سے کام لے کر لوگوں کو لکھوا دی۔ یہودی اپنی کتابوں میں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ عزرا نے بیت المقدس آنے کے ایک عرصہ بعد تورات لکھی اور اس کی اصلاح کی نیز یہودیوں نے اقرار کیا ہے کہ عزرا نے تورات کو لوگوں کے پاس ایسی حالت میں پایا کہ اس میں بہت کچھ ردّوبدل ہو چکا تھا۔ غرض اسی وقت سے تورات کی اشاعت ہوئی اور اسے نقل کیا گیا۔ ہر چند اس کی اصلاح کی گئی لیکن اس کے باوجود اس میں خرابی و خلل تھا یہی سبب ہے کہ وہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پڑتی رہی۔

تورات کی اشاعت کے بعد شاہ بطلیموس کے لیے جو قوم کے ستر شیوخ نے ترجمہ کیا وہ اس تورات کے برعکس ہے جو عزرا الوراق نے ان کے لیے تحریر کی علامہ ابن حزم اندلسی نے لکھا ہے کہ یوشع کی کتاب میں تو اس امر کے قطعی دلائل پائے جاتے ہیں کہ یہ کتاب یقیناً ایک تاریخ ہے جسے بعض متاخرین یہود نے تالیف کیا اور یوشع نے اسے ہرگز تحریر نہیں کیا۔ اس بیان کا ثبوت کہ یہ حضرت یوشع کی تحریر نہیں خود اس میں ایک نص ہے جو قطعاً خلاف عقل ہے کہ یوشع اس بات کی اطلاع دیں کہ سلیمان ابن داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس بنایا کیونکہ حضرت سلیمان کی پیدائش حضرت یوشع سے کئی سو برس بعد ہوئی ہے۔

معجزاتِ موسیٰؑ پر ایک نظر توراۃ میں ہے۔ ہارون نے فرعون اور اس کے غلاموں کے سامنے عصا ڈال دیا تو وہ سانپ بن گیا۔ پھر فرعون نے جادوگروں کو بلایا۔ انہوں نے بھی ایسا کر دکھایا۔ لیکن موسیٰؑ کا عصا ان سے بازی لے گیا۔

پھر بیان کیا ہے کہ موسیٰؑ نے پھر عصا اٹھالیا اور اسے نہر کے پانی پہ مارا جو فرعون اور اس کے غلاموں کے آگے جاری تھا وہ پانی خون بن گیا اور اس کی تمام مچھلیاں مرگئیں اور نہر سڑ گئی۔ مصریوں کو اس کا پانی پینے کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ تمام ملک مصر میں پانی خون بن گیا۔ پھر مصر کے ساحروں نے بھی ایسا ہی کر دکھایا۔

اس کے بعد لکھا ہے۔ ہارون نے مصر کے ہر پانی پر اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس سے مینڈک نکلے اور تمام ملک مصر پر چھا گئے۔ جادوگروں نے بھی اپنے جادو سے ایسا ہی کیا اور وہ بھی سرزمین مصر پہ مینڈکوں کو لے آئے۔

پھر لکھا ہے۔ ہارون نے اپنا ہاتھ عصا پہ ڈالا اور اسے زمین کی گرد پہ مارا اس سے تمام آدمیوں میں اور جانوروں میں مچھر پیدا ہو گئے اور تمام ملک کا گرد وغبار مچھر بن گیا ساحروں نے بھی چاہا کہ وہ مچھر پیدا کر کے دکھائیں لیکن اس مرتبہ وہ اس کام پر قادر نہ ہو سکے۔

معجزہ سے مراد اس عمل کے لیے جانتے ہیں جس کا جواب غیر ممکن ہو۔ لیکن مذکورہ بالا بیان سے واضح ہوتا ہے کہ توراۃ کے مصنف نے معجزہ کا نہ صرف جواب ممکن ہونا پیش کیا ہے، بلکہ اسے جادو کے برابر ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ اس کے علاوہ افسانے تراشنے میں جو اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے اس سے یہ بات بھی قطعی آشکار ہو گئی کہ وہ موجودہ توراۃ ہر گز کتاب موسیٰ نہیں بلکہ وہ حماس نام ایک شخص کی من گھڑت باتوں کا ایک مجموعہ ہے۔

اول تو ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ اگر ساحر نبی کے مقابلہ میں وہی شے پیش کر سکتا ہے

جو نبی لاتا ہے تو ساحر اور نبی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

دوم یہ کہ معجزات موسیٰ کے باب میں جو افسانہ تراشی کی گئی ہے اس میں اگر کہنے سننے کی کوئی گنجائش ہے تو وہ قطعاً معجزات نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ اگر سرزمین مصر کا تمام پانی خون بن گیا تھا تو وہ کونسا پانی باقی رہا جسے جادوگروں نے خون بنایا۔ دوسرا اعتراض یہ کہ اگر تمام ملک کا پانی خون بن گیا تھا۔ تو لوگ زندہ کیسے رہے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ان اعتراضات کا یہودیوں کے پاس کوئی جواب نہیں پس معلوم ہوا کہ وہ کتاب جسے یہ لوگ تورات سمجھے بیٹھے ہیں ہرگز وہی تورات نہیں جو موسیٰ پر نازل ہوئی۔

مضامین تورات سے متعلق یہ حتمی ہے کہ ان میں کمی بیشی ایک مدت سے ہوتی چلی آرہی ہے۔ بنابریں اگر آج یہودیوں نے مذکورہ صدر بیان کو تورات سے نکال دیا ہے تو بات پھر بھی اپنی جگہ پر قائم ہے ہرچند یہود نے دھوکہ دینے کی سعی کی ہے۔ لیکن تورات کے نسخوں میں اس بیان کے مرقوم ہونے کے سبب انہیں ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔

مذہب یہود ابتداء میں۔ یہودیوں کے پانچ فرقے تھے۔

۱۔ **سامریہ** ان کے خیال کے مطابق شہر قدس۔ بیت المقدس سے اٹھارہ میل پر ہے یہ لوگ اس سے باہر نکلنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ نیز بیت المقدس کی حرمت کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور اس کا احترام بھی نہیں کرتے یہ لوگ ملک شام میں رہتے ہیں۔

سامریہ کے لوگ حضرت موسیٰ و یوشع علیہما السلام کے بعد بنی اسرائیل میں جتنے انبیاء آئے ان میں سے کسی کو نہیں مانتے۔ شمعون، داؤد۔ سلیمان۔ اشعیا۔ الیاس

Marfat.com

الیسع۔ عاموص حبقوق۔ اور زکریا وغیرہ اہم انبیا علیہم السلام کو جھٹلاتے ہیں اور قطعاً ان کی بعثت کا اقرار نہیں کرتے۔

۲۔ صدوقیہ یہ فرقہ صدوق نام ایک یہودی بادشاہ سے منسوب ہے تمام یہودیوں میں یہی وہ لوگ ہیں جو عزیز کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں یہ لوگ ساکنان یمن ہیں۔

۳۔ عنانیہ یہ فرقہ عانان یہودی کے نام پر مشہور رہا۔ انہیں یہود عراس و مس بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ احبار کے اقوال سے بیزار ہیں اور ان کی تکذیب کرتے ہیں

۴۔ ربانیہ یہ لوگ احبار کے مذہب کو مانتے ہیں اور ان کے اقوال کو مانتے ہیں۔ اکثر یہی لوگ یہودی کہلاتے ہیں۔

۵۔ عیسویہ یہ فرقہ ابو عیسیٰ اصبہانی کے نام پر قائم ہے یہ لوگ نبوت عیسیٰؑ ابن مریم اور رسالت محمدیہ کے بھی قائل ہیں۔ یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ ابن مریم کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیا۔ اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی اسمٰعیل اور تمام عرب کی طرف۔

تورات سامریہ جو تورات گروہ سامریہ کے پاس ہے وہ اس تورات سے بالکل مختلف ہے جو دوسرے یہودیوں کے پاس ہے۔ سامریہ گروہ کا دعویٰ ہے کہ یہی وہ اصل تورات ہے جو موسیٰؑ پر نازل کی گئی۔ اس کے علاوہ جو دوسروں کے ہاتھ میں تورات ہے وہ یکسر محرف و متبدل ہے۔ اس کے برعکس دیگر فرقوں کے یہود یہ کہتے ہیں کہ تورات سامریہ متغیر و متبدل ہو چکی ہے۔

مضامین کی ایک جھلک تورات کے شروع میں آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آدم کو اپنی شکل و شباہت کے مانند بناؤں گا۔

Marfat.com

تخلیق آدم کے تذکرے کے بعد پھر ایک نہر کا ذکر کیا ہے جس سے آگے چل کر چار نہریں اور نکلتی ہیں جن سے باغہائے جنت سیراب ہوتے ہیں پھر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جنت عدن میں رکھا لیکن جب آپ نے اس درخت کا پھل کھا لیا کہ جس کے کھانے کی ممانعت کی گئی تھی تو آپ جنت سے نکال دیئے گئے۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ جنت عدن کے مشرقی جانب ایک درخت حیات ہے جس پر فرشتوں کا پہرہ بٹھایا ہوا ہے۔ بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ زندگی کے درخت پر حضرت اسرافیل پہرہ دے رہے ہیں۔

پھر ایک بیان آتا ہے کہ جب روئے زمین پر اولاد آدم بکثرت ہوگئی تو خدا کے بیٹوں نے دیکھا کہ آدم کی بیٹیاں بہت خوبصورت ہیں لہٰذا انہوں نے دختران آدم کو اپنی بیویاں بنا لیا۔

پسران خدا سے متعلق بعض اسلاف یہود ملائکہ مقربین مراد لیتے ہیں۔ یہیں اس بیان سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ اور اس طرح کے دیگر واقعات جن کا قرآن حکیم میں کوئی ذکر نہیں اور نہ ان سے متعلق کوئی سند ملتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ مسلمانوں میں راہ پا گئے یا مشہور ہو گئے۔ در اصل انہیں ہمارے واعظین کی خوش کلامی و رنگین بیانی کے اثر ہی ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایسے دین فطرت سے ایسے واقعات کا دور کا بھی علاقہ نہیں۔

کذب وافترا مرتبین تورات نے انبیاء علیہم السلام پر جو کذب وافترا باندھے ہیں ان کے دیکھ لینے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تورات جس کے بارے میں یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی ہے، ہرگز موسیٰؑ پر نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ کتاب محض انہی لوگوں کی شرارت کا نتیجہ ہے کہ جن کے قلب ایمان سے خالی تھے اور انہوں نے اپنا مطلب نکالنے کے لیے کلام خدا کو محرف اور

Marfat.com

متبدل کر دیا ہے مثلاً

نبی پر بہتان

"حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک روز دوپہر کے وقت آپ خیمہ کے دروازے کے قریب تشریف رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بلوطات ممرا کے نزدیک انہیں تجلی دی، ابراہیمؑ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ کو اپنے سامنے تین شخص دکھائی دیئے۔ آپ ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اور زمین پر سجدہ کیا اور کہا کہ اے میرے مالک اگر میں نے تجھ میں کوئی نعمت پائی ہوتی تو وہ تیرے بندے سے آگے نہ بڑھتی۔ پانی لے کر تم لوگ اپنے پاؤں دھو لو۔ اور اس درخت کے نیچے تکیہ لگا لو۔ اور میں تمہارے لیے روٹی کا ٹکڑا لاتا ہوں جس سے تمہارے دل مضبوط ہو جائیں گے۔ اس کے بعد تم چلے جانا کیونکہ اسی کے لیے تمہارا گزر بندے کے پاس ہوا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم نے جیسا کہا ہے کرو ابراہیمؑ جلدی سے سارہ کے پاس گئے اور ان سے کہا تین مصاع میدہ گوندھو اور روٹی پکاؤ۔ پھر ابراہیمؑ نے ایک نرم اور موٹا بچھڑا لے کر غلام کو دیا اور اس کے تیار کرنے کی تاکید کی۔ غرض ابراہیمؑ نے گھی۔ دودھ اور وہ بچھڑا لیا جسے پکا کر تیار کیا گیا تھا اور ان لوگوں کے سامنے رکھ دیا اور خود ان کے قریب درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ کھاؤ۔"

اس بیان میں دیکھنے کی پہلی شے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کے سامنے جلوہ گر ہوا، اور انہوں نے تین شخص دیکھے اور ابراہیمؑ نے ان کو سجدہ کیا۔ کیا اس سے نصاریٰ تثلیث کے اثبات میں استدلال نہیں کرتے؟ ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ چیز تثلیث سے بھی بڑھ کر ہے پھر بندے اور خدا کے درمیان جو یہاں گفتگو نقل ہوئی ہے کیا عبودیت کے مطابق ہے؟ ہرگز نہیں! یہ صریحاً جھوٹ ہے اور تثلیث کے اثبات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات پر بہتان لگایا گیا ہے۔

حضرت لوطؑ کی دو بیٹیوں سے متعلق لکھا ہے کہ بڑی بیٹی نے چھوٹی بیٹی سے کہا۔

Marfat.com

کوئی شخص اس سرزمین میں ایسا نہیں جو ہمارے پاس عورتوں کی راہ سے آئے۔ آؤ ہم اپنے بوڑھے باپ کو شراب پلائیں اور ان سے نسل حاصل کریں۔ اس رات کو ان دونوں نے اپنے باپ کو شراب پلائی۔ بڑی لڑکی آئی اور اپنے والد کے پہلو میں لیٹ گئی جب صبح ہوئی تو بڑی نے چھوٹی سے کہا کہ کل شب میں اپنے والد کے پہلو میں لیٹی تھی۔ آؤ ہم انہیں اس شب کو بھی شراب پلائیں اور تم ان کے پہلو میں لیٹو اور والد سے نسل حاصل کرو۔ لوطؑ کی بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوگئیں۔ بڑی کے ہاں مواب نام ایک لڑکا پیدا ہوا کہ آگے چل کر بنی مواب کا مورث اعلیٰ بنا اور چھوٹی کے ہاں ابن عمی پیدا ہوا بنی عمون اسی کے نام پر مشہور ہوئے بجز اس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ اور ہم کیا کہیں؛ یہ حضرت لوط علیہ السلام کی ذات گرامی پر اتہام ہے۔

ابراہیمؑ کا جھوٹ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق تورات سامریہ میں دو مقام پر آتا ہے کہ سارہ زوجہ ابراہیمؑ کو بادشاہ مصر فرعون نے پکڑ لیا اس کے بعد ابو مالک بادشاہ خلص نے پکڑ لیا اللہ نے ان دونوں بادشاہوں کو خواب میں کوئی ایسی شے دکھادی جس سے انہوں نے سارہ کو چھوڑ دیا نیز آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے دونوں مرتبہ بادشاہوں سے اپنی زوجہ سارہ سے متعلق یہ کہا کہ وہ میری بہن ہے میرے باپ کی بیٹی ہے لیکن میری ماں کی بیٹی نہیں۔ اس لیے وہ میری زوجہ ہوگئی ہے۔ بعض تورات میں یہودیوں نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف یہ صاف طور پر منسوب کردیا ہے کہ آپ نے اپنی بہن سے نکاح کر لیا۔

محدث ابن حزم اندلسی اپنی کتاب ملل ونحل میں لکھتے ہیں کہ میں نے مذکورہ بالا بیان ایک یہودی اسماعیل بن یوسف کاتب عرف ابن النغرالی کے سامنے رکھا اس نے کہا تورات میں تصریح لفظ اُخت (بہن) ہے عبرانی میں یہ لفظ بہن اور قرابت دار دونوں کے لیے آتا ہے۔ ابن حزم نے کہا کہ اس لفظ کو قرابتدار کے معنی

Marfat.com

بیں لینے سے ان کا یہ کہنا مانع ہے کہ وہ میری ماں سے نہیں صرف میرے باپ سے ہے لہٰذا لازم ہوا کہ آپؑ نے اخت سے اپنے باپ کی بیٹی ہی مراد لیا۔ یہودی یہ بات سن کر گھبرا گیا اور جواب نہ دے سکا۔

نبوّت یعقوبؑ تورات میں حضرت اسحاقؑ کا ایک واقعہ لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ نے اپنی نبوت باپ سے دھوکہ کرنے کی بنا پر قائم کی تفصیل یوں ہے کہ ایک روز حضرت اسحاق نے اپنے بیٹے عیسو سے کہا۔ اے میرے بیٹے میں اب ضعیف ہو چکا ہوں مجھے اپنے مرنے کے دن کا علم نہیں لہٰذا تم شکار کے لیے جاؤ اور وہاں سے جو ملے اس کا کھانا تیار کر کے مجھے کھلاؤ۔ اس سے قبل کہ میں دنیا سے جاؤں تمہارے لیے دعائے خیر و برکت کرتا جاؤں عیسو و یعقوبؑ کی والدہ رفقہ نے اپنے بیٹے یعقوب سے دو مینڈھے لا کر ان سے کھانا تیار کرنے لئے کہا۔ یعقوب نے کہا میرے بھائی عیسو کے بال ہیں اور میرے بدن پر بال نہیں۔ شاید میرے والد ناگواری محسوس کریں اور میں ان کے نزدیک کھلاڑی ثابت ہو جاؤں اور اپنے لیے بددعا حاصل کر دوں۔ یعقوبؑ کی والدہ نے کہا تم پر سے بددعا کر دفع کرنا میرا ذمہ چنانچہ یعقوبؑ نے وہی کیا جو کہا گیا تھا۔ یعقوب کی والدہ نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کے کپڑے یعقوبؑ کو پہنا دیئے اور مینڈھوں کی کھال ہاتھوں اور گردن پر پہنا دی۔ اور انہیں کھانا دے دیا۔ یعقوبؑ اسے لیکر اپنے والد کے پاس آئے اور کہا اے میرے والد میں تمہارا فرزند عیسو ہوں۔ لیجے میرا شکار حاضر ہے کھا یئے۔ اسحاقؑ نے یعقوبؑ کو ٹٹولا اور کہا آواز تو یعقوب کی ہے لیکن ہاتھ عیسو کے ایسے ہیں! پوچھا کہ تم ہی میرے بیٹے عیسو ہو یعقوب نے کہا ہاں میں ہی آپ کا بیٹا عیسو ہوں تب حضرت اسحاقؑ نے ان کے لیے دعا کی اور کہا کہ اُمتیں تمہاری خدمت کریں اور قبیلے تمہارے آگے جھکیں اور تم اپنے بھائیوں کے سردار بنو اور تمہارے بھائی تمہیں سجدہ کریں۔

Marfat.com

جھوٹ پکڑا گیا تورات میں پھر بیان آتا ہے کہ جب عیسو اسحاق کے پاس شکار لائے تب حضرت اسحاق کو یعقوب سے متعلق واقعہ کا علم ہوا لیکن اس پر یہودیوں نے دروغ بیانی میں بس نہیں کیا۔ لکھا ہے کہ اسحاق نے عیسو سے کہا کہ اب تو میں یعقوب کے متعلق دعا کر چکا ہوں اور بادشاہی دے دی ہے نیز ان کے تمام بھائیوں کو ان کا غلام بنا دیا ہے عیسو نے کہا اے میرے باپ پیلے بھی دعا کر دیں تب اسحاق نے دعا کی اور اپنی دعا میں جو کہا وہ یہ تھا کہ "خراب زمین تمہارا ٹھکانا ہو گی اوپر سے شبنم گرے گی۔ اپنی تلوار کے بھروسے پر زندگی بسر کرو گے اور اپنے بھائی کے غلام رہو گے۔ لیکن ایسا ہو گا کہ تم جب اسے چھوڑنا چاہو گے تو اس کی غلامی کا جوا اپنی گردن سے اتار دو گے۔

حقیقت یہ ہے کہ امتوں نے یعقوبؑ اور یعقوبؑ کے بعد ان کے بیٹوں کی نہ کبھی خدمت کی ہے اور نہ کبھی سر جھکایا ہے اور نہ یہ لوگ کبھی سردار ہوئے ہیں اور نہ یعقوب کو یعقوبؑ کے بھائیوں نے سجدہ کیا ہے بلکہ یہی لوگ (بنی اسرائیل) یعنی اولاد یعقوبؑ ہی ہر دور میں امتوں کی خدمت میں لیے گئے نیز یہ لوگ اپنے دور حکومت میں بھی اور اس کے بعد بھی قبیلوں کے آگے جھکتے رہے۔ حضرت اسحاق کا یہ کہنا ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے سردار بنو گے اور تمہیں تمہارے بھائی سجدہ کریں گے۔ ہرگز صحیح نہیں بدیں صورت یا تو پیغمبر کی بات غلط ہوئی یا پھر انہی لوگوں کا صریحاً جھوٹ ہے جنھوں نے آپکی ذات سے منسوب کر کے صاف طور پہ نبی کی توہین کی ہے۔ پھر مذکورہ بیان کی تردید خود انہی کی تورات سے یوں ہو جاتی ہے کہ یعقوب اپنے چچا زاد بھائی لابان ابن ناحور بن لامک کے بیس برس تک خادم اور چرواہے رہے۔

ارتکاب زنا حضرت یعقوب کے نکاح سے متعلق لکھا ہے کہ آپ اپنے ماموں لابان بن بتوال کے پاس گئے اور ان سے ان کی بیٹی راحیل سے متعلق کہا کہ میں آپ کی سات برس تک خدمت کروں گا یہ مجھ سے بیاہ دی جائے

لاباؔن نے منظور کیا جب مدت معینہ خدمت تمام ہوئی تو لابان نے اپنی بڑی لڑکی لیاؔ ان کے نکاح میں دے دی یعقوبؑ لیہؔ کو دلہن بنا کے لے آئے۔ جب رات گذری اور صبح ہوئی تو آپ نے اپنے ماموں سے شکایت کی کہ میں نے راحیل مانگی تھی اور آپ نے مجھے لیہؔ کو دے دیا۔ آپ نے مجھ سے دھوکہ کیا ہے۔ لابان نے کہا ہمارے ہاں یہ دستور نہیں کہ بڑی لڑکی سے پہلے چھوٹی لڑکی کا بیاہ کر دیا جائے۔ لہٰذا راحیل کو پانے کیلئے تمہیں ابھی سات برس اور خدمت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ یعقوب نے ایسا ہی کیا۔ جب سات برس پورے ہو گئے تو آپ کا راحیل سے نکاح کر دیا گیا۔

مقام غور ہے کہ ہر نبی کی شان بیان کی جا رہی ہے کہ ایک عورت نکاح کے بغیر ایک شب نبی کے پہلو میں رہی اور نبی کو خبر نہ ہوئی۔ خبر ہوئی تو کب؟ جب صبح ہوئی۔ گویا اس لحاظ سے نبی زنا کا مرتکب ہو چکا تھا۔ اور پھر کس عورت سے؟ اس عورت سے کہ جس کے بیٹوں میں موسیٰؑ، ہارون، داؤد اور سلیمان علیہم السلام وغیرہ ہم پیغمبر پیدا ہوئے۔

خدا سے کشتی

اس بیان سے آگے چل کر لکھا ہے کہ "ایک شخص صبح تک یعقوبؑ سے کشتی لڑتا رہا۔ جب وہ ہار گیا تو اس نے یعقوبؑ کے چڈھے کے جوڑ پر مارا۔ یعقوبؑ کے چڈھے کا جوڑ اس کی کشتی میں اکھڑ گیا۔ اس نے یعقوب سے کہا کہ اب مجھ کو جانے دو۔ صبح ہو گئی ہے۔ یعقوبؑ نے کہا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا تا وقتیکہ تم میرے حق میں دعائے خیر و برکت نہ کر دو۔ اس نے پوچھا تمہارا نام؟ انہوں نے کہا۔ یعقوب! تب اس نے کہا کہ آج سے تم یعقوبؑ نہیں کہلاؤ گے۔ بلکہ اسرائیل کہلاؤ گے۔ کیونکہ تم خدا سے طاقتور ہو۔

اسی مقام پر اس نے آپ کے لیے دعائے خیر و برکت کی اور یعقوب نے اس مقام کا نام فنیئیل رکھا اور کہا کہ میں نے خدا کو آمنے سامنے دیکھا اور میں سلامت رہا مقام فنیئیل سے گزرنے کے بعد آفتاب خوب روشن ہو گیا اور یعقوب اپنے پاؤں

Marfat.com

سے لنگڑاتے تھے یہی سبب ہے کہ بنی اسرائیل اب پٹھے کے جوڑ کا پچھلا حصہ نہیں کھاتے
ان پر ان کی رگوں کا گوشت حرام کر دیا گیا ہے۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔

حرف آخر

تورات جو اس وقت یہودیوں کے پاس موجود ہے۔ جناب مسیح علیہ السلام
سے چار سو چوالیس ۴۴۴ برس پہلے تحریر ہوئی اور جناب موسیٰ علیہ السلام
سے گیارہ سو پچیس برس بعد لکھی گئی۔ جو یروشلم کی کتاب تورات اور عذرا کی کتاب تورات
دونوں سے ملا کر مرتب ہوئی۔

تورات کے نام سے یہودیوں کے پاس جو کچھ دین کا برائے نام سرمایہ تھا وہ بھی تمام کا
تمام بخت نصر کے حملے میں یکسر مٹ گیا اور یہ بات ایک بخت نصر تک ہی ختم نہیں ہوتی
بلکہ اس کے بعد بھی ہر زمانے میں ایسے قہرمان۔ ظالم و جابر بادشاہ پیدا ہوتے رہے جن
کی تمام تر قوت یہودیت ہی کو دنیا سے نیست و نابود کرنے پر صرف ہوتی تھی۔

چنانچہ انٹیوکس نام ایک یونانی حکمران نے حکم دیا کہ تورات کا ایک ورق بھی جس کسی
کے پاس ملے اسے قتل کر دیا جائے اس کے بعد رومی حاکم طیطس آتا ہے وہ گیارہ لاکھ
یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

پھر قیصر ہڈرین آتا ہے وہ پانچ لاکھ یہودیوں کو تہ تیغ کر دیتا ہے اور ان کی ایک
ایک چیز کو مٹا ڈالتا ہے یہاں تک کہ یروشلم کو گرا کے اس کا نام بھی بدل دیتا ہے اور
ایلیسیا رکھتا ہے۔

ان واقعات کی روشنی میں یہ بات قطعی واضح ہو گئی کہ موجودہ کتاب تورات ہرگز
کتاب موسیٰؑ نہیں بلکہ محض اس کا تخیلی ترجمہ ہے اگر یہ کتاب واقعی تورات موسیٰؑ
ہوتی تو اس میں نہ تو جناب موسیٰؑ کے بعد کے لوگوں کے نام آتے اور نہ جناب موسیٰؑ
کی وفات اور کفن دفن تک کا ذکر ہوتا۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں ایسے بیانات ملتے

Marfat.com

جو ہرگز کسی الہامی کتاب کے نہیں ہو سکتے۔

مثلاً ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ اور اللہ میاں کے درمیان کشتی ہوئی اللہ میاں ہار گیا اور جناب یعقوبؑ جیت گئے۔ ملاحظہ ہو کتاب مقدس برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی مطبوعہ ۱۹۳۰ کتاب پیدائش۔

یہودی اپنی کتاب مقدس کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اوّل توراۃ دوم نبیم سوم کھتوبیم ان میں سب سے زیادہ اہمیت توراۃ کو دی جاتی ہے کہ اسی کتاب میں یہودیوں کا قانون ملتا ہے اس کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی ان کا قانون مل جاتا ہے۔

ربی یہودا ہناسی نے متعدد یہودیوں کی مقدس روایتوں اور تحریروں کو جمع کر کے ان کا انتخاب کیا اور پھر ایک بڑی کتاب قانون تیار کی۔ اس کا نام مشنا رکھا۔ پھر اس کتاب کی تفسیر و تشریح اور تنقید پر ایک کتاب جمارا کے نام سے تیار کی پھر ان دونوں کو ملا کر تالمود تیار کی گئی۔

تالمود۔ دو طرح ایک بابل کی دوسری فلسطین کی پھر ان کتابوں میں قانون کے علاوہ چونکہ مرلے قصے اور فرضی قصے کہانیاں نصیحتیں اور مثالیں پائی جاتی ہیں اس لیے ربی موسیٰؑ میمو نیڈ نے تالمود سے مقدس قانون کو علیحدہ کر کے مشنا توراۃ کو چودہ کتابوں میں مرتب کر دیا۔

ملخصات آیات قرآن حکیم

اور ہم نے موسیٰؑ کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ بچے کو دودھ پلاؤ۔ اور جب اس کے متعلق خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دو۔ نہ ڈرنا۔ نہ غم کھانا۔ ہم اسے تیری طرف واپس لے آئیں گے اور اسے برگزیدہ رسولوں میں سے بنائیں گے۔

اور موسیٰؑ کی ماں نے اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جاؤ۔ سو وہ اسے دور دور سے دیکھتی رہی اور فرعون کے لوگوں نے اسے محسوس بھی نہ کیا۔

Marfat.com

پس فرعون کے لوگوں نے اسے لیا تاکہ وہ ان کے لیے دشمن اور موجب غم و آلام ہو فرعون اور ہامان اور ان کے لاؤ لشکر بلا شبہ خطاوار تھے اور ان کے گناہوں کی سزا اس بچے کے ہاتھوں ملنے والی تھی۔

اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ بچہ میرے اور تیرے لیے راحت چشم ہو سکتا ہے اسے قتل نہ کرو۔ شاید ہمیں یہ کوئی فائدہ پہنچا دے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ مشیت ایزدی نے کیا منصوبے قائم کیے ہیں۔

سو ہم نے اس طرح موسیٰؑ کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا۔ تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے۔ اور وہ غم نہ کرے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان میں سے اکثر اس حقیقت کو نہیں جانتے تھے کہ مشیت ایزدی اپنی تدبیریں کس طرح بروئے کار لاتی ہے۔

اور جب موسیٰؑ اپنی جوانی کو پہنچا اور توانا ہو گیا تو ہم نے اسے علم و حکمت عطا کی اور اس طرح ہم ان لوگوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں جو حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کریں وہ شہر میں اس کے باشندوں کی غفلت کے وقت داخل ہوا۔ تو اس میں دو شخصوں کو لڑتے پایا۔ ان میں سے ایک اس کی قوم میں سے تھا۔ اور دوسرا دشمنوں کی قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے موسیٰؑ سے اپنے دشمن کے خلاف مدد مانگی۔ پس موسیٰ نے اسے ایک مکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا اور جب دیکھا کہ وہ تو مر ہی گیا تو افسوس سے کہا کہ یہ شیطان کے باعث ایسا ہو گیا وہ یقیناً دشمن اور کھلا ہوا گمراہ کرنے والا ہے۔

عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے پس تو میری حفاظت فرما۔ اللہ نے اس کی حفاظت فرمائی کہ وہ غفور الرحیم ہے۔ موسیٰ نے کہا اے میرے رب اس لیے کہ تو نے مجھ پر انعام کیا ہے اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

پس موسیٰؑ ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ پیچھے سے آ کر کوئی پکڑ نہ لے وہاں سے نکل پڑا اور عرض کی اے میرے رب مجھے ان ظالموں سے محفوظ رکھ۔ اور جب موسیٰؑ نے

Marfat.com

مدین کا رخ کیا تو کہا کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ پر لگا دے گا۔
اور جب موسیٰؑ مدین کے پیاؤ پر پہنچا تو وہاں مویشیوں کو کچھ لوگ پانی پلاتے نظر آئے اس کے علاوہ دو عورتوں کو بھی دیکھا جو اپنے جانوروں کو روک رہی تھیں موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے انہوں نے کہا کہ جب تک چرواہے اپنے جانوروں کو ہٹا نہ لے جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتے۔ اس لیے کہ ہم کمزور عورتیں ہیں اور ہمارا باپ بوڑھا ہے۔
سو اس نے ان عورتوں کے جانوروں کو پانی پلایا اور پھر سائے کی طرف لوٹ آیا۔
اور عرض کیا کہ اے میرے رب تو جو بھلائی میری طرف بھیجے میں اس کا محتاج ہوں۔
سو ان دو لڑکیوں میں سے ایک نہایت شرم و حیا کے ساتھ موسیٰؑ کے پاس آئی اور کہا میرے والد نے تمہیں بلایا ہے تاکہ تم نے جو ہمارے مویشیوں کو پانی پلایا ہے اس کا اجر خدمت دیں۔ سو جب موسیٰؑ اس کے پاس آیا اور اس سے اپنی سرگزشت بیان کی اس نے کہا کہ خوف مت کھاؤ تم ظالموں کی گرفت سے بچ گئے۔
ان میں سے ایک لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ بابا جان اسے نوکر کیوں نہ رکھ لیا جائے یہ بہترین نوکر ثابت ہو گا۔ اس لیے کہ یہ قوی بھی ہے اور امین بھی۔
اس (شعیب) نے موسیٰؑ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا عقد تجھ سے کر دوں۔ اس شرط پر کہ تو آٹھ سال تک میری نوکری کرے۔ پھر اگر تو دس برس مکمل کر دے تو یہ تیری طرف سے حسن معاملہ ہو گا۔ میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر ناجائز بوجھ ڈالوں۔ اگر اللہ نے چاہا تو مجھے تو اچھے لوگوں میں پائے گا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ تیرے اور میرے درمیان جو عہد ہوا ہے میں پورا کر دوں مجھ پر کوئی پابندی نہ ہو گی۔ جو کچھ ہم کہتے ہیں اس پر خدا کارساز ہے۔
سو جب موسیٰؑ نے مدین میں اپنی مدت پوری کر لی اور اپنے اہل کو ہمراہ لے کر چلا تو اس نے طور کی جانب ایک آگ دیکھی اس نے اپنے اہل سے کہا کہ ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے

Marfat.com

تمہیں وہاں سے کچھ خبر لادوں یا آگ کا انگارہ کہ تم آگ سینک سکو۔

پھر وہ جب وہاں پہنچا تو اس وقت پکارا گیا۔ اے موسیٰؑ میں ہوں تیرا رب۔ پس تو اپنا جوتا اتار دے کہ تو وادیٔ قدس میں کھڑا ہے اور دیکھ میں نے تجھے اپنی رسالت کے لیے چن لیا پس تجھے جو کچھ وحی کی جاتی ہے اسے کان لگا کر سن میں ہوں رب میرے سوا کوئی اور حاکم و معبود نہیں۔ پس میری ہی بندگی اختیار کر۔ اور میرے ذکر کے لیے نظام صلوٰۃ قائم کر دو۔

اور اے موسیٰؑ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ موسیٰؑ نے کہا لاٹھی ہے جس سے چلنے میں سہارا لیتا ہوں۔ اسی سے اپنی بکریوں کے لیے پتے حاصل کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے لیے اس میں اور بھی فائدے ہیں۔ موسیٰؑ سے کہا گیا اے موسیٰؑ اس عصا کو زمین پر ڈال دے چنانچہ موسیٰؑ نے حکم کی تعمیل کی موسیٰؑ نے دیکھا کہ وہ عصا تو ایک سانپ ہے جو دوڑ رہا ہے۔ پھر حکم ہوا اے موسیٰؑ اب اسے پکڑ لے ہم اس کو پھر اس کے اصل حال پر قائم کیے دیتے ہیں نیز حکم ہوا اے موسیٰؑ اپنا ہاتھ پہلو میں رکھ اور پھر نکال بغیر اس کے کہ اس میں کسی طرح کا نقص ہو۔ چمکتا ہوا نکلے گا جو تیرے لیے دوسری نشانی ہے۔ یہ دو نشانیاں تجھے اس لیے دی گئی ہیں کہ آئندہ تجھے اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

اے موسیٰؑ تو فرعون کی طرف جا۔ وہ بڑا ہی سرکش ہو گیا ہے۔ موسیٰؑ نے عرض کیا اے میرے رب میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لیے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دے کہ میری بات لوگوں کے دلوں میں اتر جائے نیز میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا بار اٹھانے والا بنا دے تاکہ میری قوت مضبوط ہو جائے وہ میرے کام میں میرا شریک ہو۔ تاکہ ہم دونوں مل کر تیرے سونپے ہوئے کام کی تکمیل میں زیادہ سے زیادہ سرگرم عمل ہوں اور تیرے ذکر کو غالب کرنے کیلئے بیش از بیش مساعی کر سکیں اور اے رب تو ہمارے حال سے بخوبی باخبر ہے۔ میرے بھائی کو بھی میرے ہمراہ

Marfat.com

روانہ کر دے کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ فصیح البیان ہے۔

ہاں تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ اس کی سرکشی بہت بڑھتی جا رہی ہے۔ پھر جب اس کے پاس پہنچو تو اس سے نرمی سے بات کرنا۔ ممکن ہے کہ وہ تمہارے اس رویے سے تمہاری بات کو سُن لے اور اپنی غلطی سمجھ کر اپنی روش کے نتائج سے ڈر جائے اور اسے چھوڑ دے۔

موسیٰ نے کہا۔ اے فرعون میں اس کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں سرکشی مت اختیار کرو۔ میں تمہارے پاس آیات بینات لے کر آیا ہوں۔ اور سنو اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو میں تمہارے لیے رسول امین ہوں۔ لیکن فرعون اور اس کے درباریوں نے تکبر کیا ان کا گروہ مجرموں کا گروہ تھا۔

فرعون نے کہا کہ یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ دیوانہ ہے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ وہ ذات جو مشرق و مغرب اور جو کچھ اس کے درمیان ہے۔ ان سب کی رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو تو اس باب میں تمہیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

فرعون نے کہا اے موسیٰؑ اگر تو میرے سوا کسی اور کو اللہ تسلیم کرے گا تو میں تجھے قید و بند میں جکڑ دوں گا۔ موسیٰؑ نے کہا میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ کو تم پتھروں سے مار ڈالو۔ اگر تم مجھ پہ ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ موسیٰ نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ لوگ مجرم ہیں۔

فرعون نے جادوگروں کو طلب کیا۔ چنانچہ وہ اس کے حضور میں آئے اور کہا کہ اگر ہم موسیٰؑ پر غالب آ گئے تو اس کے صلہ میں ہمیں انعام و اکرام سے نوازا جائے۔ فرعون نے کہا ضرور تمہیں انعام و اکرام دیا جائے گا۔ اور تم سب کے سب میرے مقربین میں داخل کر لیے جاؤ گے۔

Marfat.com

سو جادوگر وعدے کے مطابق وقت مقررہ پر جمع ہو گئے اور لوگوں سے کہا گیا کہ تم لوگ جمع نہ ہو جاؤ گے اگر جادوگر غالب آ گئے ادھر موسیٰؑ و ہارونؑ بھی مقررہ کئے ہوئے وقت پر پہنچ گئے انہیں دیکھ کر درباریوں نے کہا کہ یہ دونوں بھائی ضرور جادوگر ہیں یہ چاہتے ہیں اپنے جادو کی طاقت سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں۔ پس اپنے تمام داؤ پیچ اکٹھے کر کے مقابلہ پہ ڈٹ جاؤ۔ جو شخص آج بازی لے گیا سمجھو کہ وہی کامیاب ہوا۔

جادوگروں نے کہا اے موسیٰ پہلے تم لاٹھی پھینکتے ہو کہ ہم پھینکیں۔ موسیٰؑ نے کہا تم پہل کرو۔ چنانچہ انہوں نے اپنا کرتب دکھایا۔ موسیٰ کو ایسا محسوس ہوا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں سانپ کی طرح دوڑ رہی ہیں۔

اس وقت ہم نے موسیٰؑ پر وحی اُتاری کہ تم بھی اپنی لاٹھی میدان میں ڈال دو جونہی موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی میدان میں پھینکی تو جو کچھ جادوگروں نے کرتب کئے تھے وہ سب کے سب ملیا میٹ ہو گئے۔ موسیٰ کا عصا جادوگروں کے تمام کرتبوں کو سانپ بن کر نگل گیا۔ دراصل انہوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ محض ان (جادوگروں) کا فریب ہے اور جادوگر کبھی کسی طور پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ آخر یہ نکلا کہ درباریوں کو اس مقابلہ میں شکست ہوئی۔ درباریوں نے کہا ہم اس پر ایمان لائے جو تمام جہانوں کا اور موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔

فرعون نے غضبناک ہو کر ان سے کہا۔ کیا مجھ سے اجازت لئے بغیر تم موسیٰ پر ایمان لے آئے معلوم ہوتا ہے یہ ضرور کوئی خفیہ سازش ہے۔ اچھا تمہیں تھوڑی ہی دیر میں اس کا مزا چکھا دیا جائے گا۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹواؤں گا اور کھجور کے تنوں پر تمہیں پھانسی دے دی جائے گی۔

انہوں نے کہا کہ جس خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے اور جو کچھ دلائل و بصائر کی بنا پر ہمارے سامنے آ چکا ہے۔ اس کے پیش نظر اب ہم تجھے کسی قیمت پہ بھی ترجیح نہیں

Marfat.com

دے سکتے ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے خاص کر جادوگری کا گناہ جس پر ہمیں تو نے مجبور کیا تھا۔ ہمارے لیے اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والی ایک ذات ہے۔

فرعون کے درباریوں نے کہا کہ تو کیا موسیٰؑ کو اسی طرح چھوڑے رکھے گا اور اس کی قوم پر بھی کوئی گرفت نہیں کرے گا کہ وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ اس نے کہا کہ ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان پر غالب ہی رہیں گے۔

اور پھر ہم نے موسیٰ پر وحی نازل کی تھی کہ اب میرے بندوں کو راتوں رات مصر سے نکال کے لے جا پھر سمندر میں ان کے گزرنے کے لیے خشکی کی راہ نکال لے نہ تو تعاقب کرنے والوں سے اندیشہ ہو گا نہ خطرہ۔

سو انہوں نے سورج نکلتے ہی موسیٰ اور اس کی قوم کا پیچھا کیا۔ سو جب دو جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم یقیناً پکڑے گئے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا کہ ہم گھیر لیے جائیں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے پس وہ یقیناً مجھے سلامتی کی راہ دکھائے گا پھر جب موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر نکل گیا تو فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ اس کا پیچھا کیا۔ سو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو یکجا اور سمندر میں غرق کر دیا۔

اور ہم نے قوم فرعون کو باغوں اور چشموں سے اور خزانوں اور عزت والے مقامات سے محروم کر دیا اور اس طرح ان چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔

اور ہمارے حکم سے ایسا ہوا کہ بنی اسرائیل سمندر پار اتر گئے۔ وہاں ان کا گزر ایک گروہ پر ہوا کہ اپنے بتوں کی پرمجاور بنا بیٹھا تھا۔ بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰؑ ہمارے لیے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دے جیسا کہ ان لوگوں کے لیے ہے۔ موسیٰؑ نے کہا کیا

Marfat.com

تم چاہتے ہو کہ خدا کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ وہی ہے جس نے تمہیں اقوام عالم پر فضیلت عطا کی۔

اور جب موسیٰؑ طور پر حاضر ہوا تو ہم نے پوچھا کہ اے موسیٰ کس بات نے تجھے جلدی پر ابھارا۔ اور تو قوم کو پیچھے چھوڑ کر چلا آیا۔ موسیٰ نے عرض کیا وہ مجھ سے دور نہیں۔ وہ میرے نقش قدم پر ہے اور اے میرے رب میں نے تیرے حضور آنے میں تیری رضا جوئی کی خاطر جلدی کی۔ فرمایا۔ کہ ہم نے تیرے پیچھے تیری قوم کی استقامت کا امتحان لیا اور سامری نے اسے گمراہ کر دیا۔

موسیٰؑ کی قوم نے اس کے طور پر جانے کے بعد اپنے زیورات کو گلا کر ایک بچھڑے کا دھڑ بنا دیا جس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی اور اس کی پوجا کرنی شروع کر دی۔ افسوس ان پر کیا انہوں نے اتنی سی بھی بات نہ سمجھی کہ بچھڑا آواز تو نکالتا ہے مگر ان کی بات کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔

اور جب موسیٰؑ غضب ناک اور افسوس کرتا ہوا اپنی قوم میں واپس آیا تو اس نے کہا افسوس تم پر اور جوش میں آ کر تختیاں پھینک دیں اور ہارون کو بالوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا۔ ہارون نے کہا اے میری ماں کے بیٹے لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا اور قتل کیے ڈالتے تھے۔ پس میرے ساتھ ایسا نہ کر کہ دشمن ہنسیں اور نہ مجھے ظالموں کے ساتھ شمار کر۔ موسیٰؑ نے کہا۔ اے رب میرا گناہ معاف کر دے کہ میں جوش میں آ گیا۔ اور میرے بھائی کا بھی کہ گمراہوں کو سختی سے نہ روک سکا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی ہے ان کے حصہ میں ان کے رب کا غضب آئے گا۔ اور دنیا کی زندگی میں بھی ذلت و رسوائی پائیں گے۔

اور اے بنی اسرائیل یاد کرو اس وقت کو جب تم نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک ہی طرح کے کھانے پر قناعت کر لیں یعنی من و سلویٰ

Marfat.com

پر اپنے رب سے کہو کہ ہمارے لیے وہ تمام چیزیں پیدا کر دی جائیں جو زمین کی پیداوار ہیں سبزی ترکاری۔ گیہوں۔ دال۔ پیاز۔ لہسن۔ وغیرہ جو ہم مصر میں کھاتے تھے۔ موسیٰ نے کہا۔ افسوس تمہاری غفلت و بے حسی پر کیا تم چاہتے ہو ایک ادنیٰ سی بات کے لیے اس مقصد سے دست بردار ہو جاؤ جس میں تمہارے لیے بڑی خیر و برکت ہے۔

اور پھر وہ واقعہ یاد کرو جب تم نے کہا تھا۔ اے موسیٰ ہم کبھی تم پر یقین کرنے والے نہیں جب تک کہ کھلے طور پر اللہ کو نہ دیکھ لیں چنانچہ اس غرض سے موسیٰؑ نے اپنی قوم سے ستر آدمی چنے پھر جب لرزا دینے والی ہولناکی نے انہیں آلیا۔ تو موسیٰؑ نے عرض کیا۔ اے میرے رب کیا ایک ایسی بات کے لیے جو ہم میں سے چند بے وقوف کر بیٹھے تو ہم سب کو ہلاک کر دے گا۔ اے رب تو ہمارا ولی ہے، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ تجھ سے بہتر بخشنے والا کوئی نہیں۔

حکم جہاد موسیٰ نے کہا لوگو مقدس سرزمین کی طرف بڑھ جاؤ جسے اللہ نے تمہارے نام لکھ دیا ہے۔ اور الٹے پاؤں پیچھے کی طرف مت ہٹو۔ کہ نقصان و تباہی میں جا پڑو لوگوں نے جواب میں کہا اے موسیٰؑ اس سرزمین میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو بڑے ہی طاقتور ہیں جب تک وہ لوگ وہاں ہیں ہم کبھی اس سرزمین میں قدم نہیں رکھیں گے ہاں اگر وہ لوگ وہاں سے خود ہی چلے جائیں تو پھر ہم ضرور داخل ہو جائیں گے۔ یہ حال دیکھ کر موسیٰؑ نے کہا اے رب میں اپنی جان کے سوا اور اپنے بھائی کے سوا کسی اور پر اختیار نہیں رکھتا۔ پس تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں اپنے حکم سے فیصلہ کر دے۔

اللہ کا حکم ہوا کہ جب ان لوگوں کی محرومیوں کا یہ عالم ہے تو اب چالیس برس تک وہ سرزمین ان پر حرام کر دی گئی۔ یہ اسی جنگل میں سرگرداں و پریشاں پھریں گے۔

اور اے ایماندارو۔ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰؑ کو اس طرح تکلیف پہنچائی تھی۔ سو اللہ نے ان تمام باتوں سے جو وہ کہتے تھے علیحدہ رکھا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ والا تھا۔

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت موسیٰؑ کے انتقال کے بعد حضرت یوشع ۔ کالبؑ اور خرخیل علیہم السلام

حضرت الیاسؑ اوّل خلیفہ ہوئے پھر منصب نبوت پر فائز کیے گئے۔ بنی اسرائیل کی روایتی گمراہی دب دبی اور شرک و بت پرستی جن دنوں اپنے شباب پر تھی ان ایام میں ان کی ہدایت کے لیے حضرت الیاسؑ نبی ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے باغیوں کو درس توحید دینے کی سعی کی۔ لیکن بعلبک اور اسکی قوم گمراہی میں اس قدر مبتلا تھی کہ اس نے مطلق کان نہ دھرا بلکہ آپ کے قتل پر تیار ہو گئی۔ تفسیر روح المعانی جلد پنجم میں لکھا ہے کہ حضرت الیاس جب روپوش ہو گئے تو حکومت کی طرف سے آپ کی گرفتاری پر ایک بہت بڑے انعام کا اعلان کیا گیا نیز چپہ چپہ پر جاسوسی کے جال بچھا دیئے گئے اور بڑی مستعدی کے ساتھ آپ کی تلاش ہونے لگی۔ کامل آٹھ برس تک آپ کو ڈھونڈا گیا لیکن آپ کا کہیں سراغ نہ پایا۔

روضۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ آپ سے اکثر معجزات کی فرمائش کی جاتی تھی اور اقرار کیا جاتا کہ اگر آپ فلاں معجزہ دکھادیں تو ہم آپ کی نبوت کو تسلیم کرلیں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے اور فرمائش پوری ہو جاتی لیکن کفار اتنے ڈھیٹ اور شقی القلب واقع ہوئے تھے کہ انہیں اپنے کہے کا کچھ پاس نہ تھا کئے گئے وعدے بھول جاتے اور جوں کے توں گمراہی پہ قائم رہتے۔ حضرت الیاس قوم کی اس روش کو دیکھ کر بالآخر مایوس ہو گئے اور انہوں نے حضرت الیسع علیہ السلام کو اپنا خلیفہ کیا اور خود لوگوں کی نگاہوں

Marfat.com

سے اوجھل ہو گئے اور اس کے بعد ان کا کچھ علم نہیں کہ وہ کیا ہوئے اور کہاں گئے ؟
اخبار الرسل میں بیان آتا ہے کہ حضرت الیسع اول خلیفہ ہوئے پھر بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے نبی بنا دیئے گئے۔ آپ کے معجزات بیشتر ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ دمشق کے بادشاہ نے بنی اسرائیل کے ایک حاکم کو لکھا کہ میری برص کی بیماری کے علاج کے لیے کوئی اچھا سا طبیب روانہ کرے۔ حاکم نے آپ سے درخواست کی آپ نے کہا جاؤ اس سے کہو کہ وہ دمشق کی نہر میں غسل کر لے اللہ کے حکم سے وہ اچھا ہو جائے گا۔ ہر چند بادشاہ نے اس بات سے آگاہ ہو کر غسل کرنے میں تامل کیا غالباً اس لیے کہ وہ اس میں بارہا غسل کر چکا ہے مگر پھر اُمراء وزراء کے اصرار پر بالآخر غسل کر ہی آیا۔ قدرتِ خدا کہ وہ تندرست ہو گیا۔
تفسیر ابن جریر طبری جلد سوم میں لکھا ہے کہ حضرت الیسع علیہ السلام کھیتی باڑی کر کے بسر اوقات کرتے تھے اور زندگی میں سادگی بہت زیادہ تھی۔ آپ بنی اسرائیل کو سیدھی راہ پر لانے کی سعی فرماتے قوم پر آپ کا رعب و داب اور دبدبہ تھا۔ آپ جب وعظ و نصیحت کرتے لوگوں کے دلوں پر ہیبت طاری رہتی۔ طبری نے لکھا ہے کہ مسلسل سعی و تبلیغ کے باوجود قوم سیدھے راستے پر نہیں آئی آپ ان سے جب نہایت بیزار ہو گئے تو آپ نے دعا کی کہ وہ اٹھا لیے جائیں اب وہ اس قوم میں رہنا گوارہ نہیں کرتے چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس بلا لیے گئے۔

ذوالکفل

آپ کے انتقال کے بعد حضرت ذوالکفل آپ کے خلیفہ ہوئے۔ آپ بڑے صاحب علم و فضل انسان تھے۔ نیز حسب و نسب اور تدبیر و سیاست کے تفوق کے ساتھ ساتھ متمول بھی تھے تفسیر مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے کہ آپ وزارت کے عہدے پر فائز تھے کہ بنی اسرائیل کے لوگ قید کر لیے گئے آپ نے بادشاہ کے حکم کے خلاف ان کو رہائی دی اور پھر انہیں لے کر اپنے محل میں آئے انہیں عمدہ عمدہ کھانے

کھلائے اور اعلیٰ پوشاکیں پہنائیں۔ اس کے بعد تیز رو گھوڑے منگوا کر ان سے کہا کہ یہ لو ان پر سوار ہو جاؤ اور صبح ہونے تک سرحد پار کر جاؤ۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے وزارت کے عہدے سے استعفا دے دیا اور فلسطین کی راہ لی یہاں پہنچ کر آپ کو نبی کی صحبت میسر آئی چنانچہ اول آپ الیسع علیہ السلام کے خلیفہ بنے پھر موہبت الٰہی نے ان کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے نبی منتخب کر لیا۔ تفسیر خازن جلد دوم میں لکھا ہے کہ آپ شریعت موسوی پر عمل پیرا تھے آپ حضرت الیسعؑ اور ان سے پہلے کے پیغمبروں کی طرح صاحب کتاب نہیں تھے بلکہ تورات ہی کے احکام پر عمل کرنے کی تاکید کرتے تھے۔

داؤدؑ آپ کے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے حضرت داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے قرآن حکیم میں آپ کا ذکر سورہ ص، کے علاوہ کئی ایک سورتوں میں آتا ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد۔ یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ آپ بڑے اولوالعزم اور جلیل القدر نبی تھے۔ زبور آپ ہی پر نازل ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے موہبت نبوت کے ساتھ ساتھ سعادت دولت دنیا بھی عطا کی تھی آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ بھی تھے قصص القرآن میں لکھا ہے کہ ابتداء میں آپ بہت غریب تھے جنگل میں بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اور اپنے تیرہ بھائیوں میں سب سے زیادہ کمزور تھے جب بنی اسرائیل کے بادشاہ طالوتؑ نے جو پیغمبر بھی تھے۔ اعلان کیا کہ جو شخص جالوت سے مقابلہ پر آئے گا اور اسے شکست دے گا اسے نصف سلطنت بھی ملے گی اور شہزادی سے اس کا بیاہ بھی کیا جائیگا۔ چنانچہ اس اعلان پر بہت سے لوگ قسمت آزمائی کو نکلے مگر کسی کو جالوت کے مقابلہ پر آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

وہ جب جالوت کی شجاعت و طاقت سنتے راستے ہی سے پلٹ آتے۔ آخرکار اب آپ کی باری آئی۔ جالوت کی بہادری و شہ زوری کی ہر طرف دھوم تھی۔ جب آپؑ

Marfat.com

اس کے سامنے گئے پہلے تو اس نے آپ کو ایک نگاہ غلط انداز سے دیکھا پھر کہنے لگا۔ میاں جا کیوں اپنی جان کا دشمن ہو رہا ہے۔ تجھ پر تو میرے لیے تلوار اٹھانا بھی شرم کا باعث ہے۔ جا۔ جا اپنی جان نہ گنوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس کی باتیں سن کر مسکرائے پھر اس کے مغرور جواب میں گوپھن میں ایک پتھر رکھ کر اس زور سے مارا کہ وہ اس کی ایک ہی زد سے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس واقعہ سے جالوت کا لشکر تھرا اٹھا۔ اور تھوڑے سے آدمیوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ سپاہیوں کا لشکر جرار بھاگ نکلا اور میدان حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ رہا۔

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام تیس برس کے ہو چکے تھے اور آپ کا حسن و شباب اپنے جوبن پر تھا۔ آپ لوگوں میں بہت مقبول اور پسندیدہ تھے اور نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے کہ حضرت طالوت کو آپ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کھٹکنے لگی۔ چنانچہ حضرت طالوت نے آپ کو ٹھکانے لگانے کی سوچی اور آپ کو اپنی بیٹی کے ذریعے کہ وہ آپ کی بیوی تھی قتل کرانا چاہا۔ آپ جب اپنی بیوی کے کہنے پر مطلع ہوئے تو فلسطین بھاگ گئے ادھر آپ کی بیوی نے اپنے باپ کی خواہش پوری کرنے کے لیے یہ چال چلی کہ پانی کا ایک مشکیزہ چارپائی پر رکھ کر چادر اوڑھادی اور اپنے باپ طالوت سے کہا کہ یہ داؤد سو رہے ہیں قتل کر دو رات کا وقت تھا انہوں نے داؤد سمجھ کر مشک کو قتل کر دیا۔

محدث ابن حزم لکھتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے حضرت طالوت بحیثیت ایک نبی کے ہرگز ایسا نہیں کر سکتے یہ اور اس طرح کی دیگر خرافات یہودیوں ہی کی افتاد طبع کا نتیجہ ہیں مثلاً یہودی کہتے ہیں کہ حضرت طالوت نے بنی ہارون کے تقریباً نواسی مردوں، عورتوں اور بچوں کو صرف اس جرم میں قتل کر دیا کہ انہوں نے داؤد علیہ السلام کو روٹی کا ایک ٹکڑا کھلا دیا تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ والدہ سلیمان کے ہاں جناب سلیمان کی

Marfat.com

ولادت سے قبل ایک اور بیٹا پیدا ہوا جو زنا سے تھا اور مرگیا۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ طالوت کے انتقال کے بعد ان کی تمام اولاد کو بجز ایک اپاہج بچے کے حضرت داودؑ نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بھلا ان بدبختوں کی باتوں کا اعتبار کیا۔ یہ لوگ تو وہ ہیں کہ جو دل میں آگیا الہام کے نام سے پیش کر دیا۔

صحف سماوی پر ایک نظر قرآن حکیم نے پہلی آسمانی کتابوں کے انبیاء پر نازل ہونے کو نہ صرف حق کہا ہے بلکہ اس حقیقت پر ایمان لانا بھی اسلام کی بنیاد قرار دیا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام پر صحیفوں کا نازل کرنا حق ہے۔ جناب موسیٰؑ پر تورات اتارنا حق ہے جناب داودؑ کو زبور دینا حق ہے جناب عیسیٰؑ پر انجیل نازل کرنا حق ہے اور وہ کتابیں اور صحیفے اور وہ نبی و رسول جن کے نام ہمیں نہیں بتائے گئے ان پر ان چیزوں کا نازل کرنا حق ہے۔ لیکن قرآن حکیم نے وہ کتابیں جنہیں یہود و نصاریٰ لیے بیٹھے ہیں اور منزل من اللہ سمجھتے ہیں ان کے حق ہونے کی ہرگز تصدیق نہیں کی بلکہ صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ یہ کتابیں یکسر متبدل و محرّف ہو چکی ہیں تاریخ الانبیا میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصحیح کے لیے کبھی نہیں بھیجا گیا۔ جب ایک کتاب انسانی خواہشات سے ملو ہوگئی تو اس کی تصحیح کی بجائے اللہ تعالیٰ نے دوسری کتاب کو نازل کیا کہ اپنی تعلیمات کو انسانی خواہشات کی آمیزش سے پاک کرنے کا یہی مناسب ذریعہ تھا۔ نیز نزول سے کتاب کی پرستش کروانی مقصود نہیں بلکہ وحدت الٰہی کو قائم رکھنا مقصد ہے۔ لہٰذا دریں صورت کہ قرآن حکیم سے پہلے کی کتابوں کو لوگوں نے یکسر بدل ڈالا ان کتابوں کی تصحیح کی صورت فقط یہ ہے کہ قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کیا جائے۔

قرآن حکیم کا یہ چیلنج فاتوا بسورۃ من مثلہ اس باب میں قبول نہ کرنا کہ اگر قرآن حکیم کو اللہ کا کلام نہیں سمجھتے تو لاؤ اس جیسی ایک ہی سورۃ بنا لاؤ۔ یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ یہ

اللہ کا کلام ہے اور کلام اللہ کے سوا کوئی کتاب یا ضابطہ حیات ایسا نہیں جس سے ہر دور، ہر ماحول اور ہر قوم کے تقاضے اور ضرورتیں پوری ہو سکیں۔

قرآن حکیم اور دیگر صحف سماوی سے متعلق ایک مبسوط و مفصل کتاب کی ضرورت ہے جسے انشاء اللہ تعالیٰ ہم بہت جلد لکھنے والے ہیں۔ ہمیں یہاں کتاب زبور کے مضامین کی چند جھلکیاں پیش کرنا چاہتے ہیں جس سے اس بات کا کچھ اندازہ ہو سکے کہ یہود نے زبور کے نام کا سہارا لے کر جو رطب و یابس پیش کر رکھا ہے۔ وہ کہاں تک منزل من اللہ ہونے میں صحیح ہے؟

مضامین زبور

زبور کے مزمور اول میں ہے اے داؤد تو میرا بیٹا ہے میں نے آج تجھے جنا ہے۔ چوالیسویں مزمور میں ہے اے اللہ تیرا عرش دنیا میں اور ابد میں ہے۔ عدل کی شاخ تیری سلطنت کی شاخ ہے اس کے سبب مجھے نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت ہے۔ تیرے خدا نے تیرے شریکوں کے درمیان تیرے روغن فرحت لگایا۔ آگے چل کر لکھا ہے۔ تیرے دائیں طرف تیری بیوی کھڑی ہے جس کا جوڑا سونے کا ہے۔ اے بیٹی سن! اور اپنے کان لگا اور دیکھ اور اپنے کنبے اور اپنے باپ کے گھر سے انس و رغبت کر۔ تیری خواہش میں بادشاہ ہے اور وہی رب اور اللہ ہے لہٰذا خوشی سے اسے سجدہ کر۔ پھر لکھا ہے رب نے میرے رب سے کہا کہ تو میرے دائیں طرف بیٹھ جا۔ تاکہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے قدموں کی کرسی بنا دوں مزمور ستترھویں میں لکھا ہے۔ رب کھڑا ہوا جس طرح اپنی نیند سے بیدار ہونے والا۔ یا اس ظالم کی طرح جس کا نشہ کافور ہو رہا ہے یا جیسا کہ بیل کھڑا ہوتا ہے۔ پھر لکھا ہے اپنے رب سے ڈرو جس کی قوت بیل کی طرح ہے۔ اکیاسیویں مزمور میں لکھا ہے کہ خداؤں کے مجمع میں کھڑا خدائے عزت سب خداؤں کے درمیان حکم دے رہا تھا اٹھاسیویں مزمور میں ہے کہ داؤد مجھے والد پکارتا ہے اور میں نے اسے اپنا فرزند اکبر بنا لیا

Marfat.com

ہے۔ اس بیان کو دیکھیے اور زبور پر ایک نگاہ ڈالیئے۔ کیا یہ وہی زبور ہو سکتی ہے جو داؤد پر نازل ہوئی۔

ملخص

بیانِ زبور

۱- خدا بیٹا۔
۲- خدا کی شان۔
۳- خدا کی بیوی اور بیٹی۔
۴- خدا کی انسانیت۔
۵- خدا کیسے کھڑا۔
۶- بیل جیسا خدا۔
۷- خدا سب خداؤں کو حکم دے رہا تھا۔
۸- فرزندان خدا۔

یہ فرزند اکبر یہ باتیں جو نام نہاد زبور سے ہم نے نقل کی ہیں انہیں سامنے رکھئے تو کہنا پڑتا ہے کہ عیسائی جو تثلیث کی دعوت دیتے ہیں یعنی تین میں ایک اور ایک میں تین کے قائل ہیں مفت میں بدنام ہیں یہودی تو ان سے بھی کہیں زیادہ آگے نکلے۔

توراۃ کا بیان "اور خداوند نے ناتن کو داؤد کے پاس بھیجا۔ اس نے اسکے پاس آ کے اس سے کہا ایک شہر میں دو شخص تھے ایک تو دولتمند اور دوسرا کنگال۔ اس مالدار کے پاس بہت بیشمار بھیڑ بکری اور گائے بیل کے گلے تھے پر اس کنگال کے پاس بھیڑ کی ایک پٹھیا کے سوا کچھ نہ تھا جسے اس نے مول لیا تھا اور پالا تھا۔ اور وہ اس کے اور اس کے لڑکوں کے پاس بڑھی تھی۔ وہ اسی کی روٹی کھاتی اور اسی کے پیالے سے پیتی تھی۔ اور اس کی گود میں سوتی تھی اور اس کی بیٹی کی جگہ تھی۔ اور ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مسافر دولت مند

Marfat.com

پاس آیا۔ سو اس نے اپنے بیل اور بھیڑ۔ بکری کو بچا رکھا تھا۔ اور اس مسافر کے لیے جو اس پاس آیا تھا۔ نہیں پکایا بلکہ اس کنگال کی بھیڑ لے لی۔ اور اس شخص کے لیے جو اس پاس آیا تھا پکا ڈالی۔ تب داؤد غصہ سے اس شخص پر شدت سے بھڑکا۔ اور اس نے ناتن کو کہا زندہ خداوند کی قسم کہ وہ شخص جس نے یہ کام کیا واجب القتل ہے۔ سو وہ شخص چوگنی بھیڑیا اسے پھیر دے کیونکہ اس نے ایسا کام کیا اور کچھ رحم نہ کیا تب ناتن نے داؤد کو کہا کہ وہ شخص تو ہی ہے۔ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے کہ میں نے تجھے مسح کیا تاکہ اسرائیلیوں پر سلطنت کرے۔ اور میں نے تجھے ساؤل (طالوت) کے ہاتھ سے چھڑایا اور اس نے تیرے آقا کا گھر تجھے دیا اور تیرے آقا کی جورؤں کو تیری گود میں دیا اور اسرائیل اور یہود کا گھرانہ تجھے دیا۔ اگر یہ سب کچھ تھوڑا تھا تو میں تجھے فلاں فلاں چیز بھی دیتا سو تو نے کیوں خداوند کے حکم کی تحقیر کرکے اس کے آگے بدی کی۔ کہ تو نے حتی اوریاہ کو تیغ سے قتل کروایا۔ اور اس کی جورو کو لے کے اپنی جورو کیا اور اس کو بنی عمون کی تلوار سے مروا ڈالا سو اب تیرے گھر سے تلوار کبھی نہ جائے گی کہ تو نے مجھے حقیر کیا اور حتی اوریاہ کی جورو کو لے کے اپنی جورو کیا۔"

" داؤد کے بیٹے ابی سلوم کی ایک خوبصورت بہن تھی جس کا نام تمر تھا۔ اس پر داؤد کا بیٹا امنون عاشق ہوا۔ اور امنون ایسا بے چین ہوا کہ اپنی بہن تمر کے لیے بیمار پڑا۔ کیونکہ وہ کنواری تھی۔ سو امنون نے اس سے کچھ کرنا اپنے لیے دشوار جانا اور داؤد کے بھائی سمعہ کا بیٹا یوندب امنون کا دوست تھا۔ سو اس نے کہا کہ تو بادشاہ کا بیٹا ہو کے کیوں روز بروز دبلا ہوتا جا رہا ہے۔ کیا تو مجھے خبر کرے گا۔ تب امنون نے اس سے کہا کہ میں اپنے بھائی ابی اسلوم کی بہن تمر پہ عاشق ہوں۔ سو یوندب نے کہا کہ تو بستر پر پڑا رہ اور اپنے تئیں بیمار رہنا اور جب تیرا باپ تجھے دیکھنے آئے تو اسے کہہ میری بہن تمر کو پروانگی دیجئے کہ آئے اور مجھے بھی کھلائے پلائے اور میرے سامنے کھانا پکائے تاکہ میں دیکھوں اور

اس کے ہاتھ سے کھاؤں تب امنون پڑا رہا اور اپنے تئیں بیمار بنایا اور جب بادشاہ اس کو دیکھنے آیا تو امنون نے بادشاہ سے کہا کہ میری بہن تمر آئے دیجیے کہ وہ میرے سامنے دو پھلکے پکائے تاکہ میں اس کے ہاتھ سے کھاؤں سو داؤد نے تمر کے گھر کہلا بھیجا کہ تو ابھی اپنے بھائی امنون کے گھر جا اور اس کیلئے کھانا پکا سو تمر اپنے بھائی امنون کے گھر گئی اور وہ بستر پہ پڑا ہوا تھا اور اس نے آٹا لیا اور گوندھا اور اس کے پیے پھلکے پکائے اور انہیں لیکر ایک قالب میں دھرا۔ اور اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے کھانے سے انکار کیا۔ تب امنون نے کہا۔ سب مرد میرے پاس سے نکل جائیں اور ہر ایک اس کے پاس سے اٹھ گیا۔ تب امنون نے تمر سے کہا کہ کھانا کوٹھڑی کے اندر لا۔ تاکہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں سو تمر نے وہ پھلکے جو پکائے تھے اور کوٹھڑی میں اپنے بھائی کے پاس لائی۔ اور جب وہ کھانا اس کے سامنے لائی کہ اسے کھلائے۔ تو اس نے اسے پکڑا اور اسے کہا کہ اے میری بہن! آ مجھ سے ہمبستر ہو وہ بولی نہیں۔ میرے بھائی۔ مجھے رسوا نہ کر۔ کہ اسرائیل میں ایسا کرنا اچھا نہیں۔ سو تو ایسی بے وقوفی نہ کر۔ اور میں کیا کروں گی کہ میری رسوائی رفع ہو۔ تو اسرائیلیوں کے احمقوں میں سے ایک کی مانند ہوگا۔ پس اب بادشاہ کہیے وہ مجھے تجھ سے منع نہ کرے گا۔ لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی کہ وہ اس سے زور آور تھا۔ سو اس سے زبردستی کی اور اس سے ہمبستر ہوا۔"

علامہ طبری نے تفسیر طبری جلد شانزدہم میں لکھا ہے کہ حضرت طالوت کو جب اپنے کئے پر پشیمانی ہوئی تو کسی بزرگ نے انہیں مشورہ دیا کہ تم اللہ کی راہ میں اپنے بیٹوں کو شہید کروا دو اور خود بھی لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤ۔ یہی ایک صورت ہے تمہارے گناہ کے کفارہ کی چنانچہ طالوت نے یہی کیا۔

ہمارے نزدیک حضرت طالوت سے متعلق یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے بجز اس کے کہ اسرائیلیاتی کذب و افترا ہے اور کچھ نہیں حضرت طالوت نے چالیس برس تک

Marfat.com

بڑی شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی اور ایمان پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

عہد حکومت داؤدی حضرت طالوت کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کے بادشاہ بنے ہر چند اس وقت حکومت کے لائق آپ کے سوا کوئی اور شخص نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کو تخت کے لیے جنگ کرنی پڑی۔ دشمنوں نے آخر کار منہ کی کھائی اور فتح و نصرت نے آپ ہی کے قدم چومے۔

جناب طالوت کی طرح آپ کو بھی اکثر و بیشتر جہاد کرنے پڑے۔ آپ نے بنی مراب بنی کنعان اور اہل روم سے کہ شدید گمراہ لوگ تھے سخت لڑائیاں لڑیں۔ یہاں تک انہیں مطیع و باجگزار بنا لیا اور سب سے جزیہ وصول کیا۔ دمشق، حلب اور دیگر جگہوں پر بھی جزیہ لگایا گیا مختصراً یہ کہ آپ کے عہد میں بنی اسرائیل کی سطوت و حکومت تمام قوموں پر مسلم ہو گئی۔ سلطنت کے حدود بڑھے اور کامل اقتدار حاصل ہو گیا۔

تفسیر جامع البیان میں آپ کے حالات و کمالات سے متعلق لکھا ہے کہ آپ نہایت قوی و دلیر اور پیکر شجاعت تھے اور بڑے فہیم و لیق سپہ سالار تھے۔ آپ کے رعب و داب اور دبدبے کا عالم یہ تھا کہ دشمنوں کے دل آپ کے نام سے دھڑکنے لگتے۔ اور جب دربار لگا کر بیٹھتے تو کسی میں نظر اٹھا کر آپ کو دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ لیکن با ایں ہمہ صفات آپ نہایت منکسر المزاج اور حلیم الطبع تھے۔ بیت المال پر آپ کی گزر بسر کا بار نہیں تھا۔ آپ زرہیں بنایا کرتے اور اس سے جو کچھ وصول ہوتا اس سے اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔ شب کو اپنے رب کی بارگاہ میں بڑے درد و کرب اور سوز و گداز سے اس کا ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ لحن داؤدی اسی مناسبت سے ضرب المثل بن گیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے پینتالیس ۴۵ برس تک بڑے طنطنہ اور کر و فر کے ساتھ حکومت کی۔ نیز آپ کی مساعی جمیلہ اور فریضہ نبوت کے طفیل بنی اسرائیل

Marfat.com

بت پرستی سے منہ موڑ چکے تھے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف چلنے کی قطعاً جرات نہیں رہی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی بارگاہ میں بلا لیا۔

مسند سلیمانی آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام مسند حکومت پر جلوہ گر ہوئے۔ حضرت سلیمان خلافت و نبوت اور سلطنت ہر سہ نعمائے عظمیٰ سے بہرہ ور تھے۔ قرآن حکیم میں آپ کا ذکر سورۂ انعام۔ سورہ انبیاء۔ سورہ سبا۔ سورہ نمل۔ سورۂ بقرہ اور سورہ ص میں آتا ہے۔ آپ کے عہد حکومت میں اسرائیل کا عروج و اقتدار نقطۂ کمال پر پہنچ چکا تھا۔

بلاشبہ حضرت سلیمان بڑی قوت و سطوت اور شان و شوکت کے مالک تھے۔ آس پاس اور دور و نزدیک کے تمام بادشاہوں کے دلوں پر آپ کے نام سے ہیبت طاری تھی اور آپ کے دربار کا یہ عالم تھا کہ کسی میں آپ کو نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی لیکن اسرائیلیوں نے اس پر حاشیے چڑھائے اور افسانہ طرازیاں کی ہیں بدقسمتی سے اسے ہمارے مفسرین کرام نے بھی خوش اعتقادی کی راہ سے من و عن قبول کر لیا ہے چنانچہ البدایہ والنہایہ جلد دوم میں لکھا ہے کہ بحیثیت نبی آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ قدرت نے تمام جنات و شیاطین اور وحوش و طیور کو آپ کا مطیع و منقاد بنا دیا تھا۔ لکھا ہے کہ آپ نے جنات کی مدد سے ایک نہایت خوشنما اور وسیع و عریض فرش زر و جواہر سے تیار کروایا تھا جس پر تمام دربار بیٹھ جاتا تھا اور تمام سامان مہیا رہتا تھا جب آپ حکم دیتے تھے جنات اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا لے جاتے تھے اور اسی فرش پر آپ کا تخت بھی نصب تھا جس پر آپ بڑی شان و شوکت کے ساتھ دربار لگا کر بیٹھتے تھے۔ نیز اس فرش کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ اس پر بیٹھ کر ایک ماہ کی راہ ایک دن میں طے کر لیتے تھے۔

تخت اور دربار کی شان و شکوہ کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے وزیر اعظم

برخیا آپ کے سامنے ہیرے جواہرات سے آراستہ کرسی پر بیٹھا کرتے تھے۔ چار ہزار علماء آپ کے دائیں جانب اور چار ہزار امراء و رؤسا آپ کے بائیں طرف دست بستہ کھڑے رہتے اسی طرح چار ہزار جن اور پریاں بھی دربار میں حاضر رہتی تھیں یہ سب لوگ صبح کی نماز پڑھ کر دربار میں آتے اور زوال کے وقت تک سلطنت کے کاموں میں مصروف رہتے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں اپنے فرمان لکھواتے رپورٹیں اور شکائتیں سنتے اور نہایت مستعدی کے ساتھ کام لیتے تھے۔

البدایہ والنہایہ جلد دوم میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت سلیمانؑ کا تخت رواں جب ایک مقام پر آکے رکا اور آپ نماز ادا کرنے کے لیے اترے تو ہدہد نے اس دوران میں اس کے مقام کے طول و عرض کو دیکھنے کے لیے پرواز کی۔ چنانچہ وہ سبا نام ایک شہر میں جا پہنچا وہ نہایت سرسبز و شاداب اور بہت خوبصورت تھا۔ ہدہد اس کی خوشنمائی سے بے حد متاثر ہوا چنانچہ اس نے واپس آکر سبا کی آپ سے کیفیت بیان کی۔ اور کہا ایک بلقیس نام عورت یہاں حکمران ہے مطلّا بجواہر تخت احمر پر بیٹھ کر حکومت کرتی ہے جس کے پائے یاقوت و زبرجد کے ہیں اور تیس گز اس تخت کا طول و عرض ہے آپ نے ایک خط بلقیس کے نام لکھ کر ہدہد کے حوالے کیا اور کہا کہ اسے پہنچا آ دے۔ ہدہد خط لے کر چلا وہ بلقیس کے محل میں جب داخل ہوا تو روشن دان کی راہ سے اس کے کمرے میں پہنچ کر خط اس کی چھاتی پر خواب کی حالت میں رکھ کر چلا گیا جب وہ بیدار ہوئی اور اس نے خط پایا اور اس پر حضرت سلیمان کے نام کی مہر دیکھی تو اپنے ارکین حکومت سے آپ سے متعلق استفسار کیا اور کہا کہ کیا تم انہیں جانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں وہ بہت بڑے طاقتور اور جلیل القدر فرمان روا ہیں لوگوں کو دین موسوی کی طرف بلاتے اور خود کو نبی کہلواتے ہیں۔ ملکہ نے یہ بات سن کر مذید حالات معلوم کرنے کے لیے آپ کے دربار میں اپنے سفیر بھیجے۔ سفیروں نے واپس آکر وہاں جو کچھ دیکھا ملکہ کو کاست بیان کر دیا انہوں

نے کہا حضرت سلیمانؑ پیغمبر بھی ہیں اور بادشاہ بھی۔ ان کا مقابلہ کرنا انسان کے بس کا کام نہیں وہ بہت مضبوط اور طاقت ور بادشاہ ہیں۔

اب ملکہ بلقیس دربار سلیمانی میں جانے کے لیے بذات خود تیار ہوئی۔ اس نے اپنے تخت کو درمیان کے محل میں منتقل کیا جس کے چاروں طرف ایسے ہی سات محل تھے۔ جن کی دہلیزوں کو طے کیے بغیر کوئی اندر نہیں جا سکتا تھا۔ نیز بہت سی فوج محلات کی حفاظت کے لیے مقرر کی اور ایک لشکر عظیم کو ساتھ لے کر بڑے تزک و احتشام کے ساتھ روانہ ہوئی۔ جب آپؑ کے قریب پہنچنے کو ہوئی اور حضرت سلیمان کو الہام کے ذریعے اس کے آنے کا علم ہوا تو آپ نے اپنے درباریوں کی طرف نظر اٹھا کے فرمایا کوئی ہے جو ملکہ کے تخت کو اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے لا کے حاضر کر دے تو ایک جن بولا زوال کے وقت تک تو میں لا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ تو بہت دیر ہے مجھے تو اس سے بھی پہلے چاہیے۔ اب تمام درباری خاموش تھے۔ بالآخر آپ کے وزیر اعظم برخیا نے کہا۔ میں اسے چشم زدن میں لا سکتا ہوں۔ صاحب کتاب اس امر کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے برخیا آپ کے صحابی تھے۔ ولی بھی اور اسم اعظم سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے پلک جھپکنے کی دیر میں تخت لا کے پیش کر دیا۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

اسبابِ دعوت حق

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ اس کے بعد حضرت سلیمان نے ملکہ بلقیس کو اپنے محل میں اتارا اور بڑے آرام اور آسائش کی اشیا اس کے لیے مہیا کیں۔ جب حرم سرا میں یہ اطلاع پہنچی کہ آپ کا ارادہ ملکہ سے نکاح کرنے کا ہے تو بیبیوں نے کہا کہ ملکہ کی پنڈلیوں پر تو بال ہیں یہ آپ کی بیوی بننے کے لائق نہیں یہ بات سن کر آپ نے تجربہ و مشاہدہ کے لیے ایک بلوری فرش بنوایا جو عالم آب دکھائی دیتا تھا۔ ملکہ نے پانی سمجھ کر اپنے پائنچے اٹھا لیے عورتوں

Marfat.com

نے دیکھا تو واقعی بال موجود تھے۔ معاملہ کی تصدیق ہو جانے پر آپ نے جنات سے کوئی ایسی دوا منگا کر لگائی کہ بال معدوم ہو گئے اس واقعہ پر بلقیس ایمان لے آئی اور آپ سے نکاح کر لیا۔ ازاں بعد آپ سے اجازت لے کر سبا چلی گئی۔

جنات وشیاطین جنات وشیاطین کے باب میں دو خیال ہیں پہلا تو یہ ہے کہ قرآن حکیم میں جنات وشیاطین سے سرکش قوتیں مراد لی جاتی ہیں چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے باب میں جہاں جہاں ان قوتوں کا ذکر آیا ہے وہاں روئے سخن وحشی قبائل اور پہاڑی لوگوں کی طرف ہے یہ وہ لوگ تھے جو غیر متمدن زندگی بسر کرتے تھے اور بلا کے جفاکش تھے۔ ہیکل سے متعلق جو بیان کیا گیا ہے کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات وشیاطین کی مدد سے تعمیر کرایا درحقیقت اس سے انہی جفاکش۔ بلا نوش۔ تنو ومند اور غیر متمدن قبائل کی طرف اشارہ ہے جو متمدن زندگی بسر کرنے والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے۔ اس باب میں جنات وشیاطین سے متعلق تورات کا یہ بیان شاہد ناطق ہے۔ تورات میں ہے۔

" اور سلیمان نے ارادہ کیا کہ خداوند کے نام پر ایک گھر بنائے۔ اور سلیمان نے ستر ہزار بار بردار اور اسی ہزار پتھر توڑنے والوں کو پہاڑ میں ٹھہرایا اور تین ہزار چھ سو آدمی کہ ان سے کام لیں۔ (تواریخ ۲ ۱-۲/۲) اس تفصیل سے جہاں یہ بات واضح ہے کہ یہ سب آدمی تھے وہاں یہ بھی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ آدمی بنی اسرائیل کے نہیں تھے بلکہ دیگر اقوام کے تھے۔ اور خود تورات میں بھی ایک مقام پر صراحت کے ساتھ آتا ہے

" لیکن وہ ساری قوم جو حیتوں۔ اور اموریوں۔ اور فرزیوں اور حویوں۔ اور یبوسیوں سے باقی رہی اور اسرائیلی نہ تھی۔ ہاں ان کی اولاد جو بعد ان کے زمین میں باقی رہی جنہیں اسرائیل نے نیست ونابود کیا پس سلیمان نے ان سے خراج کے بدلے

Marfat.com

کام لیا. جیسا کہ آج کے دن ہوتا ہے۔

لیکن سلیمان نے اپنے کام کے لیے اسرائیل میں سے کسی کو مزدور ہونے کے واسطے مقرر نہ کیا۔ وہ جنگی مرد اور اس لشکر کے سردار اور اس کی گاڑیوں کے اور اس کے سواروں کے بندوبست کرنے والے تھے تواریخ ۲ ۹-۸ "

دوسرا خیال وہی ہے جو عام ہے کہ جنات و شیاطین ایک مستقل ناری اور اولاد آدم سے ایک علیحدہ مخلوق ہے جو موجود تو ضرور ہے مگر ہم اسے دیکھ نہیں سکتے۔

ھُدھُد ہُدہُد سچ مچ کوئی پرندہ تھا. یا کسی آدمی کا نام تھا. اس سے متعلق بھی مفسرین میں اختلاف ہے جو لوگ اسے پرندہ خیال کرتے ہیں وہ اس خیال کو مزید تقویت دینے کے لیے یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں بھی جانتے تھے۔

لیکن جن لوگوں کو اس سے اختلاف ہے ان کے نزدیک ہُدہُد کسی جانور کا نام نہیں بلکہ ایک انسان کا نام ہے اور اس خیال کی مناسبت سے وہ منطق الطیر کے معنی بجائے پرندوں کی بولیوں کے گھوڑوں کے لشکر کے قواعد و ضوابط مراد لیتے ہیں۔

ان کے خیال میں طیر (بمعنی پرندہ) ایک قبیلے کا نام تھا جو حضرت سلیمان ؑ کے زمانے میں گھوڑوں کے لشکر پر مشتمل تھا. جیسا کہ نمل (بمعنی چیونٹی) نام کا ایک قبیلہ تھا. جس کا ذکر قرآن حکیم میں یوں آتا ہے. حتیٰ اذا اتوعلی واد النمل. قالت نملۃ یاایھا النمل ادخلو مسٰکنکم۔ یہاں تک کہ جب وہ قبیلہ نمل کی وادی سے گزرا تو ایک نملی نے کہا۔ اے نمل کے لوگو اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ۔ لا یحطمنکم سلیمٰن وجنودہ کہیں تمہیں سلیمان کا لشکر روند نہ ڈالے۔

جناب سلیمان علیہ السلام واقعی ایک لشکر جرار کے مالک تھے. جس میں پہاڑی لوگ، شہری اور مختلف قبائل کے جفاکش اور بہادر لوگ شامل تھے. چنانچہ قرآن حکیم میں

Marfat.com

آتا ہے وحشر سلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون اور سلیمانؑ کے لیے ہر طرح کے لشکر اکھٹے کر دیئے کیا وحشی، کیا بدوی اور کیا متمدن یعنی شہری اور حضری قبائل اور اس کے علاوہ گھوڑوں کے رسالے نہیں کثرت پکڑنے پر ضبط کیا جاتا نیز رد کا جاتا تھا۔

ھدھد

فریق ثانی کا خیال یہ ہے کہ جو لوگ منطق الطیر کے معنی پرندوں کی زبان کے لیتے ہیں اور ہدہد سے بھی ایک پرندہ ہی مراد لیتے ہیں حقیقت میں وہ لوگ منطق الطیر کے ظاہر پر چلے گئے ان کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہو سکا کہ ہدہد بجائے پرندہ کے ایک شخص کا نام ہے جسے دربار سلیمانی میں بڑا تقرب حاصل تھا۔ پرندوں پر انسانوں کے نام ہونے کی بات کوئی نئی نہیں بیشتر قبائل کے نام پرندوں، جانوروں حتیٰ کہ درندوں کے ناموں پر بھی رکھے گئے ہیں۔

ان کے نزدیک ہدہد کا قصہ یہ ہے کہ وہ ایک اودمی شہزادہ تھا۔ اودم کے معنی سریانی زبان میں سرخ رنگ کے ہیں یہ عرفی نام علیسو ابن یعقوبؑ کا تھا اسی مناسبت سے علیسو کی اولاد اودمی کہلائی مورخین ہدہد کو اودمی شہزادہ بتاتے ہیں۔ اور اس کا نام ہدہد تھا۔ اس نے ایک روز دربار سلیمانی میں عرض کیا کہ میں سبا نام ایک شہر کو دیکھ کر آرہا ہوں، وہاں ایک ملکہ حکومت کرتی ہے اور اس کے پاس ایک بہت ہی قیمتی تخت ہے جس سے اس ملک کی خوشحالی کا ایک اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن اخلاقی طور پر سبا کے رہنے والے بہت گرے ہوتے ہیں، وہ سورج کی پوجا کرتے ہیں اور وہ خدا جس نے یہ تمام کائنات بنائی، چرند پرند، انسان حیوان غرض ہر شے کو انسان کے لیے پیدا کیا اسے بھولے ہوئے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ سن کر اول تحقیق کیا جب یہ بات صحیح نکلی تو آپ نے ہدہد ہی کے ہاتھ ملکہ سبا کے نام ایک خط بھیجا جس میں اسے توحید کی دعوت دی۔ ہدہد جب یہ خط لے کر پہنچا تو ملکہ نے اپنے ارکین حکومت سے مشورہ

Marfat.com

کیا نیز کہا کہ میں سلیمان ؑ سے لڑائی مول نہیں لینا چاہتی اس لیے کہ جب ایک بادشاہ دوسرے ملک پر چڑھائی کرتا ہے تو ملک کی سرسبزی وشادابی اور خوشحالی اس کے غیض وغضب کی نذر ہو جاتی ہے اس سے قبل کہ سلیمان ہم پر حملہ کرے میں اس کے پاس کوئی ہدیہ بھیجنا مناسب سمجھتی ہوں چنانچہ ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں اپنے ایلچی کے ہاتھ کوئی ہدیہ بھیجا۔

آپ نے ایلچی سے کہا کیا تم دولت وحشمت سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ کیا میں نے دعوت نامہ مال و دولت کے حصول کے لیے بھیجا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دے رکھا ہے تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور اس سے جا کر کہو کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش اختیار کرے اور اس طریقہ وروش سے باز آئے جو اس نے اختیار کیا ہوا ہے ورنہ ہم فوجیں لے کر آرہے ہیں جن کا مقابلہ تم سے نہیں ہو سکے گا۔

ملک سبا

سبا ایک قوم کا نام ہے جس کی ملکہ کا نام بلقیس تھا۔ قرآن حکیم میں ملکہ سبا کا ذکر آیا ہے سبا کا ملک اسی قوم کے نام پر مشہور ہے جو اس کا مسکن تھا۔ یہ لوگ یمن کے مشرقی علاقے میں رہتے تھے اور مآرب ان کا دارالسلطنت تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ قوم سبا ایک طاقتور اور تاجر قوم تھی۔ ان کے دیار ومسکن میں قیمتی دھاتیں، ہیرے، جواہرات نیز ریشم وبخورات اور مسالے بکثرت ملتے تھے۔ نیز ہندوستان کا مال یمن کے ساحل پر اترتا تھا جہاں سے یہ لوگ ہندوستانی مال کو شام وفلسطین اور مصر وغیرہ میں لے جاتے اور خوب تجارت کرتے تھے غرض ملک سبا ایک وادی زرخیز اور سرسبز وشاداب ملک تھا۔

لیکن قوم سبا، دولت وحکومت کے نشہ میں خدا کو بھول چکی تھی اور وہ تمام خرابیاں اور برائیاں جو قوم عاد وثمود میں تھیں ان میں بھی موجود تھیں حضرت سلیمان ؑ

Marfat.com

نے اپنے درباریوں سے کہا کہ اس سے پہلے کہ وہ لوگ مطیع ہو کر یہاں پہنچیں تم میں سے کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ وحشی قوم کے عفریت نام ایک شخص نے کہا کہ اس سے قبل کہ آپ اپنے دربار سے اٹھیں میں اتنی قوت رکھتا ہوں کہ اسے آپ کے قدموں میں لا کے حاضر کر دوں۔ لیکن ان درباریوں میں ایک شخص ایسا بھی تھا جسے اس خط و کتابت کا علم تھا جو ملکہ سبا اور حضرت سلیمانؑ کے درمیان ہوئی تھی وہ بولا کہ یہ کام میرے سپرد کر دیا جائے اسے میں بخوبی سرانجام دے سکوں گا۔ یہ شخص وحشی قبائل سے تھا اور نہایت فہم و ذکی اور اس کے ساتھ ساتھ لحیم شحیم بھی تھا۔ اس کے بازوؤں میں بڑی طاقت تھی۔ چنانچہ یہ مہم اس کے ذمہ لگا دی گئی۔ جسے اس نے بہت جلد سر کر لیا۔

یلغار کے وقت حضرت سلیمان کی طرف سے چونکہ یہ ہدایت کی گئی تھی کہ ملک سبا کو تاخت و تاراج اور ویران و برباد نہ کیا جائے جیسا کہ عموماً اس زمانے کے بادشاہ کیا کرتے تھے حضرت سلیمانؑ بادشاہ ہونے کے علاوہ چونکہ نبی بھی تھے لہٰذا یہ ان کے منصب نبوت کے خلاف تھا کہ وہ فاتحین کے طریقہ کی پیروی کرتے پس جب ملک سبا فتح ہو گیا اور ملکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے اسی بات کو جتانے کے لیے کہ دعوت نامہ مذکور مال و دولت کے حصول کے لیے نہیں تھا۔ کہا۔ دیکھو یہ ہے تمہاری دولت و حکومت اس میں کوئی کمی بیشی تو واقع نہیں ہوئی۔ ملکہ کے دل نے یہ عالم دیکھ کر آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور وہ ایمان لے آئی۔

علامہ طبری نے ملکہ کے قیام سے متعلق جو حضرت سلیمانؑ کا اہتمام بیان کیا ہے۔ وہ بالکل صحیح ہے۔ قرآن حکیم سے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ ایک شیش محل میں ملکہ ٹھہرائی گئی چونکہ اس سے قبل ملکہ نے شیش محل نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا جب اسے بلوریں فرش پہ در و دیوار کا عکس نظر آیا تو اس نے خیال کیا کہ یہ پانی ہے وہ اسے دیکھ

Marfat.com

کر گھبرا گئی۔ لیکن یہ کہنا کہ مذکورہ اہتمام صرف ملکہ کی پنڈلیوں پر بال دیکھنے کے لیے کیا گیا تھا۔ سراسر بیہودہ ہے اس کی کوئی سند نہیں۔

سحر بابل دراصل یہودیوں نے اپنی افتاد طبیعت کی بنا پر جہاں انبیاء کرام کو قتل کیا ہے تکلیفیں پہنچائی ہیں وہاں ان پاک لوگوں کی ذات ان کے کذب و افتراء کے حملوں سے بھی محفوظ نہیں رہی چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ چونکہ بنی اسرائیل کے انتہائی عروج و کمال کا زمانہ تھا۔ لہٰذا یہودیوں نے آپ کے باب میں بھی خوب جی بھر کے غلو کیا ہے اور اس بات کا قطعاً خیال نہیں کیا کہ ان باتوں سے نبی کی عصمت پر حرف آتا ہے۔ چنانچہ یہ تو خیال ظاہر ہے کہ آپ سے متعلق جنوں۔ بھوتوں۔ پریوں اور دیوؤں وغیرہ کا مطیع ہونا منسوب کیا گیا ہے نیز یہ بھی واضح ہے کہ اس تمام طلسم کے باندھنے کے لیے یہودیوں نے ایک "اسم اعظم" بھی ایجاد کیا جو واقعی انہی کا نتیجہ فکر ہے لیکن بدقسمتی سے یہ مسلمانوں میں بھی راسخ ہے لیکن ان تمام باتوں سے بڑھ کر یہودیوں نے کمال یہ کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلم السحر گردانا ہے اور ان کے جادو کی بنیاد ہاروت و ماروت کے سحر پہ رکھی ہے جن کو بقول ان کے اللہ تعالیٰ نے دنیا دیکھنے کے لیے زمین پر بھیجا۔ لیکن یہ دنیا پہ آکر زہرہ (ستارہ) سے عشق کر بیٹھے جو رنڈی تھی اور اس کی محبت میں گمراہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے زہرہ کو تو ستارہ بنا کر آسمان پہ اٹھا لیا۔ لیکن یہ دونوں کو عشق و محبت کی پاداش میں دھر لیے گئے اور چاہ بابل میں الٹے لٹکا دیے۔ جہاں وہ ان لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے ہیں جو سیکھنے کے لیے ان کے پاس چلے جائیں۔

مذہب کتب سلیمانی یہود جو کتابیں جناب سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ تین ہیں۔ اول شارحین اس کتاب میں بجز بے سروپا باتوں کے کچھ نہیں۔ مطلق سمجھ میں نہیں آتا کیا کہنا چاہتے ہیں

کبھی مرد و عورت سے عاشقانہ گفتگو ہوتی ہے۔ کبھی کیمیا کے گُر بتائے جاتے ہیں اور کبھی ہذیانیت دکھائی جاتی ہے۔

دوم کتاب مثل۔ اس میں کچھ کہانیاں ہیں اور کچھ نصیحتیں ہیں۔ نیز لکھا ہے کہ جناب سلیمانؑ کہتے ہیں کہ جب اللہ نے آسمان بنایا میں موجود تھا جب وہ ستاروں کی حد صحیح مقرر کر رہا تھا۔ انہیں ٹھونک رہا تھا۔ آسمانوں کو عالم بالا میں مضبوط کر رہا تھا پانی کے چشموں کا اندازہ کر رہا تھا اور جب وہ زمین کی بنیادیں درست کر رہا تھا میں اس کے ہمراہ سب کاموں کے لیے تیار تھا۔

سوم نوحلث اس میں یہ مضمون ہے کہ انہوں نے اللہ کو مخاطب کر کے یہ بات کہی کہ مجھے اپنی امت کے لیے بحیثیت امیر اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں پر بطور حاکم کے منتخب کر دے۔

اسم اعظم تالمود۔ بابلی اور فلسطینی۔ ہر دو نسخوں کے مضامین مراقبہ و نصائح اور بیانات اور فرضی قصص و امثال پر مشتمل ہیں۔ اسم اعظم کا افسانہ تالمود ہی کے افسانوں میں سے ایک ہے چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک انگوٹھی تھی اس پر "اسم اعظم" کندہ تھا۔ اس کی تاثیر یہ تھی کہ انسان، حیوان چرند، پرند اور جن بھوت پری، دیو وغیرہ آپ کے پاس کھنچے چلے آتے تھے جب آپ کی سلطنت عظیم الشان ہو گئی اور آپ کو اپنی قوت و قدرت پر بڑا ناز اور گھمنڈ ہونے لگا تو یہ بات خداوند یہودا کو بہت ناگوار گذری۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیوؤں کے ملک کا بادشاہ حموویس کسی ترکیب و چالاکی سے آپ کی انگوٹھی لے اڑا جس سے آپ کا تمام کاروبار کہ انگشتری کی تاثیر ہی سے چل رہا تھا۔ چوپٹ ہو گیا۔ چنانچہ آپ اس انگوٹھی کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے فقیروں کا بھیس اختیار کر کے اپنے ملک سے نکلے۔ اور بادشاہ آلمون کے ہاں ایک باورچی کی نوکری کر لی۔ لیکن یہاں پیر نہ جمانے

Marfat.com

پائے تھے کہ شہزادی کے محبت کرنے پر جلد ہی نکال دیئے گئے اور شہزادی کو بھی آپ کے ساتھ دھکیل دیا گیا۔ اب یہ دونوں بھیک منگوں کے بھیس میں ایک مقام پر پہنچے وہاں ایک ماہی گیر کا گزر ہوا۔ بھکارن شہزادی کو سخت بھوک لگ رہی تھی چنانچہ اس نے ماہی گیر سے ایک مچھلی خرید لی۔ قدرت خدا کہ جب مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے وہی انگوٹھی نکل آئی جو حمو دیس نے چرالی تھی۔ اب کیا تھا۔ انگوٹھی کے ملنے سے پھر سب کچھ مل گیا پلک جھپکنے کی دیر میں آپ بیت المقدس پہنچے۔ آپ نے حمد دیس کو غداری کی سزا دی اور اپنا کاروبار حکومت از سر نو قائم کیا۔"

یہ ہیں وہ خرافات جو ہمارے نام نہاد محدثین کرام اور واعظان خوش بیان کی سخن طرازیوں اور رنگ نوازیوں کی بدولت ہمارے ہاں بھی راہ پا چکی ہیں۔

وفات ہمارے واعظانِ خوش بیان نے یہ نگارش بھی تورات ہی سے لی ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ ایک برس تک میری موت کا ہرگز کسی کو علم نہ ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ ایک روز مسجد میں گئے اور وہاں عصا ٹیک کر کھڑے ہو گئے کہ اس دوران میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ لیکن ایک سال تک لوگ یہی سمجھتے رہے کہ آپ عصا ٹیکے محوِ عبادت ہیں۔ اس کے بعد جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ دنیا سے چلے گئے تب آپ کو بیت المقدس میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کی سیرت پر تفصیل تفسیر مواہب الرحمٰن جلد ہفتم میں دیکھیے۔

لکھا ہے کہ حضرت سلیمان نے غریبوں اور ناداروں کے لیے ایک لنگر جاری کیا جس میں سات سو گاڑیاں صرف آٹے کی خرچ ہوتی تھیں باقی چیزیں اس کے علاوہ تھیں۔ جو آٹے کی گاڑیوں سے کئی گنا زیادہ تھیں۔ لیکن حضرت سلیمان ؑ کا خود اپنا حال یہ تھا کہ زنبیلیں تیار کر کے بیچتے اور اس سے جو کچھ حاصل وصول

ہوتا اس سے اپنی بسر اوقات کرتے۔ گھر میں جو کچھ پکتا اسے مسکینوں کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے اور پھر تمام رات اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے۔ دن میں عدل و انصاف کے ساتھ کاروبار سلطنت چلاتے مختصر یہ کہ سیرت و صورت دونوں اعتبار سے آپ کی شخصیت نہایت حسین و جمیل تھی۔

ملخصات آیات قرآن حکیم

ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ دیا۔ ہم نے ان سب کو ہدایت کی راہ دکھائی اور اس سے قبل نوحؑ کو دکھا چکے ہیں۔ اور ابراہیمؑ کی نسل سے داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ ایوبؑ۔ یوسفؑ۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی یہی راہ دکھائی ہم اسی طرح نیک بندوں کو ان کی نیک کرداری کی جزا دیتے ہیں۔

آسمان و زمین میں جو کچھ ہے تیرا رب سب کا حال جاننے والا ہے۔ ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور دی اور دیکھو ہم نے زبور میں یہ بات لکھ دی تھی کہ زمین کے وارث وہی لوگ ہوں گے جن میں وراثت ارضی کے رکھنے کی صلاحیت ہو گی۔

اور دیکھو ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا۔ چنانچہ وہ دونوں پکار اٹھے اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں بہت سے مومنوں پر برتری بخشی اور دیکھو ہم نے اسکی مملکت کو مضبوط بنا دیا اور اس کو دانائی اور معاملہ فہمی عطا کی۔

اور ہم نے پہاڑی قبیلوں کو داؤد کیلئے مسخر کر دیا تھا کہ وہ تمام امور کو سر انجام دیتے اور ایسے ہی قبیلہ طیر کو بھی اور ہم ایسا ہی کرنے والے تھے۔ ہم نے اسے زرہ بکتر بنانا سکھایا کہ وہ تمہیں ایک دوسرے کی زد سے بچائے تو کیا تم ہمارے شکر گزار نہیں ہوتے۔

اور دیکھو ہم نے تند ہواؤں کو بھی سلیمان کے لیے مسخر کر دیا تھا۔ کہ اس کے حکم پہ چلتی تھیں اور اس سرزمین کے رخ پر جس میں ہم نے بڑی ہی رحمت و برکت

رکھی ہے اور ہم ساری باتوں سے آگاہ ہیں۔ اور دیکھو ہم نے سلیمان کے لیے سمندر کی ہواؤں کو مسخر کر دیا تھا جو صبح کو ایک مہینہ کی اور شام کو ایک مہینہ کی مسافت طے کر لیا کرتی تھیں اور دیکھو ہم نے اس کے لیے تانبہ کا ایک چشمہ بہا دیا تھا۔ اور وحشی قبائل میں سے ان لوگوں کو فرمانبردار بنا دیا تھا جو اس کے سامنے ہر طرح کے کام کرتے تھے۔ اور ان میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے روگردانی کرتا ہم اسے جہنم کے عذاب کا مزہ چکھاتے۔

اور سرکش لوگوں میں سے ایسے جو سلیمانؑ کی خاطر غوطے لگاتے اور اس کے علاوہ اور بھی قسم قسم کے کام کرتے اور ہم انہیں اپنی حفاظت میں لیے ہوئے تھے۔ اور دیکھو ہم نے سرکش اور وحشی قبائل کو اس کا تابع کر دیا تھا۔ کیا معمار اور کیا غوطہ خور اور ان کے علاوہ اور سرکش بھی تھے جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے اور ہم نے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ سب کچھ ہمارا عطیہ ہے۔ کسی کا تم پر قرض نہیں۔ پس اگر تم چاہو تو لوگوں کو اس میں سے عطا کرو اور اس طرح سے ان پر احسان کر دیا۔ اگر تم چاہو تو اسے بے حساب روکے رکھو مذید برآں ان کے لیے ہمارے ہاں خاص قرب اور نیک انجام ہے۔

اور دیکھو جب سلیمانؑ نے رسانوں کی حاضری لی تو کہا۔ کیا بات ہے میں ہُدہُد کو یہاں نہیں پاتا۔ کیا وہ یہاں نہیں ہے ہ میں یقیناً اسے بہت سخت عذاب دوں گا۔ بلکہ اسے ذبح ہی کر ڈالوں گا۔ الا یہ کہ وہ کوئی واضح حجت پیش کر دے چنانچہ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہُدہُد آ گیا اور کہنے لگا میں ایک ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں۔

میں آپ کے پاس قوم سبا کے پاس سے تحقیقی خبر لے کر آ رہا ہوں۔ اس نے وہاں ایک عورت کو پایا ہے کہ ان لوگوں پر حکومت کرتی ہے اور اسے ہر طرح کا سامان میسر ہے اور اس کے پاس ایک بہت بڑا قیمتی تخت ہے۔

ہُدہُد نے کہا میں نے اسے اور اس کی قوم کو خدا کی بجائے آفتاب کی پرستش کرتے دیکھا

Marfat.com

ہے شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے مزین بنا رکھا ہے۔ سیدھی راہ روک رکھی ہے اس لیے وہ راہ حق پر نہیں چلتے یعنی اس خدا کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور ایسا عالم الغیب ہے کہ تمہاری ان باتوں کو بھی جو تم چھپاتے ہو اور ان کو بھی جنہیں تم ظاہر کرتے ہو جانتا ہے۔ اللہ ہی وہ ایک ذات ہے جس کے سوا کوئی عبادت گزاری کے لائق نہیں۔ وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

سلیمان نے کہا میرا یہ خط لے جا۔ اور اسے پہنچا کر چلا آ۔ دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ ملکہ نے کہا۔ اے اہل دربار میرے پاس ایک بڑا وقیع خط آیا ہے مجھے اس سے متعلق مشورہ دو انہوں نے جواب میں عرض کیا ہم بڑی طاقت و قوت رکھتے ہیں معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ غور کر لو۔ ملکہ نے کہا بادشاہ جب کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر ڈالتے ہیں۔ اور اس کے معززین کو ذلیل کرتے ہیں میں ان کے پاس فی الحال ایک تحفہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ ایلچی کیا خبر لے کر آتے ہیں۔

جب ملکہ سبا کا ایلچی تحفے لے کر پہنچا تو سلیمان نے کہا۔ کیا مال سے تم میری مدد کو آئے ہو۔ جو کچھ اللہ نے مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دے رکھا ہے۔ البتہ کچھ تم ہی اپنے ان تحائف پر اتراتے ہو گے۔ اپنی قوم کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر تم اپنی روش سے باز نہیں آتے تو ہم ایسی فوجیں لے کر آ رہے ہیں جن کا تم سے مقابلہ نہ ہو سکے گا۔

ملکہ سے کہا گیا کہ اس محل میں سلیمانؑ سے ملنے کے لیے داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ اس نے جب محل کا صحن دیکھا تو اسے پانی کا بھرا ہوا حوض خیال کیا اور سخت کش مکش میں مبتلا ہو گئی۔ سلیمان نے کہا گھبراؤ نہیں یہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے۔

ملکہ پکار اٹھی۔ اے رب۔ بلاشبہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور میں سلیمانؑ کے ساتھ خدا۔ رب العلمین کی مطیع و فرماں بردار ہو گئی۔

Marfat.com

حضرت یونس علیہ السلام

ولادت و بعثت عبرانی میں حضرت یونسؑ کا نام یوناہ آتا ہے۔ آپ کا زمانہ نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً سات سو برس پہلے کا خیال کیا جاتا ہے۔ آپ سرزمین نینوا میں پیدا ہوئے اور اسی ملک کے باشندوں کی ہدایت کے لیے مامور کیے گئے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل نے چھ سو برس کے مصائب و آلام کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں۔ جو عروج و اقتدار پایا وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں بام ترقی پر پہنچ کر آپ کے انتقال پر ختم ہو گیا۔ جناب سلیمان کی آنکھ بند ہوتے ہی بنی اسرائیل پھر گمراہ ہو گئے۔ جب ان کا کفر و ضلالت حد سے بڑھا تو قدرت الٰہی نے ان پر بخت نصر شاہ نینوا کو مسلط کر دیا جس نے بنی اسرائیل کو بالکل ملیا میٹ کر دیا اور بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ہیکل سلیمانی اور مسجد اقصیٰ کو لوٹ لیا۔ تمام ہیرے جواہرات نکال کر انہیں کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ بخت نصر کے اس آخری اور شدید حملے میں ستر ہزار اسرائیلی قتل ہوئے۔ بادشاہ بنی اسرائیل گرفتار ہوا اور اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر کر اسے اندھا کر دیا۔ شہزادے جان بچا کر مصر بھاگ گئے مگر یہ برق و باد کی طرح وہاں بھی جا پہنچا اور سب کو دبوچ لیا اور وہ غارتگری بپا کی کہ پناہ بخدا۔ بخت نصر اربوں روپے کی اشیاء اور ساٹھ ہزار اسرائیلیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔

Marfat.com

بخت نصر کے اس حملہ نے بنی اسرائیل کی تمام شان و شوکت خاک میں ملادی اور اس قوم کے تمام عالموں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اور توریت کے تمام نسخے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نذر آتش کر دیئے گیے۔ نیز حکم دیا جو اسرائیل عبادت کرتا ہو پکڑا جائے اسے وہیں تلوار کی ضرب سے ڈھیر کر دیا جائے۔ غرض یہ ایک عذاب الٰہی تھا جس نے آن کی آن میں جاہ و حشمت اسرائیل کو پائے حقارت سے روند ڈالا نصف صدی گزرنے کے بعد جب انہوں نے پھر کروٹ لی ہے اور بیت المقدس کو پھر سے آباد کیا۔ تو ایک رومی نے اٹھ کر انہیں پھر وہیں اسفل السافلین میں پہنچا دیا۔ جو قوم، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور بخششوں کا شکر ادا نہیں کرتی بے شک اس کا یہی حشر ہونا چاہیئے تھا۔ اس کے بعد عراقیوں کو اقتدار نصیب ہوا جن میں اہل بابل و نینوا دونوں شامل ہیں۔ یہ قومیں بھی سخت کافر و نافرمان تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے حضرت یونس علیہ السلام کو معبوث کیا۔ آپ موسیٰ علیہ السلام سے ۸۱۵ آٹھ سو پندرہ برس بعد تشریف لائے۔

سرکشی حضرت یونس بنی اسرائیل میں خاندان بنیامین ابن یعقوب علیہ السلام سے تھے نینوا کی شان و شوکت اور عروج و اقتدار کا یہی عالم تھا جو بابل اور بیت المقدس وغیرہ کا تھا۔ اس کا تمدن اور اس کی تہذیب اپنے وقت کی بہترین تہذیب و تمدن خیال کی جاتی تھی۔ اب تو نینوا کھنڈرات کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن ان ایام میں عروس البلاد تھا۔

اہل نینوا بڑے دولت مند اور ترقی یافتہ لوگ تھے مگر دولت کے نشہ میں وہ لوگ خدا کو بھولے ہوئے تھے۔ انسانیت پائے حقارت سے ٹھکرائی جا رہی تھی۔ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلا کر سیدھی راہ پہ لانے کی کوشش کی اور مقدور بھر اہتمام دعوت حق کیا لیکن یہ لوگ آپ کا مذاق اڑاتے تمسخر کرتے اور قریب سے نکل جاتے تھے۔ انہیں آپ کی بات کا سننا گوارہ نہیں تھا۔ ایک روز آپ نے قوم کے سامنے تقریر کی اور انہیں توحید کی دعوت

دیتے ہوئے فرمایا۔ لوگو اگر تم اس دعوت کو قبول نہیں کرو گے تو سُن لو کہ عذاب الٰہی تمہارا مزاج بحال کرنے کیلئے چلا آ رہا ہے۔ مگر لوگوں نے اس کان سے بات سنی اور اس کان نکال دی اور دعوت حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

بطن ماہی اس تقریر کے تیسرے دن صبح کو افق پر ایک ابر سرخ نمودار ہوا جو دیکھتے دیکھتے تمام آسمان پر پھیل گیا۔ اور اس سے فضا میں سخت حدت پیدا ہو گئی لوگ گھبرائے اور حضرت یونسؑ کی تلاش میں نکلے اس مصیبت میں ان کو خدا یاد آ گیا۔ چنانچہ وہ اس کی بارگاہ میں جھک گئے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگے اللہ تعالیٰ کو ان کے حال پر رحم آ گیا اور عذاب ٹل گیا اب یہ بیان تورات کا ہے کہ عذاب الٰہی کے ٹلنے پر آپ ایک غار سے نکلے اور قوم کا رنگ ڈھنگ دیکھنے کو چل دیئے لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ اللہ کا عذاب انہیں پکڑتے پکڑتے رہ گیا تو سخت خفت ہوئی اور اس خیال سے کہ مذاق اڑائے گا۔ رسوائی ہو گی۔ آپ نے قوم کے سامنے جانے سے تامل کیا اور دل میں خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ خلافی کی۔

چنانچہ آپ نے سرزمین نینوا کی طرف جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور ترسیس کی جانب چلنے کو جہاز میں سوار ہو گئے۔ جب جہاز عین دریا میں پہنچا تو گرداب نے اسے گھیر لیا۔ ملاحوں کا عقیدہ ہے کہ ایسے حال میں کوئی گنہگار جہاز میں سوار ہوتا ہے جس کے سبب سب کے سب عذاب الٰہی میں پکڑ لیے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس عقیدے کی بنا پر آپ نے دل میں سوچا کہ یہ میرے ہی گناہ کی شامت ہے جو سب پر آ رہی ہے۔ قرعہ اندازی پر جب آپ کا نام نکلا تو ملاحوں نے آپ کو سمندر میں پھینک دیا جہاں ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ لیکن قدرت الٰہی نے آپ کے وجود کو مچھلی کی غذا نہیں بنایا بلکہ اس کے وجود کو آپ کے لیے قید خانہ بنا دیا جو شیشہ کی طرح بالکل صاف تھا پھر جب دریائے رحمت جوش میں آیا تو قدرت الٰہی نے آپ کو بطن ماہی سے رہائی دے دی۔

کتاب نور الیقین میں لکھا ہے کہ بحکم پروردگار مچھلی نے آپ کو دریائے فرات کے ساحل پر اُگل دیا۔ لیکن اس وقت آپ بالکل بے دم اور بے حس وحرکت تھے۔ قوت بالکل جواب دے چکی تھی۔ اس اثناء میں بحکم خدا وہاں کدو کی ایک بیل پیدا ہو گئی جس نے بڑھ کر اور پھیل کر آپ کو اپنے سایہ میں لے لیا اور ایک جنگلی ہرنی آپ کو دونوں وقت آکر دودھ پلا جاتی تھی پھر جب آپ کے جسم میں کامل توانائی آگئی تو وہ بیل آپ سے آپ خشک ہو گئی۔ المختصر جب ایک ایک کر کے تمام مصائب ختم ہو گئے اور آپ کے بدن کو دھوپ لگنے لگی تو آپ رو دیئے اور عین اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے یونس! ایک بیل کے خشک ہو جانے پر تو تمہیں اتنا غم ہوا اور میرے لاکھوں بندوں کے عذاب سے بچ جانے پر تم بہت رنجیدہ ہوئے۔ حالانکہ وہ بھی تو میرے ہی بندے تھے۔

بیان تورات تورات کا بیان ہے کہ حضرت یونسؑ اہل نینوا کی شان و شوکت سے خائف ہو کر حکم الٰہی کے خلاف نینوا کی بجائے ترسیس کی طرف چل دیے پھر جب قدرت نے ان کو اپنے حکم کی خلاف ورزی کی پاداش میں بطن ماہی میں پہنچا کر بخش دیا تو آپ نینوا کے باشندوں کی ہدایت کے لیے ادھر چلے آئے انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ توحید کی دعوت دی۔ لیکن جب وہ نہ ملنے تو آپ نے کہا۔ اے اہل نینوا کان کھول کر سن لو کہ اگر تم نے اپنی روش نہ بدلی اپنے دل میں خدا کا خوف پیدا نہ کیا۔ تو آج سے چالیس روز کے بعد عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ لیکن جب عذاب الٰہی ٹل گیا تو آپ کھسیانے ہوئے اور شرم کے مارے شہر سے باہر ایک چھپر بنا کر بیٹھ گئے اور وہاں رینڈی کے درخت کی شاخوں نے ادھر اُدھر پھیل کر سایہ کا سامان بہم پہنچا دیا۔ لیکن جب اس درخت میں کیڑا لگ گیا اور اس کے پتے اور شاخیں سب خشک ہو گئیں تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ آپ کو اس حال میں دیکھ کر بمطابق تورات ۱۵ تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اس رینڈی کے درخت پر رحم آیا جس کے لیے

تو نے کچھ محنت نہ کی اور نہ تو نے اسے اگایا۔ جو ایک ہی رات اگا اور ایک ہی رات میں سوکھ گیا اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوا پر جس میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں سے زیادہ ہیں۔ جو اپنے داہنے ہاتھ کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتے۔ اور مواشی بھی بہت ہیں شفقت نہ کروں۔ (یوناہ نبی $\frac{4}{10-11}$)

بیان قرآن قرآن حکیم میں حضرت یونس کا ذکر۔ سورہ صافات۔ سورہ انبیا۔ سورہ انعام اور سورہ یونس میں آیا ہے۔ چنانچہ سورہ صافات میں ارشاد ہوتا ہے وان یونس لمن المرسلین اذ ابق الی الفلک المشحون اور یونس بھی ہمارے رسولوں میں سے تھا۔ اور یاد کرو جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگا تھا۔ سورہ انبیا میں آتا ہے وہ راہ حق میں خشمناک ہو کر چلا گیا تھا۔ فساھم فکان من المدحضین فالتقمہ الحوت وھو ملیم۔ پس جہاز کے مسافروں کے ساتھ وہ شریک ہو گیا اور پردہ ان لوگوں میں ہو گیا جو سمندر میں ڈال دیئے گئے پھر ایک بڑی مچھلی نے اسے نگل لیا۔ نیز قرآن حکیم میں آتا ہے کہ جب اس پر حالت تنگ ہوئی اور ناامیدیوں کے اندھیرے میں اس نے پکارا اے میرے رب تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ فاستجبنا لہ۔ ونجینٰہ من الغم وکذالک ننجی المومنین۔ تب ہم نے اس کی پکار سن لی۔ اور غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم مومنین کو نجات دیتے رہتے ہیں۔

قرآن حکیم نے کشتی سے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ "بھری ہوئی تھی" اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ کشتی ایک حد سے بڑھ جانے پر سواریوں کے وزن کی متحمل نہ ہو سکی لہٰذا ممکن ہے کہ کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ جس سے حضرت یونسؑ کو لوگوں کی جان بچانے کے لیے کوئی قدم اٹھانا پڑا۔ قرآن حکیم میں آتا ہے فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون فنبذنہ بالعراء وھو سقیم

پس اگر وہ ہاتھ پیر مار کر تیرنے والا یعنی مسبحین میں سے نہ ہوتا تو وہ روز قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتا پھر ہم نے اسے ایک میدان میں ڈال دیا۔ وہ اس وقت بڑا سقیم یعنی مضمحل و کمزور تھا۔ وانبتنا علیہ شجرۃ من یقطین اور ہم نے ان پہ ایک بیل دار درخت بھی اگا دیا تھا۔ وارسلنہ الی مائۃ الف اویزیدون اور ہم نے انہیں ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

تبلیغ حق علامہ طبری نے تفسیر طبری جلد پنجم میں لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد آپ تبلیغ کی غرض سے نینوا کی طرف چلے اور نینوا کے قریب پہنچ کر جب ایک چرواہے سے آپ نے تھوڑا سا دودھ مانگا۔ تو وہ کہنے لگا کہ جب سے ہمارے نبی جناب یونسؑ غائب ہوئے ہیں تب سے ہمارے ملک میں قطعاً بارش نہیں ہوئی اور پانی کے نہ برسنے کا یہاں تک اثر پڑا ہے کہ بکریوں کے تھن دودھ سے خالی ہو گئے ہمارے شاہ نینوا نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ جو شخص ان کی خبر دے گا میں اس کے عوض مخبر کے ہاتھ ملک و قوم سونپ کر خود تخت و تاج سے الگ ہو جاؤں گا۔ لکھا ہے کہ جب آپ نے چرواہے کی یہ بات سن کر بکریوں پہ ہاتھ پھیرا تو ان کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ چرواہا یہ معاملہ دیکھ کر فوراً سمجھ گیا کہ یہی ہمارے نبی ہیں چنانچہ اس نے بسرعت تمام اپنی قوم کے پاس پہنچ کر آپ کے آنے کی اطلاع دی ایک عالم اس اطلاع پہ ٹوٹ پڑا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو شہر میں لایا گیا۔ اور تمام لوگوں نے دعوت حق کو قبول کیا اور مشرف بہ ایمان ہوئے۔

ترجمہ ملخصات آیات قرآن حکیم اور دیکھو یونس بھی ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبروں میں سے تھا یاد کرو۔ جب وہ بھری ہوئی کشتی سے بھاگا۔ پھر اس نے خیال کیا کہ ہم اسے تنگی میں نہیں ڈالیں گے۔ لیکن پھر جب اس پہ حالت تنگ ہوئی تو مایوسیوں

Marfat.com

کے اندھیرے میں اس نے ہمیں پکارا۔ اے رب تیری پاک ذات کے سوا کوئی معبود نہیں حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ تب ہم نے اس کی پکار سن لی اور مصیبت سے نجات دی اور دیکھو مومنین کو ہم اسی طرح سے نجات دیا کرتے ہیں۔

پس یونس علیہ السلام جہاز کے مسافروں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ چنانچہ یہ بھی ان لوگوں میں ہو گئے جو سمندر میں ڈال دیئے گئے پھر ایک بڑی مچھلی نے ان کو منہ میں دبوچ لیا۔

پس اگر یونس مسبحین میں سے نہ ہوتا۔ تو وہ قیامت کے دن تک اس کے پیٹ میں رہتا۔ پھر ہم نے اسے ایک میدان میں ڈال دیا لیکن ایک مدت تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے باعث وہ کمزور تھا۔

اور دیکھو ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا تھا۔ اور ہم نے انہیں ایک لاکھ سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

یونس ؑ کی قوم جب ایمان لے آئی تو ہم نے رسوائی کا وہ عذاب اس پر سے ٹال دیا۔ جو دنیا کی زندگی میں پیش آنے والا تھا۔ اور ایک خاص عرصے تک سروسامان حیات سے بہرہ ور ہونے کی مہلت دے دی۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عزیز جن ایام میں بخت نصر شاہ نینوا بنی اسرائیل کو پکڑ کر اپنے ساتھ بابل لے گیا تھا حضرت عزیز علیہ السلام بھی اس کے ہمراہ تھے جو ستر برس تک اس کی قید میں رہے جب جیل سے رہائی ملی تو آپ تن تنہا ایک گدھے پر سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف ہو لیے جس راستے سے وہ روانہ ہوئے۔ اس میں ایک شہر پڑا جو کھنڈر ہو چکا تھا اور ہر طرف انسانوں کی بوسیدہ ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ آپنے اس نظارہ کو بڑی عبرت کی نگاہ سے دیکھا۔

قصص القرآن میں لکھا ہے کہ رہائی کے بعد حضرت عزیز علیہ السلام نے کامل پچاس برس تک اپنی قوم بنی اسرائیل کو توحید کی تعلیم دی اور انہیں ایک مالک ازلی کا بندہ بنانے کی کامل کوشش کی۔ آپ کے عہد میں بنی اسرائیل پھر ترقی کرنے اور خوشحال ہونے لگے اور بیت المقدس جو بخت نصر کے حملہ سے تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ پھر بارونق ہو گیا۔

تصور ابنیت بنی اسرائیل حضرت عزیز علیہ السلام کو بہت دل سے چاہتے تھے۔ ہر شخص ان کی تحریم و تکریم کرتا آپ جو حکم دیتے بجان و دل بجالاتا مگر افسوس حضرت عزیز علیہ السلام کے انتقال کے بعد یہ لوگ پھر گمراہ ہو گئے اور سخت کفر و شرک کرنے لگے اور کہنے لگے کہ حضرت عزیز تو اللہ تعالیٰ کے بہت ہی پیارے بیٹے تھے اور تمام بنی اسرائیل نے اس پر اتفاق کر لیا۔

حضرت زکریاؑ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیز کے بعد جناب زکریا کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا۔ آپ حضرت سلیمان ابن داؤد علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ اور علمائے بیت المقدس کی طرف سے قوم کے سردار تھے۔ مورخین لکھتے

Marfat.com

ہیں کہ آپ کثیر العبادت، صائم الدہر اور قائم اللیل ہونے کے باوجود نہایت منکسر المزاج نیک طبع اور بہت خوش اخلاق تھے۔ تفسیر طبری جلد دوم میں لکھا ہے کہ آپ نے ہر چند قوم بنی اسرائیل کو سیدھی راہ پہ لانے کی سعی کی لیکن آپ کی ہر کوشش بیکار گئی۔

جناب مریم جناب مریم والدہ حضرت عیسیٰ کہ آپ کی بھانجی تھیں اور اپنے بوڑھے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھیں اور اپنے باپ کے بڑھاپے میں بڑی بڑی آرزوؤں اور تمناؤں سے پیدا ہوئی تھیں آپؑ کے دامن شفقت و پرورش میں رہتی تھیں آپ نے ان کے لیے ایک الگ کمرہ تعمیر کروا دیا تھا۔ جہاں وہ اکثر مصروف عبادت رہتیں۔ جب لوگوں کی سرکشی و علدوان حد سے بڑھ گئی تو بدبختوں نے حضرت زکریا پر آپ سے زنا کا اتہام لگا دیا۔ اور معاملہ اس حد تک بڑھایا کہ بادشاہ الطیفن ہیرودوس تک کو بھڑکا دیا۔ اس ظالم و فاسق بادشاہ نے آپکے قتل کا حکم صادر کر دیا جامع البیان میں لکھا ہے کہ جناب زکریا علیہ السلام نے خاموشی سے اپنا سر کٹوا لیا آپ آرے کے ساتھ ناحق چیر دیئے گئے۔

حضرت یحییٰؑ جناب یحییٰؑ بڑی تمناؤں اور آرزوؤں کے بعد جناب زکریا کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے آپ اپنے والد محترم جناب زکریا کے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے نبی مقرر ہوئے اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرنا اور اسے ہر دم یاد رکھنا۔ ہر لحظہ اس کا ذکر کرتے رہنا قرآن حکیم نے آپکی نمایاں خصوصیات کہا ہے۔

روضۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ بادشاہ بنی اسرائیل کی ایک ملکہ نہایت شاطر و عیار تھی جب اس کی جوانی کا رنگ روپ ختم ہونے کو آیا اور آفتاب شباب ڈھلنے لگا تو اس پر بادشاہ کی نگہ التفات کچھ کم ہو گئی۔ ملکہ نے یہ سوچ کر کہ محلات پر کسی دوسری ملکہ

لہ پیدائش ابن احزیاہ

کا قبضہ نہ ہو جائے۔ ایک خوبصورت کنیز منگوا کے بادشاہ کے حضور میں پیش کی اور کہا کہ میں اس کنیز کو آپ کے نکاح میں دے رہی ہوں۔ بادشاہ نے کہا میں یحییٰ سے پوچھ لوں کہ آیا کنیز سے یہ نکاح جائز بھی ہے؟ کہتے ہیں ملکہ کو یہ بات ناگوار گزری چنانچہ اس کے دل میں حضرت یحییٰ کے خلاف کدورت پیدا ہو گئی اور بالآخر آپ کو شہید کر دیا۔ واللہ علم بالصواب۔

تفسیر طبری میں مرقوم ہے کہ حضرت یحییٰ کا سر قلم کروانے کے بعد آپ کے سر کا خون بند نہیں ہوتا تھا آخر شاہ فارس نے عذاب الہی کی صورت میں بنی اسرائیل پر حملہ کر کے اپنے لشکر کے سپہ سالار کو حکم دیا کہ شہر میں اتنے بنی اسرائیل قتل کر دیے جائیں کہ ان کا خون ایک ندی کی شکل اختیار کر کے میرے خیمہ تک پہنچ جائے۔ کہتے ہیں کہ ستر ہزار انسان قتل ہو چکے تو حضرت یحییٰ کا خون بند ہوا اور ادھر سپہ سالار کے دل میں بھی رحم آ گیا اس نے بادشاہ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے چوپائے منگوا کر ذبح کئے اور خون بادشاہ کے خیمہ تک پہنچا تب کہیں جا کر قتل عام کا حکم موقوف ہوا۔

حضرت یحییٰ کے بعد آپ کے بھانجے حضرت عیسٰی علیہ السلام منصب نبوت پر فائز کئے گئے۔ اس وقت آپ تیس برس کے ہو چکے تھے۔ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جہاں تک موقع ملا۔ انہوں نے اپنے بھانجے حضرت عیسٰیؑ کو تعلیمات الہی دینے۔ وحی الہی میں رنگنے اور آپ کو روحانی طور پر کامل بنانے کی پوری کوشش کی حضرت یحییٰ نابلس میں دفن کئے گئے اور آپ کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کا بار ہدایت آپ کے کندھوں پر ڈالا۔

عیسٰیؑ ابن مریم

قرآن حکیم میں جناب عیسٰی ابن مریم کا ذکر بیشتر مقام پر آتا ہے لیکن سورۂ البقرہ۔ سورہ آل عمران۔ سورہ نساء۔ سورہ مائدہ۔ سورہ توبہ سورۂ مومنون۔ سورۂ الصف۔ سورۂ حدید میں کثرت سے ہے۔

Marfat.com

جوہری کے نزدیک عیسیٰ کا لفظ عبرانی ہے یا سریانی سے لیا گیا ہے۔

وجہ تسمیہ لیث کا خیال ہے کہ لفظ عیسیٰ ایشوع سے معدول ہے یا ممکن ہے عیسو کی بگڑی ہوئی شکل ہو۔ راغب کا خیال ہے کہ اگر لفظ عیسیٰ عربی الاصل ہے تو ہو سکتا ہے یہ لفظ العیس سے لیا گیا ہو۔

عربی میں العیس کے معنی سفید اونٹ کے ہیں جس کے رنگ میں قدرے سیاہی ہو۔ تاج نے لکھا ہے کہ اعیس ایسے سفید اونٹ کے معنی میں آتا ہے کہ جس میں ذرا بھورا پن ہو۔

غالباً جناب عیسیٰؑ کی شکل و شباہت نیز رنگت کی مناسبت سے یہ نام تجویز ہوا۔

خاندان عیسیٰؑ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا خاندان علم و فضل اور زہد و اتقا کے اعتبار سے ایک امتیازی شان کا مالک تھا۔ آپ جناب داؤد علیہ السلام کی نسل سے تھے آپ کی والدہ محترمہ جناب مریم علمائے یہود کے سردار بیت المقدس کے مجاور عمران ابن ماثان کی دختر نیک اختر تھیں آپ کی والدہ کا نام حنہ بنت ناؤد بن خیل تھا اور آپ کی خالہ الیشاع جناب زکریا علیہ السلام کے عقد میں تھیں۔

جناب مریم جناب مریم ایک خدا رسیدہ اور پاک باطن خاتون تھیں۔ اپنے خالو جناب زکریا علیہ السلام کے زیر سایہ آپ نے تربیت و پرورش پائی آپ اکثر مسجد میں مصروف عبادت رہتی تھیں آپ کی بزرگی اور زہد و اتقا کا ایک عالم میں شہرہ تھا۔

اناجیل میں آپ کے منگیتر کا نام یوسف نجار لکھا ہے جو یعقوب ابن ماثان کے بیٹے تھے۔ اس لحاظ سے یوسف آپ کے چچازاد بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ دیکھئے کہ مریم پاک باطن خاتون بغیر کسی مرد کے ہاتھ لگائے حاملہ ہوگئیں۔ اور جناب آدم علیہ السلام

Marfat.com

کی طرح آپ کے بطن سے وہ ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ مسیح رکھا اور آپ کے وجود کو اپنی قدرت کاملہ کی ایک علامت قرار دیا۔

ولادت جناب عیسیٰ کی والدہ محترمہ ناصرہ میں تھیں کہ آپ جناب زکریا سے ملنے بیت المقدس آئیں جب انہیں معلوم ہوا کہ بدبخت یہودیوں نے جناب زکریا کو آپ سے زنا کرنے کا الزام دے کر قتل کر ڈالا تو آپ الٹے پاؤں پلٹ گئیں۔ ابھی راستے ہی میں تھیں کہ آپ کو دردِ زہ شروع ہوا۔ اور بیت المقدس سے چھ میل دور بیت اللحم کے قریب کھجور کے ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں۔ اور وہیں جناب عیسیٰؑ تولد ہوئے۔

منصب نبوت جناب عیسیٰ کی زندگی فقیرانہ عنوان سے بسر ہوئی ہے۔ آپ کی تیس برس کی عمر تک آپ کے ماموں جناب یحییٰ ابن زکریا کا سکۂ نبوت رواں رہا۔ اور اب اس کے بعد آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے اور زیادہ سے زیادہ تین ساڑھے تین برس تک آپ ایک نبی کی حیثیت سے بندوں کے درمیان موجود رہے۔

نبوت سے پہلے آپ کیا کرتے رہے۔ آپ کا بچپن۔ اور لڑکپن کس حال میں گزرا۔ اس سے متعلق کچھ تفصیل سے نہیں کہا جا سکتا۔ آپکے حالات مکمل طور پہ اب تک نگاہوں کے سامنے نہیں آسکے۔

محقق رینان کا خیال ہے کہ آپ نبوت سے قبل فرقہ السینی سے متعلق رہے۔ اس گروہ کا اجمال یہ ہے کہ اس کے اراکین۔ بڑی بڑی سخت و دشوار آزمائشوں اور زہرہ گداز ریاضتوں کے بعد اس فرقہ کے رکن خیال کئے جاتے تھے۔ اس کا گروہ کا مقصد خلق خدا کی خدمت کرنا تھا۔ چنانچہ یہ لوگ بیماروں کا مفت علاج کرتے اور ناداروں کا دکھ درد سنتے اور حتی الامکان ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ مصر و فلسطین اس فرقہ کے خصوصی مرکز تھے قیاس کہتا ہے کہ جناب عیسیٰ کا بعنوان فقیرانہ زندگی بسر کرنا اسی فرقہ کی رکنیت کا نتیجہ تھا۔

Marfat.com

گمراہان ازلی

تیس برس کی عمر میں پہنچنے کے بعد جب آپ نبوت کے منصب پر فائز کیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے آپ کو نبی منتخب کیا اور آپ نے اعلائے کلمۃ الحق کیا۔ بنی اسرائیل کو توحید کی طرف بلایا۔ اور انہیں ایک آسمانی انقلاب کی دعوت دی۔ نیز خلافت الٰہیہ قائم کرنے پر اکٹھا کرنے کی کوشش کی، ملوکیت و سرمایہ داری اور پیشوائیت کے خلاف جہاد کرنے پر وعظ کیا۔ آپ کے عہد رسالت میں بنی اسرائیل قیصر روم کے باجگزار بن چکے تھے اور اس کی غلامی کا طوق گلے میں تھا۔ معلوم نہیں یہ لوگ کس مٹی کے بنے ہوئے تھے کہ ہر وہ بات جو فائدے کی غرض سے ان سے کہی جاتی یہ اسے الٹا سمجھنے لگتے اور اپنے مفاد کے خلاف جانتے گویا نافرمانی و ناشکری ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ ہر چند آپ نے انہیں ہدایت کا راستہ دکھانے کی سعی کی۔ لیکن یہ گمراہان ازلی خدا کے پیغام کو قبول کرنے والے نہ تھے۔ انہوں نے کسی عنوان تعلیمات الٰہی کو قبول نہ کیا۔

جناب عیسیٰ کا وعظ صرف یہودیوں کے حق میں سم قاتل تھا۔ انہوں نے اپنی ذات میں برہمنیت کی صفات پیدا کر کے اپنے لیے خدائی مسندیں بچھا رکھی تھیں لہٰذا جناب عیسیٰ کی ہر حد مخالفت کی گئی اور یہاں تک کہ انہیں حکومت سے باغی قرار دے کر ٹھکانے لگانے کی کوشش کی گئی۔

آمد مسیح

جناب مسیح کے بارے میں دو خیال پائے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جناب مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے۔

قیامت کے قریب امت مسلمہ کی تجدید و احیا کے لیے آپ ایک بار پھر ظاہر ہوں گے اور اس کے بعد آپ کی طبعی رحلت ہو گی۔

دوسرا خیال یہ ہے کہ آپ مصلوب نہیں بلکہ غائب ہو گئے اور پھر گوشۂ گمنامی ہی میں فوت ہو گئے۔ اب وہ دنیا میں دوبارہ کسی حال میں نہیں آ سکتے۔

Marfat.com

فریق ثانی کا خیال ہے کہ جناب عیسیٰ کی ذات سے رومیوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا تھا جناب عیسیٰ کا وجود صرف بنی اسرائیل کے لیے گراں تھا جسے وہ کسی صورت میں گوارا نہیں کر سکتے تھے چنانچہ یہ انہی کے طوفان بدتمیزی بپا کرنے کا اثر تھا کہ قیصر کو جناب عیسیٰ کے پھانسی دیئے جانے کے حکم پر مہر حکومت ثبت کرنی پڑی لیکن جیسا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام مثلاً ہود، صالح، لوط اور جناب ابراہیم ایک جگہ سے دوسری جگہ پہلے سے ہجرت کر گئے اسی طرح جناب عیسیٰ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے فلسطین سے کسی نامعلوم علاقے کی طرف ہجرت کر گئے اس کے بعد ان کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ ان کے ساتھ قدرت الٰہی کا معاملہ کیا رہا۔

فریق ثانی اپنے بیان کی بنیاد اس آیہ قرآنی (وما قتلوہ وما صلبوہ) پر اٹھاتے ہوئے اس رائے کا شدت سے اظہار کرتا ہے کہ آمد مسیح کا نظریہ ہی اصل میں نبوت کا وہ ظلی یا بروزی دروازہ ہے جس نے جھوٹے نبیوں کو امت میں آنے اور ایک نئی یا پرانی نبوت کا دعویٰ کرنے کی جرأت دلائی۔

کچھ عرصہ ہوا یورپ کے ماہرین قانون نے قدیم نوشتوں کی مدد سے جناب مسیح کے مقدمہ کی روداد پھر سے مرتب کی ہے جن میں ایک کتاب اینس نامی انگلستان کے بیرسٹر نے لکھی ہے اور دوسری کتاب اٹلی کے ایڈووکیٹ روزبڈی نے شائع کی ہے ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ صاف نظر آجاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے مقدمے میں یہ بالکل نہیں ہوا کہ رومی عدالت سے کوئی اجتہادی غلطی ہو گئی۔ بلکہ ہوا یہ کہ یہودیوں نے جناب مسیح کے خلاف ایک جھوٹا استغاثہ بنایا۔ پہلے اسے اپنی مذہبی عدالت میں بےضابطہ کارروائیاں کر کرا کے پیش کیا جہاں سے ارتداد کے جرم میں جناب عیسیٰ کو موت کی سزا ہوئی۔ پھر اسے ملک کی فوجداری عدالت میں لے گئے اور عدالت کے حاکم پر طرح طرح کے زور اور دباؤ ڈال کر بغاوت کے جرم میں سولی کا حکم دلانے میں کامیاب ہو گئے۔

یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ ہمارے درمیان مسیح ناصری نام ایک شعبدہ باز و مفسدہ پرداز انبیائے سابق اور شریعت موسوی کی توہین کرنے والا پیدا ہوا تھا سو ہم نے اس کا کام تمام کر دیا۔

عیسائی کہتے ہیں کہ خدا دنیا کے گنہگاروں پر رحم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن سب کو یک لخت معاف کر دینا اس کے قانون عدل کے خلاف تھا۔ اس لیے وہ خود یا اس کا اکلوتا بیٹا انسان کے قالب میں یسوع ناصری کے نام سے ظاہر ہوا۔ اور اس نے اپنے آپ کو نوع انسانی کے کفارہ کے طور پر پیش کر دیا۔ سو اس نے انسانی قاعدے کے مطابق سولی پر چڑھ کر جان دی —— پھر وہ تیسرے دن زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا۔

واقعہ صلیب قرآن حکیم نے بڑی بے جگری کے ساتھ یہود و نصاریٰ کے مسلمات کو چیلنج کیا اور صاف کہہ دیا۔ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم (ترجمہ) اور نہ مسیح کو قتل کیا اور نہ پھانسی دی مگر لوگوں کو دھوکا ہو گیا۔ فریق ثانی کے خیال میں شُبِّہَ لَھُمْ سے قرآن حکیم کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جن لوگوں نے مسیح کو سولی دیتے دیکھا انہیں دھوکا ہوا۔ درحقیقت وہ سولی نہیں تھی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ چند آدمیوں نے مسیح کے دشمنوں سے رشوت ٹھہرائی۔ اور انہیں آبادی سے دور کسی طرح لے گئے اور وہاں پہنچنے کے بعد جب مسیح غائب ہو گئے تو ان لوگوں نے وہاں سے آ کر مسیح کے دشمنوں سے یہ واقعہ چھپایا اور ان سے یہی کہہ کر ہم نے قتل کر دیا ہے۔ اپنی رشوت کے دام کھرے کر لیے شُبِّہَ لَھُمْ سے فقط اس بات کی اطلاع ملتی ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ جو اپنے اسلاف کی تقلید میں کہتے تھے۔ کہ مسیح علیہ السلام قتل کر دیے گئے اور انہیں سولی دے دی گئی۔ ان لوگوں کو شبہ میں ڈالا گیا۔ اس وقت انہیں دھوکا دینے والے چند بدکار بڈھے اور کچھ بدمعاش لوگ تھے جن سے متعلق یہ مان لیا گیا کہ انہوں نے مسیح کو قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا حالانکہ یہ بدمعاش جانتے تھے کہ ایسا نہیں ہوا۔ اور انہوں نے جس کو

Marfat.com

پایا پکڑلیا اور خفیہ طور پر لوگوں کی آڑ میں اسے قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا اور پھر اسے اتار کر ان عام لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے جن پر اس واقعے کی خبر مشتبہ تھی دفن کر دیا۔

واقعہ فرار فریق ثانی کے نزدیک جناب عیسیٰؑ کے فرار ہونے کی تفصیل اس بنیاد پر مستلم ہے کہ جناب عیسیٰؑ کا زمانہ قبل از تاریخ کا نہیں۔ بلکہ تاریخ کا زمانہ ہے جناب عیسیٰؑ کا ملک آپ ہی کے ہم قوم یہود یا بنی اسرائیل کا ملک ہے۔ اس پر حکومت اعلیٰ یہود کی نہیں بلکہ اپنے زمانے کی مشہور و مہذب و متمدن رومی قوم کی تھی۔ لیکن اقتدار اعلیٰ کے ماتحت نیم سیاسی آزادی اور مذہبی حیثیت سے پوری آزادی یہودیوں کو حاصل تھی۔ یہودیوں کا نیم خود مختار وہ فرمانروا اس وقت مشہور زبردست جابر تھا جس کے حکم سے چند سال پہلے جناب یحییٰ کا سر قلم کیا گیا۔ ملک کی فوجداری اور دیوانی عدالتیں ان کے علاوہ فوج اور پولیس کے محکمے رومی حکومت کے ماتحت تھے۔ یہودی رعایا کے مقدمے سب سے پہلے خود آبائے یہود اور مشائخ بنی اسرائیل کی عدالتوں میں پیش ہوتے اور وہیں سے فیصلے صادر ہوتے تھے۔ لیکن جرم اگر فوجداری کا ہوتا تو سزا کے نفاذ کے لیے دوبارہ ملکی عدالت میں پیش ہوتا۔

روایات سب اس پر متفق ہیں کہ جناب عیسیٰؑ کو پہلے مذہبی عدالت سے ارتداد کے جرم میں موت کی سزا ملی اس کے بعد ملکی عدالت میں رومی حاکم سے آپ کو بغاوت کے جرم میں سولی کی سزا کا حکم دلایا گیا۔ لیکن اس سے آگے یہ امر محقق و مستلم نہیں کہ جناب عیسیٰؑ سولی پر چڑھائے بھی گئے۔ بلکہ قوی شبہات سب اس خیال کے برعکس ہیں۔ دیکھیے ملک میں آبادی یہود کی تھی۔ پولیس۔ عدالت اور فوج رومیوں کی۔ رومی بت پرست اور مشرک تھے۔ یہود توحید اور نبوت کے قائل رومیوں کی زبان لاطینی تھی اور یہودیوں کی بول چال سریانی اور کتابی زبان عبرانی تھی۔ رومی یورپی نسل کے تھے

اور یہود ریماطیقی یا سامی نسل کے۔ غرض یہ کہ مذہب زبان۔ لباس، وضع تمدن۔ معاشرت اور صورت ہر شئے اور ہر لحاظ سے یہودی۔ رومیوں سے الگ اور ممتاز تھے۔

اس امتیاز و تخصیص کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ ایک رومی کے پہچاننے میں یہودیوں کو ایسی ہی دشواری پیش آتی تھی کہ جیسی بھارتیوں کو انگریزوں کے پہچاننے میں اور انگریزوں کو بھارتیوں کے شناخت کرنے میں سبب اس کا یہ کہ بھارتیوں کی نظر میں سب انگریز۔ فرنگی یکساں اور ان فرنگیوں کی نگاہ میں تمام بھارتی یعنی کالے لوگ ایک سے دکھائی دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ عدالت کے سپاہی۔ پیادے۔ پولیس۔ گارڈ۔ اور جیل کے برقنداز سب رومی تھے۔ ان سے یہ توقع رکھنا بے جا نہ تھی کہ وہ کسی معمولی مجرم کی خاص طور پہ پہچان رکھیں گے۔

جناب مسیح علیہ السلام کی اس وقت پیغمبر۔ خدا۔ یا ابن اللہ وغیرہ کچھ بھی حیثیت ہو لیکن اس وقت ان کی رومی سپاہیوں کی نگاہ میں حیثیت سوائے بغاوت کے ایک عام اور معمولی مجرم کے اور کچھ نہیں تھی۔ اس وقت جو کچھ مخالفانہ حیثیت سے کوئی اہم بات تھی تو وہ صرف یہودیوں کی نظر میں تھی۔ ان عام حالات میں پھر اس بات کو بھی سامنے رکھئے کہ جناب مسیح علیہ السلام کو لوگوں کی نظر بچا کر صاف نکل جانے میں کمال حاصل تھا عیسائی آپ کے اس کمال کو معجزہ شمار کرتے ہیں اور یہودیوں کے نزدیک نعوذ باللہ آپ کا یہ کمال شعبدہ بازی تھی۔

بہر کیف نفس واقعہ تمام تسلیم کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے اس کا ایک سبب جناب عیسیٰ کا تنہائی پسند رہنا اور لوگوں سے بہت کم ملنا جلنا ہو خیر۔ اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ جب گستنے باغ میں آپ کی گرفتاری ہوئی تو اگرچہ گرفتار کرنے والے ایک بڑی تعداد میں تھے تاہم ان میں بھی یہ اطمینان نہیں تھا کہ وہ آپ کو پہچان سکیں گے۔ چنانچہ آپ کو پہچان کر گرفتار کرنے کے لیے رومی سپاہیوں نے آپ کے بارہ

Marfat.com

حواریوں میں سے ایک غدار حواری یہوداکو توڑ لیا جس نے رومی سپاہیوں سے کہا کہ جس شخص کا میں بوسہ لوں سمجھنا وہی "مسیح" ہے اسے پکڑ لینا۔

رومیوں کا سولی گھر عدالت سے ایک اچھے خاصے فاصلے پر تھا۔ غالباً شہر سے باہر تھا جناب مسیح کو اس کا فاصلہ رومی سپاہیوں کی نگرانی میں طے کرنا تھا اور یہی نہیں سولی ✝ کی ایک وزنی لکڑی بھی آپ کو خود اٹھا کر لے جانی تھی جس کا ایک ستون تو زمین میں گڑا ہوتا تھا۔ باقی دوسری لکڑی جو اس پر آڑی آڑی جاتی تھی اس پر مجرم کے دونوں ہاتھ پھیلا کر کس دیئے جاتے اور ان میں کیلیں ٹھونک دی جاتی تھیں۔ وہ لکڑی وہاں گڑی ہوئی نہیں تھی بلکہ عدالت میں رہتی تھی جسے موت کی سزا کا حکم سن کر مجرم خود اپنی پیٹھ پر لاد کر سولی گھر تک لے جاتا تھا

اس حقیقت کو نظر انداز نہ کیجئے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے رومی حکومت کو مطلقاً کوئی پرخاش نہیں تھی۔ بلکہ عدالت کا حاکم تو آپ کو بغاوت کے جرم میں بے قصور پا کر چھوڑ دینے پہ تیار تھا۔ یہی سبب ہے کہ حکومت کی طرف سے آپ کی کوئی خاص نگرانی کا کوئی محل نہ تھا اور نہ حکومت کو اس کی کوئی خاص فکر تھی کہ آپ بچ کر نکلنے نہ پائیں۔ جناب عیسیٰ کو عدالت کی طرف سے جو سزا دی گئی وہ صرف یہودیوں کے بلوے کے خوف سے دی گئی۔

رومی عدالت سے جناب عیسیٰ کو جس روز سولی کا حکم سنایا گیا۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ اور وقت سہ پہر کا تھا۔ یہودیوں کے مقدس دن سنیچر کی شب عنقریب شروع ہونے والی تھی مزید برآں یہ کہ دوسرے دن کل صبح ان کی "عید فتح" تھی۔

اب ذرا اس تفصیل پر ایک نظر ڈالیے۔ جناب عیسیٰ ایک پتلے دبلے لاغر و ناتواں انسان پشت مبارک پہ نہایت بوجھل صلیب کو لادے سولی گھر کو روانہ ہوئے ہیں۔ وقت کم اور فاصلہ زیادہ ہے۔ گنتی کے چند سپاہی آپ کے ہمراہ ہیں البتہ جناب عیسیٰ کے ہم قوم ہم وضع۔ ہم لباس انبوہ در انبوہ ساتھ ساتھ ہیں۔ جو آپ کو ستاتے چھیڑتے اور آپ کے اوپر آوازے کستے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔

Marfat.com

رومی سپاہی اپنی قومی برتری کے نشے میں مست خود تو یہ کرنے سے رہے کہ اپنی رعایا اور پھر مجرم رعایا کے اٹھانے والا بوجھ خود اپنی پیٹھ پہ لاد لیں۔ پھر ہجوم کی کثرت سے تنگ الگ ہو رہے ہیں اور خواہ مخواہ دیر الگ ہو رہی ہے قدرتی بات ہے کہ یہی کیا ہوگا کہ اسی ہجوم میں سے کسی شخص کو پکڑا۔ کچھ عجب نہیں کہ ڈانٹ ڈپٹ کر کے صلیب اسی کی پشت پہ لاد دی۔ انجیل متی میں ہے "انہیں شمعون نام ایک کرینی ملا اسے بیگار میں پکڑا کہ اس کی صلیب اٹھائے" متی ۲۷: ۳۲۔

مجرم کا یہ ہم قوم اور ہم وضع صلیب پیٹھ پہ لادے سولی گھر کے دروازہ پہ پہنچا پہرہ بدلا گیا۔ اب ذمہ داری جیل کے رومی سنتریوں اور پہرے داروں کی شروع ہوئی۔ وہ یقیناً اسی کو مجرم سمجھے کیونکہ صلیب اسی کی پیٹھ پہ لادی ہوئی تھی۔ اور جیل کے لوگ ہمیشہ اسی علامت کے عادی تھے۔ اب رومی سپاہی اپنی بیگار ان پہ ٹال کے اور جیل والوں کا کام خود جیل والوں پہ ڈال کر فوراً رخصت ہوئے۔ انہیں کیا پڑی تھی کہ شناخت یا تحقیق کرتے۔

یہودی ہر چند چیخا چلایا اور کہا کہ میں مسیح "نہیں یوں جیل کے لوگ اس کی زبان سے واقف نہیں تھے۔ قدرتاً یہی سمجھے کہ یہ مجرم کے آخری وقت کا جزع فزع ہے اور پھر ہزاروں کے ہجوم و ہنگامے میں اس کی آواز خود یہودیوں میں سے کتنے ایک ہوں گے جن کے کان میں پڑی ہو گی اور کتنوں نے ادھر دھیان دیا ہوگا۔ غرض وہ پکڑا دھکڑا سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اور اس طرح سے دلکن شبہ لہم کی حقیقت حال ان پر طلسم بن کے رہ گئی۔

روداد عیسائیت جناب عیسٰی کی زندگی میں کل ایک سو بیس آدمی ایمان لائے لیکن وہ بھی اس عالم میں کہ منہ سے ایک حرف تک نکال نہ سکتے تھے۔ حالت یہ تھی کہ جو شخص بھی آپ کی نبوت پہ ایمان لاتا خواہ وہ آپ کی زندگی

Marfat.com

میں بجز اس آپ کے بعد نہایت پوشیدہ اور خوف کی حالت میں رہتا تھا۔ اس میں ہرگز اس بات کا حوصلہ نہ تھا کہ وہ کھلے بندوں آپ کی نبوت کا اقرار کرے یہودی عیسائیت قبول کرنے کے جرم میں جس کسی کو پکڑ لے جاتے اسے بڑی بڑی دردناک اذیتیں پہنچا کر قتل کر دیتے پھانسی پر لٹکاتے، سنگسار کرتے یا زہر دے کر مار ڈالتے تھے۔

اجمالاً یہ کہ جناب عیسیٰ کے واقعہ غیبت کے تین سو برس تک عیسائی سکتہ ہی کے عالم میں رہے۔ ان میں کوئی دم درود باقی نہیں تھا۔ مارے مارے پھرتے تھے۔ ان کا کوئی ٹھکانہ تھا نہ مسکن اور نہ کوئی جائے پناہ تھی۔ جب تک بادشاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول نہیں کی۔ ان میں لوگوں کے سامنے کھلم کھلا آنے کی ہمت پیدا نہیں ہوئی۔

علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ وہ مذہب جس کی یہ مذکورہ بالا حالت ہو تو دشوار و محال ہے کہ اس میں نقل متصل ثابت ہو کیونکہ جو شے پوشیدہ طور پر محض تلوار کے نیچے حاصل کی جاتی ہے اس میں اکثر باتیں غلط نکلتی ہیں جو ایسے حالات میں ان کی روایات میں داخل ہو جاتی ہیں اور اس کے ماننے والے اس کی حمایت پر قادر ہو سکتے ہیں اور نہ ان کے بدلنے کو روک سکتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ تمام معجزات جنہیں عیسائی بیان کرتے ہیں سب کے سب جھوٹے ہیں اور من گھڑت افسانے ہیں۔

پیروانِ عیسیٰ

انجیل جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی۔ ایک مختصر سی کتاب تھی جناب عیسیٰ کے غائب ہو جانے کے ساتھ ہی یہ بھی دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ناپید ہو گئی۔ لہٰذا پہلے پہل عیسائیوں کی کوئی مذہبی کتاب نہیں تھی یہ لوگ توراۃ ہی کو اپنی کتاب مقدس خیال کرتے تھے۔ چنانچہ مارٹن لوتھر نے لکھا ہے کہ متی کی نام نہاد انجیل میں تحریر ہے کہ کہیں یہ مت سمجھ لینا کہ میں (عیسیٰ) توراۃ کو منسوخ کرنے آیا ہوں نہیں بلکہ اسے نافذ کرنے آیا ہوں۔ لیکن جب عیسائیوں نے اپنے وجود کو یہودیوں سے علیحدہ کر کے اپنی انفرادیت قائم کی ہے انہیں انجیل

Marfat.com

کے مرتب کرنے کا خیال آیا۔

اناجیل اربعہ چنانچہ کنیسہ کی معرفت ادھر ادھر سے جو کچھ غلط سلط ملا۔ اور وہ کنیسہ کے مطلب کا پایا گیا۔ لکھ لیا گیا۔ نیز اس میں وقتاً فوقتاً کمی بیشی اور تغیر و تبدل بھی ہوتا رہا۔ غرض پانچویں صدی کے آخر میں کتاب مقدس کی یونانی زبان میں تدوین مکمل ہوئی۔ ہرچند ان تمام تحریروں کو جو کتاب مقدس میں شامل ہیں منزل من اللہ خیال کیا۔ لیکن نیقیہ کی مشہور کونسل میں انہیں تاریخی تنقید کی کسوٹی پر دیکھا تو سب کو کھوٹا ہی پایا۔ آخر کار نام نہاد انجیل کے متعدد نسخوں میں سے صرف چار موجودہ اناجیل کا انتخاب کر لیا گیا۔ حالانکہ ان کے مضامین بھی ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں۔

تضاد مضامین کے پیش نظر اب اکثر عیسائی علماء بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ مذکورہ کتب ہرگز کلام الٰہی نہیں اور نہ جناب عیسٰی ہی کا کلام ہے۔ ان کتابوں کے مضامین حضرت عیسٰی کے اشارہ سے لکھے گئے ہیں نہ ان کے زمانے میں بلکہ ایک مدت کے بعد چند غیر معروف لوگوں نے اس زمانے کے متعلق اپنی ضروریات کے اعتبار سے کچھ لکھنا شروع کیا اور انجیل کے بہت سے نسخے وجود میں آگئے اور انہی میں سے چار نسخوں کا انتخاب کر لیا گیا۔ حالانکہ ان میں بھی واقعات تک میں بے حد اختلاف ہے۔

مضامین کی ایک جھلک جناب عیسٰیؑ کی بعثت کا مقصد خلافت الٰہیہ بیان کیا گیا ہے۔ مارقس کی نام نہاد انجیل میں لکھا ہے کہ جب حضرت یحیٰی قید میں ڈال دیئے گئے تو آپ گیلیلی میں خلافت الٰہیہ کی خوشخبری دینے پھرے لیکن اس میں جن لوگوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ان پر جناب عیسٰیؑ نے سخت شرطیں لگا دیں مثلاً لوقا کی انجیل میں ہے "اگر کوئی شخص میرے پاس آئے اور وہ اپنے باپ اور اپنی ماں اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں اور اپنے بھائیوں اور

Marfat.com

بہنوں سے نفرت نہ کرتا ہو بلکہ خود اپنی زندگی سے بھی نفرت نہ کرتا ہو تو وہ میرا مرید نہیں ہو سکتا۔"

(۱۴-۲۶۔لوقا) یہ بیں اس دنیا جہان میں آگ لگانے آیا ہوں۔ اور میں کیا ہی چاہ سکتا ہوں اگر یہ آگ لگنی شروع بھی ہوگئی ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں دنیا جہان میں اتحاد قائم کرنے آیا ہوں تو میں تم سے کہہ دیتا ہوں کہ اس لیے ہرگز نہیں آیا ہوں بلکہ جدائی اور اختلاف پیدا کرنے آیا ہوں، چنانچہ آج سے اگر ایک گھر میں پانچ آدمی بھی ہوں گے تو ان میں اختلاف ہوگا۔ تین دو کے خلاف ہوں گے اور دو تین کے۔ باپ اپنے بیٹے کا مخالف ہوگا۔ اور بیٹا اپنے باپ کا۔ ماں اپنی بیٹی کے مخالف ہوگی اور بیٹی اپنی ماں کے ساس اپنی بہو کے مخالف ہوگی اور بہو اپنی ساس کے لوقا-۱۲-۴۹-۵۲) متی کی انجیل میں ہے بیں اس لیے ہرگز نہیں آیا کہ امن قائم کردوں بلکہ تلوار لایا ہوں میں تو اس لیے آیا ہوں کہ آدمی کو خود اس کے باپ ہی کے خلاف کر دوں اور بیٹی کو اس کی ماں کے خلاف کردوں اور بہو کو اس کی ساس کے خلاف کر دوں اور آدمی کے دشمن اس کے اہل وعیال ہو جائیں۔ (متی ۱۰ ۳۷ ــــ ۳۶)

مذکورہ بالا بیانات سے بظاہر تو یہی مترشح ہوتا ہے کہ جناب عیسیٰؑ اپنے متبعین کو تارک الدنیا ہونے کی تعلیم دیتے آئے تھے۔ لیکن باطن جب حالات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جو کچھ جناب عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کر کے پیش کیا گیا ہے وہ ہرگز آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا یہ اہل یہود کی ایک گہری سازش تھی جس میں وہ جناب عیسیٰ کو تعلیمات کو مسخ کرنے میں سو فی صد کامیاب نکلے۔

مذہب عیسایت

ابتداً ان کے بھی چھ فرقے تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اریوسیہ اسکندریہ میں قیس نام ایک کاہن رہتا تھا۔ فرقہ اریوسیہ اسی کے نام سے منسوب ہے اس شخص کا زمانہ حیات بانی قسطنطنیہ کا عہد حکومت تھا اور قسطنطین اول اسی کے مذہب پر قائم تھا۔ اریوس کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا ایک کلمہ ہیں

Marfat.com

جن کے باعث اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا۔

بولیسیہ یہ گروہ بولس الشمشاطی نام ایک شخص کا پیرو ہے بولس توحید مجرد پر ایمان رکھتا تھا اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ اور نبی سمجھتا تھا نیز اس بات کا بھی قائل تھا کہ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے حضرت مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور وہ یہ بھی کہتا تھا کہ عیسیٰ انسان ہیں خدا نہیں ہیں یعنی حلول الہیت کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ روح مقدس اور کلمہ کیا ہے۔ کون ہیں؟

مقدونیوسیہ یہ لوگ مقدونیوس کے ماننے والے ہیں یہ شخص بھی توحید مجرد کا عقیدہ رکھتا تھا۔ وہ اس بات کا قائل تھا کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بندے اور دیگر انبیاء کی طرح ایک نبی ہیں۔ نیز وہی روح القدس ہیں اور وہی کلمۃ اللہ مطلب یہ کہ دونوں مخلوق ہیں۔

بربرانیہ یہ انہی میں سے ایک گروہ ہے جو کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور بی بی مریم اللہ تعالیٰ کے علاوہ دو خدا ہیں۔ یہی وہ گروہ ہے جو گمراہی میں تباہ اور برباد ہوا۔

ان دنوں عیسائیت کے تین فرقے گنے جاتے ہیں۔

ملکانیہ یہ گروہ اس بات کے قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ تین اسباب پر مشتمل ہے یعنی باپ بیٹا۔ روح القدس یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تینوں ازلی ہیں اس لیے عیسیٰ خدائے کامل اور مکمل انسان ہیں دوسرے لفظوں میں یوں کہتے کہ خدا۔ اور انسان ایک ہی ہیں۔ انسان کو مصلوب کیا گیا۔ مگر خدا کو اس قتل وصلب سے ایک چیز بھی نہیں پہنچی۔ مریم نے خدا کو اور انسان کو جنا یہ دونوں مل کر واحد اور ابن اللہ ہوئے۔

نسطوریہ یہ فرقہ نسطور نام کے ایک شخص سے منسوب ہے جو قسطنطنیہ میں رہتا تھا

فرقہ نسطوریہ کے عقائد بھی وہی ہیں جو ملکانیہ کے ہیں ۔ البتہ وہ اختلاف یہ رکھتے ہیں کہ مریم نے خدا کو نہیں جنا ۔ انسان ہی کو جنا تھا اللہ تعالیٰ نے انسان کو نہیں ۔ خدا ہی کو جنا تھا ۔

یعقوبیہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ہی خود ۔ خدا ہیں ۔ لوگوں کے گناہوں سے خدا مرگیا اور مصلوب ہوا نیز قتل کیا گیا ۔ یہ دنیا اور سات آسمان تین دن تک مدبر کے بغیر قائم رہے مرنے کے بعد وہی خدا پھر کھڑا ہو گیا اور ویسا ہی ہو گیا جیسے کہ پہلے تھا وہ کہتے ہیں خدا حادث ہو گیا پھر قدیم ہو گیا ۔ اور وہی مریم کے پیٹ میں بشکل حمل موجود تھا ۔

فرقہ یعقوبیہ ۔ قسطنطنیہ کے ایک راہب یعقوب برذعانی سے منسوب ہے ۔ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے قدم قدم پر عقل و دانش کی مخالفت کی ہے اور اپنے اوپر غور و فکر کے دروازے قطعاً بند کر لیے ہیں ۔ ان دنوں تمام عیسائیوں کے عقائد وہی ہیں جو فرقہ ملکانیہ اور یعقوبیہ کے ہیں ۔

انجیل کا لفظ یونانی زبان کے لفظ "انجیلون" کا معرب ہے ۔ اس کے بہت سے معنی ہیں ان میں سے ایک معنی ۔ ابن فارس نے کسی شے کے کھول کر بیان کرنے کے لکھے ہیں ۔

جناب عیسیٰ اور آپ کے حواریوں کی زبان ارامی تھی ، لیکن اناجیل کے جو نسخے ترتیب دیئے گئے ان میں سے کسی کی زبان بھی ارامی نہیں تھی یہ سب کے سب یونانی زبان میں ترتیب دیئے گئے ۔

انجیل کے کل نسخے چونتیس ۳۴ تھے جب ۳۲۵ ء میں نیقہ کی مشہور کونسل میں انہیں پیش کیا گیا ۔ تو علمائے نصاریٰ نے مندرجہ اناجیل اربعہ کے سوا باقی سب کو جعلی قرار دے دیا ۔

اجمال تاریخ اناجیل اربعہ یہودیوں کی طرح اناجیل اربعہ سے متعلق عیسائیوں نے یہ کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ انجیل منزل من اللہ ہے بلکہ صاف اقرار کیا ہے کہ انجیل کے چاروں نسخے چار مختلف شخصوں کے قلم سے لکھے گئے

Marfat.com

جنہوں نے مختلف اوقات میں ان کو تالیف کیا ہے۔ مؤرخین نے اناجیل اربعہ کی تفصیل اس طرح سے بیان کی ہے۔

انجیل متی یہ پہلی تاریخ ہے جس کو مسیح کے شاگرد متی الاوانی نے حضرت مسیح کے دنیا سے اٹھ جانے کے نو سال بعد تالیف کیا اور اسے عبرانی زبان میں ملک شام کے شہر یہوذیہ میں لکھا گیا جو متوسط خط میں تقریباً اٹھائیس اوراق پر مشتمل ہوگی۔

انجیل مرقس دوسری تاریخ وہ ہے جو مسیح علیہ السلام کے اٹھنے کے بارہ سال بعد شمعون الصفا کے شاگرد مارقس الہارونی نے تالیف کی جسے بزبان یونانی شہر انطاکیہ میں لکھا گیا بعض کہتے ہیں کہ یہ انجیل دراصل شمعون شاگرد مسیح نے ہی لکھی تھی لیکن کسی مصلحت کی بنا پر اس نے اپنے نام کی بجائے اسے اپنے شاگرد مرقس کے نام سے منسوب کر دیا۔ یہ انجیل بخط متوسط چوبیس ورق پر مشتمل ہوگی۔

انجیل لوقا تیسری تاریخ وہ ہے جسے شمعون کے شاگرد لوقا طبیب نے تالیف کیا ہے یہ انجیل بھی بزبان یونانی انطاکیہ میں لکھی گئی۔ انطاکیہ

انجیل یوحنا چوتھی وہ تاریخ ہے جسے مسیح کے شاگرد یوحنا ابن سیبذای نے حضرت مسیح کے اٹھنے کے انہتر سال بعد تالیف کیا۔ یہ انجیل شہر افسس میں بزبان یونانی لکھی گئی یہ بھی متوسط خط میں چوبیس صفحوں پر مشتمل ہوگی نیز یوحنا نے متی کی انجیل کا بذات خود عبرانی سے یونانی میں ترجمہ بھی کیا۔

علاوہ ازیں کچھ رسائل بھی ہیں جو مختلف اشخاص نے مختلف اوقات میں تحریر کیے لیکن ان میں بجز خرافات اور بے سروپا باتوں کے اور کچھ نہیں۔ مثلاً۔ کتاب الوحی والاعلات یہ کتاب یوحنا ابن سیبذای کی تالیف ہے۔ اس میں جو کچھ یوحنا مذکور نے خواب میں غلط سلط اور خرافات دیکھیں وہی اس میں تحریر کر دیں۔ نیز سات رسالے قاذیہ

Marfat.com

کے نام سے بھی ہیں جن میں سے دو رسالے شمعون کے ہیں اور تین رسالے یوحنا بن صیدای کے ہیں۔ ایک رسالہ یعقوب بن یوسف النجار کا ہے اور دوسرا رسالہ اس کے بھائی یہودا بن یوسف کا ہے۔ تمام رسائل ایک یا دو ورق سے زیادہ نہیں اور ان میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے سرتاسر بے معنی اور خلاف عقل ہے۔

شمعون کے ایک شاگرد نے پندرہ رسالے تحریر کیے ہیں جو سب کے سب چالیس ورق سے زیادہ نہیں، اور ان میں حماقت اور شیخی بگھارنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ مذکورہ رسائل سے متعلق نصاریٰ میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ ان کے متاخرین میں سے مذہبی پیشواؤں کی تالیفات ہیں۔ نصاریٰ کی تمام نقل اول سے لے کر آخر تک صرف پولس، مارقس اور لوقا کی طرف راجع ہے اور ان تین شخصوں نے جو کچھ لیا ہے اور نقل کیا ہے وہ شمعون۔ متی۔ یوحنا یعقوب اور یہوذا سے لیا ہے۔

بیان انجیل اناجیل کا بیان جناب عیسیٰ ؑ کی پیدائش کے باب میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ متی میں لکھا ہے ''اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح سے ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے قبل وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور اسے بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا چپکے سے اس کے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔ وہ بیٹا جنے گی اور تو اس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دیگا یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو۔ کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔

متی $\frac{1}{18-23}$

Marfat.com

یہاں نبی سے مراد جناب یسعیاہ نبی ہیں جنہوں ولادت عیسٰی کی پیشگوئی کی تھی۔ ڈاکٹر ڈیوڈسن نے کتاب یسعیاہ کی شرح میں لکھا ہے کہ جب کتاب یسعیاہ کا یونانی میں ترجمہ ہوا تو مترجمین نے کنواری کے لفظ کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ورنہ یسعیاہ نبی نے تو فقط یہ کہا تھا کہ ایک لڑکی جو شادی کے لائق ہو گی بیٹا جنے گی۔"

لوقا لکھتا ہے "اور چھٹے مہینے جبرئیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا۔ اور فرشتہ نے اس کے پاس اندر آکر کہا سلام تجھ کو جس پر فضل ہوا ہے خداوند تیرے ساتھ ہے وہ اس کلام سے بہت گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے فرشتہ نے اس سے کہا۔ اے مریم خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے۔ اور دیکھو تو حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی اس کا نام یسوع رکھنا وہ بزرگ ہو گا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا اور خداوند اس کے باپ داوا کا تخت اسے دے گا۔ اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا۔ اور اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہو گا۔ مریم نے فرشتہ سے کہا یہ کیونکر ہو گا جس حال میں کہ میں مرد کو نہیں جانتی اور فرشتے نے جواب دیا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہو گا۔ اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے وہ پاکیزہ جو پیدا ہونے والا ہے خدا کا بیٹا کہلائے گا۔

(لوقا ۱ — ۲۶ — ۳۵)

یوحنا لکھتا ہے "اور انہوں نے کہا۔ کیا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں ہے جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں۔ اب کیونکر کہتا ہے کہ میں آسمان سے اترا ہوں۔

(یوحنا ۶ — ۴۲)

متی لکھتا ہے "جب یسوع یہ تمثیلیں ختم کر چکا تو ایسا ہوا کہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور اپنے وطن میں آکر ان کے عبادت خانے میں انہیں ایسی تعلیم دینے لگا کہ وہ حیران ہو کر

Marfat.com

بیسے کہ اس کو یہ حکمت اور معجزے کہاں سے مل گئے۔ کیا یہ بڑھی کا بیٹا نہیں۔ اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب۔ یوسف۔ شمعون اور یہودا نہیں۔

متی ۱۳ / ۵۳ — ۵۵

تصورِ ابن اللہ عیسائیوں میں جناب عیسٰی علیہ السلام کو ابن اللہ سمجھنے کا تصور ایک طویل مدت کے بعد اس زمانے میں پیدا ہوا کہ جب سینٹ پال ایک متشدد یہودی نے اپنے ظلم و ستم سے ہاتھ اٹھا کر عیسائیوں کو نہ صرف امن و امان بخشا بلکہ خود بھی عیسائیت قبول کی نیز رومیوں کے نام اس نے ایک خط لکھا جس میں اس نے کہا "مسیح جسم کے اعتبار سے تو داؤد کی نسل سے ہے لیکن روح کی پاکیزگی کے اعتبار سے اور مردوں میں سے جی اٹھنے کے باعث قدرت کے ساتھ خدا کا بیٹا ٹھہرا (رومیوں کے نام خط ۱:۴)

دراصل یہ سینٹ پال ہی وہ پہلا خبیث ہے جس نے جناب عیسٰیؑ کے نام سے ابنیت الوہیت۔ کفارۂ گناہ اور تثلیث کے عقائد کو منسوب کر کے مذہب عیسائیت کو پامال کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہودیوں کی یہ ایک گہری چال تھی اگرچہ وہ عیسٰی کو مصلوب کرنے میں ناکام رہے تاہم آپ کی تعلیمات اور آپ کے دین کا حلیہ بگاڑنے میں سو فی صدی کامیاب ہوئے۔

جب قسطنطین نے عیسائیت کو قبول کر لیا تو اس نے ابن اللہ کے عقیدے کو حکومت کے زور سے لوگوں میں پھیلایا اور اس کی تعلیم عام کی ہر چند عیسائیوں میں اول اول ایسے گروہ موجود تھے جنہوں نے اس عقیدے کی مخالفت کی لیکن جب ۳۲۵ ء نیقیہ کی مشہور مجلس اناجیل منعقد ہوئی تو اس میں باپ بیٹا اور روح القدس کے مسئلے نے بڑی اہمیت حاصل کر لی مجلس میں یہ بات متفقہ طور پر طے پا گئی کہ "جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ کسی وقت خدا کے فرزند کا وجود نہ تھا یا پیدا ہونے سے پہلے وہ موجود نہ تھا یا وہ نیست سے ہست کیا گیا یا کسی ایسے مادہ یا جوہر سے اس کی تخلیق ہوئی جو ربانی نہیں ہے۔ یا مخلوق ہے۔ یا متغیر ہے۔

Marfat.com

ایسے شخص کو کلیسائے مقدس ملعون قرار دیتا ہے۔ تب یہ گروہ رفتہ رفتہ عام عیسائیوں میں جذب ہو گئے۔

سینٹ پال سینٹ پال کے پیدا کردہ مذہب کے عیسائی اقانیم ثلاثہ کے علاوہ چوتھی شے کلمہ کا اضافہ کرتے ہیں ان کے نزدیک کلمہ وہ ہے جو انسان کے ساتھ متحد ہے اور جناب مریم علیہا السلام کے رحم میں انسان کے ساتھ پیوست ہو گیا ہے۔

یوحنا کے نزدیک کلمہ ہی اللہ ہے انسان میں اللہ کیسے اتحاد و حلول کر گیا اس سے متعلق یعقوبیہ کہتے ہیں کہ جس طرح شراب میں پانی ڈالنے سے پانی مل جاتا ہے اور دونوں ایک ہی چیز بن جاتے ہیں نسطوریہ کا قول ہے کہ یہ اتحاد و حلول تیل کا پانی کے ساتھ مل جانے کی مانند ہے کہ ہر شے اپنی حیثیت میں باقی رہتی ہے۔ ملکیہ کا کہنا ہے کہ دونوں کا اتحاد اور حلول آگ میں تپائے ہوئے خنجر کی مانند ہے۔

اب ان کے عقائد کی جھلک انجیل کی روشنی میں دیکھئے انجیل میں ہے "ہم ایمان لاتے ہیں۔ اللہ پر۔ جو باپ ہے۔ مالک ہے ہر شے کا جو دکھائی دیتی ہے اور جو نہیں دکھائی دیتی اور ہم ایمان لاتے ہیں رب واحد یسوع مسیح پر جو تمام خلائق میں سب سے پہلا بیٹا ہے اور وہ مخلوق آلہ نہیں۔ وہ آلہ ثابت و حق ہے اور وہ اپنے باپ کے جوہر سے حق اور ثابت ہے جس کے ہاتھ میں تمام عالموں کا استحکام ہوا۔ اور اس نے ہر شے کو پیدا کیا جو ہم انسانوں اور ہماری نجات کے لیے آسمان سے اترا۔ اور روح القدس سے مجسم ہو کر انسان ہو گیا اور مریم بتول سے پیدا ہوا اور لاطش میں قیولطش کے عہد میں اسے ایذا دی گئی اور مصلوب کیا گیا اور دفن کیا گیا۔ وہ تیسرے روز اٹھ کھڑا ہوا اور آسمان پہ چڑھ گیا اور باپ کی داہنی طرف بیٹھ گیا اور وہ مُردوں اور زندوں کے درمیان میں فیصلہ کرنے کے واسطے دوبارہ آنے کے لیے تیار ہے۔

عقائد مندرجہ بالا بیان انجیل کی روشنی میں معلوم ہوا کہ سینٹ پال کے ایجاد کردہ

Marfat.com

مذہب عیسائیت کی بنیاد حسب ذیل عقائد پر ہے۔

۱۔ جناب عیسٰی ابن اللہ ہیں
۲۔ ابن اللہ ہی نہیں بلکہ خود خدا ہیں
۳۔ اقانیم ثلاثہ ایک ہی ذات ہے۔
۴۔ جناب مریم پرستش کے لائق ہیں۔
۵۔ جناب عیسٰی کا مصلوب ہونا انسان کے ازلی گنہگار ہونے کا کفارہ ہے۔
۶۔ عیسیٰؑ آسمان پر زندہ اٹھا لیے گئے۔
۷۔ غیاب کے بعد عیسٰی فوت نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر زندہ اٹھا لیے گئے اور اب وہ دنیا میں خدا کی بادشاہت قائم کرنے کے لیے ایک مرتبہ پھر آئیں گے۔

حقیقت مسیحائی

انجیل متی کے پانچویں باب میں ہے کہ مسیح نے لوگوں سے کہا کہ تم دعا اس طرح مانگا کرو "اے ہمارے آسمانی باپ تیرا نام مقدس ہے" پھر مسیح نے لوگوں سے کہا کہ میں اپنے اور تمہارے باپ کے پاس جو میرا اور تمہارا معبود ہے جانے والا ہوں۔

انجیل متی کے نویں باب میں ہے کہ جس وقت یسوع یہ بات کہہ رہے تھے یکایک ایک شخص ان کے سامنے آیا اور ان سے کہا کہ میری بیٹی مر گئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کے پاس چلیں اور اسے اپنا ہاتھ لگائیں کہ وہ زندہ ہو جائے چنانچہ جب مسیح اس کے پاس گئے اور انہوں نے رونے پیٹنے والوں کو وہاں دیکھا تو ان سے کہا چپ رہو۔ یہ لڑکی مری نہیں سو رہی ہے۔ تمام لوگوں نے مذاق اڑایا۔ جب تمام لوگ لڑکی کے پاس سے چلے گئے۔ تو مسیح وہاں گئے اور اسے ہاتھ پکڑ کر زندہ کر دیا۔

یہی واقعہ انجیل لوقا کے ساتویں باب میں لکھا ہے۔ لیکن اس میں قریب المرگ ہونا

Marfat.com

بیان کیا گیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس دوران میں لڑکی کا باپ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ اسکے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ راستے میں ایک شخص نے اسے اطلاع دی کہ تمہاری لڑکی مرگئی ہے۔ اب مسیح کے لانے کی ضرورت نہیں مسیح نے لڑکی کے باپ سے کہا کہ تم فکر نہ کرو اور اطمینان رکھو تمہاری لڑکی زندہ ہو جائے گی پھر جب یہ دونوں گھر پہ پہنچے تو مسیح کے ساتھ اس کے کمرے میں صرف پطرس۔ یوحنا و یعقوب اور لڑکی کے والد اندر گئے وہاں ایک جماعت رو رہی تھی مسیح نے لوگوں سے کہا تمہیں رونا نہیں چاہیے یہ لڑکی سو رہی ہے، مری نہیں، لوگوں نے یہ سن کر مسیح کا مذاق اڑایا۔ مسیح نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور اسے پکارا۔ اور کہا اے لڑکی اٹھ کھڑی ہو چنانچہ اس کی روح اس میں واپس آگئی اور لڑکی اسی وقت اٹھ کھڑی ہوئی مسیح نے حکم دیا کہ اسے کھانا کھلایا جائے۔ اس کے والدین اس کے پاس آئے۔ اور مسیح نے حکم دیا کہ جو کیا گیا ہے اسے ہرگز کسی سے نہ کہا جائے۔ اسی طرح کا ایک بیان انجیل مارقس میں بھی آتا ہے لیکن معاملہ یہاں بھی وہی صادق آتا ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔

متی کہتا ہے کہ لڑکی کا باپ اس وقت مسیح کے پاس آیا کہ جب وہ مر چکی تھی۔ لوقا کہتا ہے کہ وہ مسیح کے پاس اس وقت گیا جب وہ مرنے کے قریب تھی۔ اس پر طرفہ یہ کہ معجزہ لانے کے وقت اور لوگوں سے تنہا ہونا۔ پھر یہ بیان کہ تین اصحاب آپ کے ساتھ تھے لیکن آپ نے ان سے بھی واقعہ کو پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کر دی۔ کیا خوب؟ عجیب بات ہے۔ کیا یہ بھی کوئی معجزہ ہوا؟

مائدہ

مائدہ کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بھی ذکر کیا ہے۔ درحقیقت آسمان سے کوئی خوان کی صورت میں چنا ہوا کھانا نہیں اترا تھا بلکہ یہ اہتمام اللہ تعالیٰ نے اسی طور پر کیا تھا جیسا کہ بنی اسرائیل کے لیے من و سلویٰ کا کیا گیا تھا یا جیسے جناب مریم کو ہیکل سلیمانی میں کھانا پہنچتا تھا۔

مائدہ کا انتظام جناب عیسیٰؑ کے ان مومنوں کے لیے ہوا تھا جو اس کی خواہش

Marfat.com

رکھتے تھے کہ کوئی اچھی شے کھانے کو ملے اور انہوں نے آپ سے خوان اترنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ آپ نے دعا کی۔ اے اللہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ اس کا آنا ہم پر اور ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں سب کے لیے عید قرار پائے۔ اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں تمہارے لیے خوان بھیجوں گا۔ لیکن جو شخص اس کے بعد بھی ہدایت اور حق کی راہ سے منہ پھیرے گا۔ تو اسے نہایت سخت عذاب دیا جائے گا۔

ملخصات آیات قرآن حکیم

اور دیکھو جب عمران کی بیوی نے دعا مانگی تھی۔ اے خدا میرے پیٹ میں جو بچہ ہے میں اسے آزاد کر کے تیرے لیے نذر کرتی ہوں۔ سو میری طرف سے یہ نیاز قبول کر لے بلاشبہ تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پھر جب ایسا ہوا کہ لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے کہا اے خدا میرے تو لڑکی ہوئی ہے اب میں کیا کروں، حالانکہ جو بچہ پیدا ہوا تھا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا۔ اس کی ماں نے کہا میں نے لڑکے کے لیے منت مانی تھی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے ہاں جو لڑکا بھی پیدا ہوتا وہ اس لڑکی کے مثل کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے کہا خیر میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور اس کی نسل کو تیری پناہ میں دیتی ہوں کہ شیطان الرجیم سے محفوظ رہے۔

پس مریم کو اس کے رب نے بڑی ہی احسن قبولیت کے ساتھ قبول کر لیا اور ایسی نشو و نما کی جو بہت ہی اچھی تھی۔ اور زکریا کو اس کا نگران حال بنا دیا جب کبھی زکریا اس کے پاس محراب میں جاتا جہاں وہ ہر دم عبادت میں محو رہتی تھی۔ تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے کی چیزیں موجود پاتا۔ اس پہ وہ پوچھتا۔ اے مریم یہ چیزیں تمہیں کہاں سے ہاتھ آ گئیں، وہ کہتی۔ اللہ سے۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

Marfat.com

اور پھر جب فرشتوں نے کہا اے مریم۔ اللہ تجھے اپنے کلام کے ذریعے ایک بیٹے کی بشارت دیتا ہے اس کا نام مسیح عیسیٰؑ ہوگا اور مریم کا بیٹا کہلائے گا وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ارجمند ہوگا اور بچپن میں اور بڑی عمر میں کلام کرے گا نیز اللہ کے حضور میں مقرب اور اس کے بندوں میں سے ایک صالح آدمی ہوگا۔

مریم نے کہا اے خداوند تعالیٰ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میرے بیٹا پیدا ہو جب کہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اسی طرح اللہ اپنی مشیت کے مطابق پیدا کر دیتا ہے۔ وہ جب کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو حکم کرتا ہے کہ ہو جا۔ اور پھر اس کی مشیت کے مطابق ہو جاتا ہے۔

اے پیغمبر محمد رسول اللہ۔ کتاب میں مریم کا معاملہ بیان کر۔ جب وہ ایک مکان میں کہ مشرق کی طرف تھا۔ اپنے گھر کے لوگوں سے علیحدہ ہو گئی۔ پھر اس نے پردہ کر لیا پس ہم نے اس کی طرف اپنی روح بھیجی۔ اور وہ ایک بھلے چنگے آدمی کے روپ میں ظاہر ہو گیا۔ مریم اسے دیکھ کر گھبرا گئی اور کہا کہ اگر تو نیک آدمی ہے تو میں خدائے رحمان کے نام پر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں۔

اس نے کہا۔ میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ اور وہ کہتا ہے کہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کر دے۔ مریم نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے بیٹا ہو حالانکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں اور نہ میں خدا سے باغی ہوں۔

فرشتہ نے کہا۔ ہوگا۔ ایسا ہی۔ تیرے رب نے فرما دیا کہ یہ میرے لیے کچھ مشکل نہیں وہ کہتا ہے یہ اس لیے ہوگا کہ اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دوں اور میری رحمت کا اس میں ظہور ہو اور یہ ایسا امر ہے جس کا ہونا طے پا چکا۔

پھر اس ہونے والے فرزند کا حمل ٹھہر گیا۔ وہ اپنی اس حالت کو چھپانے کے لیے لوگوں سے علیحدہ ہو کر دور چلی گئی۔ پھر اسے دردِ زہ کھجور کے ایک درخت کے

نیچے سے گیا۔ وہ اس کے تنے کے سہارے بیٹھ گئی۔ اس نے کہا کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی میری ہستی کو لوگ بالکل بھول چکے ہوتے۔

اس وقت اس نے نشیب کی طرف سے پکارا مغموم نہ ہو تیرے رب نے تیرے نیچے ایک بڑی ہستی پیدا کر دی ہے۔ تو کھجور کے درخت کا تنہ پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔ تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے۔ کھا پی۔ آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کوئی آدمی آئے تو اشارہ سے اسے کہدے۔ میں نے خدائے رحمان کے حضور میں روزہ کی منت مان رکھی ہے۔ میں آج کسی سے بات چیت نہیں کر سکتی۔

اور اس طرح اس عورت کا معاملہ جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی۔ پس ہم نے اپنی روح میں سے اس میں پھونک دیا اور اسے اس کے بیٹے کو تمام دنیا کے لیے ایک نشانی بنا دیا۔

اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ اور مت کہو مریم کا بیٹا عیسیٰ مسیح اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور اس کے کلمہ بشارت کا ظہور ہے۔ جو مریم پر القا کیا گیا تھا نیز ایک روح ہے جو اس کی طرف بھیجی گئی تھی۔

اور پھر جب ایسا ہوا تھا کہ اللہ نے فرمایا تھا۔ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دے دوں گا اور تجھے اپنی طرف بلند کروں گا۔ تیرے منکروں کی تہمتوں سے پاک کروں گا اور جن لوگوں نے تیری اطاعت کی ہے انہیں تا قیامت تیرے منکروں پر برتری دوں گا اور آخر کار تم سب کو میری ہی جانب لوٹ کر آنا ہے۔ اس وقت میں ان باتوں کا فیصلہ کر دوں گا۔

اور یاد کرو جب ایسا ہوگا کہ اللہ کہے گا۔ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے کہا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو الٰہ بنالو۔ عیسیٰ جواب میں کہے گا تیرے لیے تقدیس ہو۔ بھلا مجھ سے یہ بات کیونکر ہو سکتی ہے کہ وہ بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں

Marfat.com

اگر میں نے کہا ہو گا تو ضرور تجھے معلوم ہو گا۔ تو میرے دل کی بات جانتا ہے لیکن مجھے تیرے ضمیر کا علم نہیں فقط تو ہی وہ ذات ہے جو عالم الغیب ہے۔

میں نے ان سے کچھ نہیں کہا، لیکن صرف وہی جس کے کہنے کا مجھے کہنے کا حق دیا تھا۔ یعنی اللہ کی بندگی اختیار کرو۔ جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے جب تک میں ان میں رہا ان کے حال کا نگران تھا۔ اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر ان کا تو ہی نگہبان تھا۔

اور اے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھ سے قبل کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اسی طرح کے آدمی تھے۔ ان پر ہماری وحی آتی تھی پھر اسے انکار کرنے والو اگر تمہیں معلوم نہیں تو یہ بات ان لوگوں سے معلوم کر لو جنہیں کتاب دی گئی اور ہم نے کسی رسول کو کبھی ایسے جسم کا نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہی تھے۔

تشریح کلمات قرآنی

وفات

قرآن حکیم میں وفات کے معنی گزر جانے کے ہیں۔ جناب عیسٰی کے باب میں اللہ تعالیٰ نے انی متوفیک ورافعک ارشاد فرمایا ہے۔ وفات کے معنی۔ پورا ہو جانا۔ یا پورا کر دیا جانا بھی ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں آتا ہے۔ ووفیت کل نفس ما کسبت۔ اور ہر نفس نے جیسا کچھ کمایا ہے اسی کے مطابق اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا وتوف کل نفس ما عملت اور ہر نفس کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا۔ وتو فنا مع الابرار اور ہماری موت ابرار کے ساتھ ہو۔ ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین ہمارے رب ہمیں اس حال میں وفات دے کہ تیرے فرماں بردار ہوں۔

رفع

قرآن حکیم میں رفع کے معنی بلند کرنے اور اٹھانے کے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اللہ الذی رفع السموٰت بغیر عمد ترونہا۔ اللہ ایسا ہے جس نے ایسے ستونوں کے بغیر جسے تم دیکھ سکو آسمانی کرتوں کو بلند کیا۔ ورفعنا فوقکم الطور

ہم نے تمہارے اوپر طور کو بلند کیا۔ ورفع ابویہ علی العرش اس لے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا۔ وھو الذی جعلکم خلئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت اللہ وہ ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا اور تم میں ایک کو دوسرے سے درجات میں بلند کیا۔ ورفعنٰہ مکانا علیا اور ہم نے اسے ایک بلند مقام پہ اٹھایا (ادریسؑ)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ملک عرب براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں ایک جزیرہ نما واقع ہے جو وسعت اور کشادگی کے اعتبار سے تمام جزیرہ نماؤں میں سب سے بڑا ہے یہی ملک عرب ہے یہاں کے لوگ جس زمین پر بستے ہیں وہ بحر احمر۔ بحر ہند۔ خلیج عمان اور دریائے فرات کے پانی سے محصور ہے۔ یعنی اس کے تین طرف پانی ہے اور ایک حصہ خشکی میں ہے۔

طبعی لحاظ سے ملک عرب پانچ حصوں میں منقسم۔ اول تہامہ۔ دوم حجاز۔ سوم نجد چہارم یمن۔ پنجم عروض۔ اہل عرب سام ابن نوح کی اولاد ہیں۔ کہتے ہیں نوح کے طوفان کے بعد سام نے مکہ میں سکونت اختیار کی جہاں سے اس کے بیٹے اور پوتے اطراف و اکناف عالم میں پھیلے اور انہوں نے دنیا کے مختلف ممالک آباد کیے۔

قبائل عرب اہل عرب تین طبقوں میں تقسیم ہیں۔ اول بائدہ یہ وہ عرب ہیں جو دنیا کے پردے پر کبھی تھے لیکن اب نہیں رہے یہاں تک کہ ان کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ یہ لوگ عاد۔ ثمود۔ عمالقہ۔ طسم۔ جدیس۔ امیم اور جرہم قبیلوں کے لوگ تھے دوم عاربہ یہ لوگ وہ ہیں جو قحطان ابن سام کی اولاد سے تھے۔ یہ لوگ یمن میں پیدا ہوئے سوم مستعربہ یہ عرب وہ ہیں جو حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہیں۔ ان کے قبیلہ کا بانی عدنان تھا جو حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہے۔

گویا اس شجرہ سے معلوم ہوا کہ تمام عرب۔ جناب اسمعیل ابن ابراہیم اور قحطان ابن سام کی اولاد ہے۔ ہمارے رسول جو دنیا کے ہر دور، ہر قوم اور ہر ماحول کی ہدایت کے

ہیں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول بن کر آئے جناب اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے قبیلہ کا نام ہاشمی ہے جو اپنے قبیلہ قریش اور دیگر تمام قبائل عرب سے ممتاز و افضل تھا۔

جناب اسماعیل کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت عطا فرمائی یہ لوگ۔

اولادِ اسماعیلؑ مغرب میں ننہال مصر تک۔ جنوب میں یمن تک اور شمال میں شام تک جا پہنچے گویا اس طرح جناب ابراہیم علیہ السلام کی نسل بابل۔ مصر۔ شام اور عرب پر قابض ہو گئی۔ نیز بحر ہند اور بحر احمر ایسے تمدنی و تجارتی سواحل ان کے قبضہ میں آ گئے۔

جناب اسماعیل کے بارہ بیٹوں۔ نابت۔ قیدر۔ اذبل۔ منشا۔ مسمع۔ ماشی۔ دما۔ آذر۔ طیما۔ نسطورا۔ یطش اور قیذما میں سے نابت کے سوا باقیوں سے متعلق تاریخ کچھ زیادہ روشنی نہیں ڈالتی۔ نابت ہی سے جناب اسماعیل علیہ السلام کی نسل چلتی ہے۔ علامہ اسحاق نے لکھا ہے کہ نابت کے ہاں یشحب اور یشحب کے ہاں یعرب اور یعرب کے ہاں نسترح اور برج کے ہاں ناعور، ناعور کے ہاں ناعوص، ناعوص کے ہاں مقدم، مقدم کے ہاں اُود اور اُود کے ہاں عدنان پیدا ہوئے

پھر عدنان کے ہاں معد اور عک دو بیٹے پیدا ہوئے معد مکہ میں رہا اور عک اشعریوں سے جا ملا۔ معد کے چار بیٹے ہوئے۔ نزار۔ قضاعہ۔ قنص اور ایاد۔ پھر نزار بن معد کے چار بیٹے، مضر۔ ایاد۔ ربیعہ۔ اور انمار ہوئے۔ نضر سے قبیلہ قریش پیدا ہوا جسے مکہ معظمہ کی سیادت ملی۔ ایاد سے بنی ایاد ہوئے جو عراق میں جا کر آباد ہو گئے۔ ربیعہ سے بنی اسد۔ بنی تغلب بنی ضبیعہ بنی حدیلہ۔ بنی عنترہ۔ بنی بکر۔ بنی مرہ۔ بنی جدیلہ۔ بنی طرفہ۔ بنی القارضان۔ بنی النمر۔ بنی جشم بنی العجل۔ بنی سدوس۔ بنی الہازم۔ اور بنی عبدالقیس وغیرہ ہم قبائل عرب منسوب ہیں۔ انمار کی اولاد بنی انمار کہلائی۔ جس نے یمن کو اپنا مسکن بنایا۔ مضر کے دو بیٹے تھے۔ الیاس اور قیس پھر الیاس کے دو بیٹے تھے۔ مدرکہ۔ طابخہ۔ پھر مدرکہ کے بھی دو بیٹے تھے، خذیمہ۔ ہذیل۔ پھر خذیمہ کے ہاں تین بیٹے پیدا ہوئے۔ کنانہ۔ ہون۔ اسد۔ کنانہ کے ہاں کئی بچے پیدا ہوئے جن میں نضر بڑا تھا۔

نصر کے ہاں مالک اور مالک ہاں فہر پیدا ہوئے فہر کا لقب قریش تھا۔ یہ نہایت شجاع و بہادر اور زیرک و دانا تھے قبیلہ قریش آپ ہی کی طرف منسوب ہے پھر فہر سے غالب اور غالب سے لویٔ اور لویٔ سے کعب اور کعب سے مرہ اور مرہ سے کلاب پھر کلاب سے قصی پیدا ہوئے۔

قصی ابن کلاب قصی ابن کلاب نے کعبۃ اللہ کے متولی اور حاجب جلیل بن حبیشہ کی بیٹی حبی سے نکاح کیا جس سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ ان میں سے دو کے نام بتوں کے ناموں پہ رکھے عبد مناف کہ مناف ایک بت کا نام تھا اور عبدالعزیٰ کہ یہ بھی بت عزیٰ کا نام تھا اور دو کے نام عبد قصی اور عبدالدار تھے۔ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ قبیلہ قریش میں قصی ابن کلاب وہ پہلا شخص ہے جس نے عربوں کو چھ سو برس کی ذلت وخواری کے بعد مکہ میں باقاعدہ ایک ریاست کا مالک بنایا جس کا انتظام اور انصرام جمہوری اصولوں پہ ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے قصی ابن کلاب قریش کے پہلے سردار ہیں جن کی اطاعت وفرماں برداری اہل قریش نے اپنے اوپر لازم سمجھی چنانچہ آپ متفقہ طور پر سردار قوم بنے اور اپنے سسر جلیل بن حبیشہ کی وصیت کے مطابق اور قوم کے اتفاق کے بموجب کعبۃ اللہ کے متولی ہوئے۔ آپ نے کعبۃ اللہ کی تولیت سنبھال کر نہایت عمدہ رفاہی امور سرانجام دیئے۔ قصی ابن کلاب نے لوگوں کے آپس کے جھگڑے نبٹانے۔ ان کے شادی بیاہ کرنے اور دیگر تقریبات کے منعقد کرنے کے لیے دارالندوہ کے نام سے ایک عمارت بنائی۔ نیز اس کے کہنے پہ چونکہ تمام قبائل قریش مکہ میں آگئے تھے۔ لہذا جگہ کی قلت کو دور کرنے کے لیے ان درختوں کو کٹوا دیا جو حدود حرم میں اُگے ہوئے تھے یہاں اس نے ان کے خیمے لگوا دیئے اور یہ سب کام درخت کٹوانے اور خیمے لگانے کا اس نے خود شریک ہو کر کیا۔ اس کے علاوہ حاجیوں کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے لیے ایک مستقل انتظام عمل میں لایا گیا۔ جو نہایت مفید اور

Marfat.com

فرحت بخش تھا۔

قصی ابن کلاب کے انتقال کے بعد اس کے تین بیٹے عبد مناف ۔ عبد قصی

اولادِ قصی اور عبد العزیٰ تھے جنہوں نے تجارت کے ذریعے خوب دولت کمائی۔ اپنے بھائی عبد الدار سے جو باپ کے عالم ضعیفی میں باپ کے امور سرانجام دیتا تھا۔ یہ کہا کہ اب اس بات کا فیصلہ ہو جانے چاہیئے کہ قوم کا سردار کون بنے اور کس کے ذمہ کیا کام ہے ؛ چنانچہ معمولی سے نزاع کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ عبد مناف جو عبد الدار کی بہ نسبت زیادہ ذہین اور دانا تھے ۔ رفادہ وسقایہ اور حجاج کی مہمان نوازی کا فریضہ سرانجام دیں حجابت۔ لوا۔ دار الندوہ وغیرہ مناصب عبد الدار کے پاس رہیں۔

عبد مناف جب تک زندہ رہے قبیلہ قریش میں نہایت عزت و احترام سے رہے ان کے دنیا سے رخصت ہونے پر اولاد میں اقتدار و منصب کی تقسیم کا سوال پیدا ہوا۔

عبد مناف کے چار بیٹے تھے ۔عبد الشمس ۔ ہاشم ۔ نوفل اور مطلب ۔تقسیم مناصب اس طرح عمل میں آئی کہ سقایت و رفادہ جناب ہاشم کو ملی اور قیادت عبد الشمس کے حصہ میں آئی ۔

جناب ہاشم جن کی اولاد ہاشمی کہلائی نہایت حسین و جمیل اور حسن ، تدبر

جناب ہاشم اور بہت صالح کردار کے مالک تھے ۔ اپنے ذاتی خصائص اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت اپنے تمام خاندان میں بڑے معزز و محترم اور دانا خیال کئے گئے ۔

چاروں بھائی تو آپس میں بڑی محبت و یگانگت رکھتے تھے ۔ مگر معلوم نہیں عبد الشمس کا نوجوان اور خود سر بیٹا امیہ کیوں اپنے چچا ہاشم سے حسد رکھنے لگا ابتداء میں ہر چند اس نے ہاشم کی طرح فیاض دل بننے کی سعی کی لیکن فطرتاً چونکہ

Marfat.com

وہ ایسا نہیں تھا۔ لہذا چند ہی روز میں اس کی سخاوت و فیاضی رخصت ہو گئی اور اس کی جگہ بغض و حسد اور شقاوت قلبی نے گھر کر لیا اور یہ حسد و رقابت یہاں تک بڑھی کہ اسے ہاشم سے ایک مقابلہ کر کے ہار جانے میں دس برس کے لیے جلا وطن ہونا پڑا۔

وجہ تسمیہ مختصراً یہ کہ قوم قریش میں جناب ہاشم کی وہی قدر و منزلت قائم تھی جو قصی ابن کلاب کی تھی۔ آپ کا قافلہ تجارت سب قافلوں سے بڑا ہوتا تھا۔ سال میں دو مرتبہ کاروان تجارت باہر لے جانے کی آپ ہی نے رسم پیدا کی تھی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ نام تو آپ کا اصل میں عمر تھا لیکن قبیلہ قریش کو ایک دعوت دے کر نہایت لذیذ اور مزیدار ھشم یا شوربے میں روٹی کا چورا ملا کر کھلایا تھا تب قوم نے آپ کو ہاشم کے نام سے پکارا اور آپ عمر سے ہاشم ہو گئے۔

شام کے ایک سفر تجارت میں جو آپ نے مدینہ کے راستے کیا تھا آپ نے سلمیٰ نام ایک خوبصورت مدنی بی بی سے شادی کی اس سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کے بالوں میں ذرا سفیدی تھی آپ نے اسی مناسبت سے اس کا نام شیبہ رکھا۔ شیبہ کے پیدا ہونے کے بعد جناب ہاشم کچھ دیر اور مدینہ میں رہے اس کے بعد شام کے سفر پر چل پڑے۔ مگر ابھی غزہ کے مقام پر پہنچے تھے کہ بیمار پڑ گئے اور بیماری نے اس قدر طول پکڑا کہ شام کا یہ سفر، آخرت کا سفر ثابت ہوا۔ مرتے وقت جناب ہاشم نے اپنا تمام مال و متاع ابو اہیم ابن عبد العزیٰ کے ہاتھ اپنے بھائی المطلب کو پہنچوا دیا۔ نیز تاکید کی کہ وہ میرے الوتے لخت جگر شیبہ کی پرورش و تربیت بڑی توجہ کے ساتھ کرے۔ مگر افسوس المطلب نے اپنے بھائی کی وصیت کو برسوں بھلائے رکھا اور جناب شیبہ نہایت کسمپرسی کے عالم میں پلتے رہے۔

Marfat.com

ایک طویل مدت کے بعد جب المطلب کو اپنے مرحوم بھائی ہاشم

عبد المطلب کے اکلوتے فرزند ارجمند شیبہ کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا تو مدینہ گئے

اور یتیم بھتیجے کو گلے سے لگایا اور پیار کیا۔
ہر چند شیبہ کی والدہ اور اس کے رشتہ داروں نے شیبہ کو ساتھ لے جانے کی مخالفت کی لیکن المطلب نے منت سماجت کر کے انہیں رضامند کر لیا۔ چنانچہ وہ اپنے چچا کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو گئے۔ آپ جب مکہ کے دروازے میں داخل ہو رہے تھے تو لوگ سمجھے کہ آپ المطلب کے غلام ہوں گے۔ ہر چند المطلب نے لوگوں سے کہا نہیں یہ غلام نہیں میرا بھتیجا شیبہ ہے تاہم آپ سے متعلق بات لوگوں کے مُنہ سے نکل چکی تھی لہٰذا آپ شیبہ سے عبد المطلب ہو گئے۔ جس کے معنی المطلب کے غلام کے ہیں۔ یہی وہ عبد المطلب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے وہ پوتا عطا کیا جو خاتم الانبیا ہے۔ المطلب نے مرتے وقت جناب عبد المطلب کو جانشین کیا۔ چنانچہ اپنے چچا کے انتقال کے بعد شریف مکہ ہوئے۔ آپ نہایت خلیق اور مہربان سردار تھے تمام قریش کی گردنیں آپ کے حضور میں۔ شجاعت و سخاوت اور شرافت، غرض ہر اعتبار سے جھک گئیں۔ اور مسند ریاست بغیر کسی لڑائی بھڑائی کے آپ کے قدموں میں آگئی۔ علامہ اسحاق نے لکھا ہے کہ جو شرف و قوت اور بزرگی آپ نے پائی، آپ سے پہلے کسی رئیس مکہ کو نصیب نہیں ہوئی۔

جناب عبد المطلب کے دس بیٹے تھے، کہتے ہیں آپ نے

اولاد عبد المطلب یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ انہیں دس فرزند عطا کر دے

تو وہ ان میں سے ایک بیٹے کو اس کے نام پر کعبۃ اللہ میں ذبح کریں گے۔ چنانچہ جب آپ کے ہاں دس بیٹے پیدا ہو گئے تو آپ نذر پوری کرنے کے لیے کعبۃ اللہ میں ھبل بُت کے قریب آئے اور اپنے دسوں بیٹوں کے نام پر قرعہ اندازی کی

Marfat.com

قرعہ میں آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے جناب عبداللہؓ کا نام نکل آیا جو آپ کو اپنے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ پیارے تھے۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر عرب میں فرزند قربان کئے جانے کی رسم چل پڑی تو سخت آفت میں جان آجائے گی آپ اس ارادہ کو ملتوی کر دیں اور عبداللہ کی جگہ اونٹ قربان کر دیئے جائیں۔ چنانچہ آپ نے قریش کی تجویز پسند کر کے سو اونٹ قربان کر دیئے۔

چنانچہ عبدالمطلب کے بارے میں ابن سعد نے ہشام بن محمد سے روایت کی ہے کہ آپ تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین تھے۔ اور آپ کا قد سب سے لمبا تھا اور سب سے زیادہ حلیم اور سخی تھے۔ جب کوئی بادشاہ آپ کو دیکھتا تو آپ سے بڑے احترام و عزت کے ساتھ پیش آتا۔

جناب عبداللہ اس واقعہ کے بعد مورخین لکھتے ہیں کہ آپ وہب ابن عبدمناف کے پاس گئے۔ اور ان کی بیٹی آمنہ بی بی سے اپنے لخت جگر جناب عبداللہ کا نکاح کر دیا جو قریش کی عورتوں میں ہر لحاظ سے سب سے ممتاز و افضل تھیں۔ اگرچہ آپ کا نکاح ابرہہ کی فوج کشی کے سال میں ہوا۔ تاہم حملہ ابرہہ کے وقت جناب عبداللہ مکہ سے شام کے سفر پر جا چکے تھے۔ جناب عبداللہ شام تشریف لیے جا رہے تھے کہ راستے میں بیمار پڑ گئے۔ چنانچہ آپ مدینہ میں اپنے ننھیال کے ہاں رک گئے اور یہاں ایک ماہ بستر علالت پر رہ کر ملک بقا کو روانہ ہوئے۔

واقعہ فیل ابرہہ سے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ایک عیسائی سردار تھا۔ اسے کعبۃ اللہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت دل میں کانٹا بن کر چبھنے لگی چنانچہ وہ کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے لیے حبشہ سے ایک لاؤ لشکر لے کر مکہ پہنچ گیا اور اس نے وہاں کے لوگوں کو اپنے ارادے سے باخبر کرنے کے لیے ان کے جانور پکڑ لیے انہی میں

Marfat.com

جناب عبد المطلب کے اونٹ بھی تھے۔ جب جناب عبد المطلب کو اس کی آمد اور اس کے ارادے کا علم ہوا تو آپ اس کے پاس گئے اور اپنے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ نے بڑی حیرت سے پوچھا "تمہیں اپنے جانوروں کی تو فکر پڑ گئی، لیکن اس کا فکر نہیں جس کی بدولت تم یہاں مکرم و معظم ہو" آپ نے بڑی بے پروائی سے جواب دیا کہ اونٹ میرے ہیں میں ان کا مالک ہوں۔ اس لئے ان کی واپسی کے لیے چلا آیا۔ رہی بات کعبہ کی سو اس گھر کا مالک کوئی اور ہے اور وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔

ابن ہشام و ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ قریش نے بیت اللہ کی کوئی مدافعت نہیں کی بلکہ جناب عبد المطلب کے ساتھ مکہ کے پہاڑوں میں چھپ گئے۔ جب دوسری صبح ہوئی اور ابرہہ کی فوج نے کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے لیے حرکت کی اور وہ ہاتھی بھی آگے بڑھے جو اسی غرض سے حبشہ سے لائے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت کا انتظام کر لیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابابیل پرندوں کی فوج اس کی فوج کی طرف بڑھی ہر پرندے کی چونچ اور پنجے میں کنکر تھے۔ لکھا ہے کہ وہ کنکر جس پر پڑتے وہیں ڈھیر ہو جاتا تھا چنانچہ عذاب الٰہی نے پل کے پل میں ابرہہ کی تمام فوج صاف کر دی۔ ادھر ابرہہ گرتا پڑتا صنعا پہنچا اور وہاں پہنچ کر نہایت دردناک تکلیف میں واصل جہنم ہو گیا۔

ابرہہ کی ہلاکت اور کعبۃ اللہ کی حفاظت کے اس واقعہ سے اہل مکہ بہت متأثر ہوئے۔ چنانچہ جناب عبد المطلب کی شان میں بڑے پر زور قصیدے لکھے گئے ادھر جناب عبد المطلب کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے اور ادھر آپ کا گھر آپ کے پوتے کی ولادت کے نور سے جگمگا رہا تھا۔ بی بی آمنہ نے کعبہ میں آپ کو اطلاع پہنچوائی آپ خبر پا کر دوڑے دوڑے گھر آئے بصد مسرت و اشتیاق پوتے کو گود میں لیا پیشانی چومی اور پھر سے کر کعبۃ اللہ میں چلے گئے جہاں آپ نے اللہ کا شکر

Marfat.com

ادا کیا اور پوتے کا نام محمدؐ رکھا اور کہا تمام دنیا میرے پوتے کی تعظیم و تکریم کرے۔ اور ہر جگہ اس کی تعریف ہو۔ میں نے اسی خواہش کی مناسبت سے اپنے پوتے کا نام محمدؐ رکھا ہے۔

ولادت رسول ہاشمی مورخین نے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بارہ ربیع الاول سنہ ۴۰ نوشیروانی برمطابق ۸۸۲ اسکندری واقعہ عام الفیل تحریر کی ہے لکھا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ نوشیروان عادل کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے۔ ولادت محمدی کے وقت دنیا میں کوئی مقام ایسا نہیں تھا جہاں حق کا بول بالا ہو لوگ اپنے پیدا کرنے والے کو بھول کر دنیا کی وہ چیزیں پوجتے تھے جنہیں قدرت الٰہی نے انہی کی خدمت کے لیے پیدا کیا تھا۔ یہودی اور عیسائی جو اہل کتاب ہونے کے دعویدار تھے اپنی مطلب براری کے لیے آسمانی کتابوں کو یکسر بدل چکے تھے اور اس حال کو پہنچے ہوئے تھے کہ انکے نزدیک انسان ہی ان کا خدا تھا اور خدا ہے۔

لیکن اہل عرب تمام دنیا میں برائیوں اور غلاظتوں میں سب سے آگے تھے۔ جوا کھیلتے۔ شراب پیتے اور جیتے جی بیٹیوں کو زمین میں زندہ گاڑ آتے تھے۔ ان میں بات بات پر تلوار چل جاتی اور یہاں تک طول پکڑتی کہ مدتوں جاری رہتی جس سے قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے۔ اپنے آرام و آسائش کے لیے ایرانی بادشاہوں کے حاشیہ نشینوں کے آگے سر جھکاتے اور بھوک مٹانے کے لیے سانپ بچھو اور چوہے تک کھا جاتے تھے بت پرستی ان کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی غرض یہی وہ سبب تھا کہ جس سے قدرت الٰہی نے تمام دنیا کے آخری رسول کو عرب میں پیدا کرکے عربوں کو آپ کا مخاطب اول بنایا۔

Marfat.com

یمن کے خطرہ سیلاب سے ڈر کر آنے والوں میں سے
مکہ بعثت نبوی سے پہلے ایک شخص عمرو بن یحییٰ لمحی بھی تھا جو عامر المزیقتا کی اولاد سے تھا جب یہ شخص اپنے باپ کے مرنے کے بعد حجاز کا بادشاہ بنا تو اس نے ایک مرتبہ کسی ضرورت سے شام کا سفر اختیار کیا وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ لوگ اپنے ہاتھوں سے بت بناتے ہیں اور پھر انہیں پوجتے ہیں اس نے کسی سے پوچھا یا خود اپنے دل میں خیال کیا بہر کیف اسے معلوم ہوا کہ یہ بت مصیبت کے وقت کام آتے ہیں مینہ بارش برساتے ہیں اور دل کی مرادیں بر لاتے ہیں چنانچہ عمر لحی نے ان لوگوں سے ایک بت لے لیا جس کا نام ھبل تھا اور اسے لاکر بیت اللہ شریف میں نصب کر دیا اس نے خود بھی پوجا کی اور مکہ کے لوگوں کو بھی اس کے پوجنے کی ترغیب دی۔

مکہ معظمہ میں جناب اسمٰعیل ع کے دور نبوت سے لے کر عمرو لحی کے باپ کے دور حکومت تک بت پرستی نہیں آئی تھی لوگ موحد و خدا پرست تھے اور دین ابراہیم و اسماعیل کو مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ گھر جسے ابراہیم و اسمٰعیل باپ بیٹا دونوں نے مل کر تعمیر کیا۔ ان لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز تھا خاص کر قبائل عرب میں سے بنی جرہم عمالقہ و خزاعہ اور بنی بکر کے لوگ کعبۃ اللہ کو نہایت احترام و تقدس کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور بیت اللہ کا طواف کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنا سر جھکاتے اور عبادت الٰہی کرتے تھے۔ توحید پرستی کی یہ صورت حال مکہ میں کئی سو برس تک قائم رہی۔

اب بمصداق الناس علیٰ دین ملوکھم۔ مکہ کے لوگ سخت گمراہی میں پڑ گئے عمرو لحی نے مکہ کے دین کو بالکل بدل ڈالا۔ یہاں تک کہ وہ کعبہ جو توحید پرستی کا مرکز تھا بت پرستی کا گھر بن گیا۔ تمام عرب کے لوگوں نے جو یہاں حج کے لیے

Marfat.com

آتے تھے اپنے اپنے لیے بت بنا لیے جو علیحدہ علیحدہ قبائل سے مخصوص تھے مثلاً کسی قبیلے کے بت کا نام سواع وبرہاط تھا۔ کسی کا نام ود و یعوث تھا کسی کا نام یعوق اور یریس اور یغم دانس اور نسر تھا غرض بے شمار بت تھے جو اللہ تعالیٰ کے اس گھر میں پوجے جاتے تھے جسے ایک اللہ کی عبادت کیلئے تعمیر کیا گیا تھا۔

ایام طفولیت محمدیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نہ ماں کی تربیت ملی نہ باپ کی۔ آپ کے والد محترم جناب عبداللہ تو آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے اور آپ کی والدہ محترمہ آمنہ بی بی اس عالم سے اس وقت رحلت فرما گئیں جب آپ صرف چھ سال کے تھے اور یہ مختصر سی مدت بھی آپ کو ماں کے ساتھ نہ گذری کیونکہ عرب کے دستور کے مطابق آپ کو مکہ سے باہر اپنی دایہ بی بی حلیمہ کے ساتھ رہنا پڑا جو آپ کو دودھ پلانے کے لیے ساتھ لے آئی تھیں۔

الفت ابوطالب جب آپ آٹھ سال کے ہوئے اور آپ کے دادا جناب عبدالمطلب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹوں جناب عباس۔ ابوطالب۔ امیر حمزہ۔ ابولہب۔ زبیر۔ حارث۔ حجل۔ مقدم۔ ضرار سے پوچھا کہ تم میں کون یہ ذمہ داری قبول کر سکتا ہے کہ محمد کا میرے بعد ماں اور باپ کی طرح خیال رکھے۔ اس پر جناب عباس نے خود کو پیش کیا لیکن آپ نے یہ سوچ کر یہ خود کثیر العیال ہیں۔ ان سے انکار کر دیا۔ اب جناب امیر حمزہ آگے بڑھے آپ نے ان سے بھی انکار کیا اور کہا کہ تم تو خود ابھی کمسن ہو پھر ابولہب آگے بڑھا محمد مجھے سونپ دیجئے۔ میں انہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھونگا آپ نے کہا ابولہب تم سخت دل انسان ہو۔ میرے یتیم سے شفقت کا سلوک نہ کر سکو گے۔ اب ڈرتے ڈرتے جناب ابوطالب پدر امیر المومنین حضرت علی رضؓ

Marfat.com

آگے بڑھے۔ بوڑھے باپ سے کہا کہ ہر چند یہ کچھ اثاثہ پاس نہیں رکھتا۔ اپنے دوسرے بھائیوں کے مقابلہ میں بہت غریب ہوں تاہم محمدؐ کی دلداری اور ناز برداری کرنے کی ہمت ضرور رکھتا ہوں۔ جناب عبدالمطلب نے اپنے کم سن پوتے محمدؐ کی طرف دیکھا ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جناب محمدؐ رسول اللہ دادا کے اس استفسار پر اپنے چچا جناب ابی طالب کے زانو پر جا بیٹھے، بوڑھے دادا نے یہ دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور بیاسی برس کی عمر میں بعض کے نزدیک ایک سو بیس برس کے سن میں اپنی جان شیریں جان آفریں کے سپرد کر دی جناب ابو طالب نے اپنے باپ کی وصیت کو جس درد و سوز اور کمال جاں سپاری سے پورا کیا اسے علامہ ابن خلدون نے فقط ایک ہی جملہ میں بیان کر کے تمام حقیقت واضح کر دی فاحسن ولدیتہ و کفالتہ

جناب ابو طالب نے ولدیت و کفالت کا حق ادا کر دیا۔ محبت کا یہ عالم تھا کہ جناب ابو طالب آپ کو اپنے پہلو میں سلاتے۔ آپ اگر کہیں باہر جاتے تو مہربان چچا ساتھ ہوتے۔ گھر میں کھانا پکتا اور بچے کھانا نکالنے پر اصرار کرتے تو آپ ان سے کہتے بچو ابھی ٹھہر جاؤ ہمارے بیٹے محمد کو آلینے دو چنانچہ جب آپ کے پیارے بھتیجے گھر میں آتے تو آپ اپنے بچوں سمیت آپ کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔

مورخین اسلام کہتے ہیں کہ باوجود اس دنیاوی محرومی کے جناب

علامت نبوت محمدؐ رسول اللہ چھوٹی سی عمر میں بھی اخلاق و عادات کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔ نہ کسی کو گالی گلوچ دیتے اور نہ آپ نے کبھی کسی بیہودہ کھیل میں حصہ لیا اور نہ مشرکین و کفار کے میلے ٹھیلے ہی میں قدم رکھا اور نہ کبھی کسی بت کو پوجا اور نہ بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت چکھا۔ غرض آپ اپنے پاکیزہ طور و اطوار کے اعتبار سے سب میں افضل و ممتاز تھے تمام لوگ آپ کی عزت کرتے تھے اور بڑی قدر کی نگاہوں سے آپ کو دیکھا۔

Marfat.com

جاتا تھا۔ آپ اصلاحی کاموں میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ تنہائی پسند واقع ہوئے تھے اور اکثر سوچ بچار میں پڑے سوچتے رہتے تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب آپ تیرہ سال کے ہوئے تو آپ اپنے چچا جناب ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے یہ آپ کا پہلا سفر تھا۔ جب آپ کا قافلہ بصری پہنچا تو ایک عیسائی راہب بحیرہ نے آپ کی ذات میں نبوت کی نشانیاں پاکر ابوطالب کو مشورہ دیا کہ آپ کو لیکر واپس چلے جائیں کیونکہ اندیشہ ہے کہ یہودی انہیں قتل نہ کردیں چنانچہ جناب ابوطالب آپ کو لیکر مکہ واپس آگئے۔

حلف الفضول جب آپ کا سن مبارک پندرہ برس کا ہوا تو آپ نے اپنے چچا زبیر کی تحریک پر اس معاہدہ قریش میں شرکت کی جس کا مقصد مظلوموں کی حمایت کرنا تھا۔ آپ نے اس تحریک میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ لیا اس تحریک کا نام حلف الفضول تھا۔ کہتے ہیں کہ اس تحریک کے تین اراکین فضل نام کے تھے اس لیے یہ نام تجویز ہوا۔

جناب خدیجہ پھر جب آپ پچیس برس کے ہوئے تو عرب کی متمول اور پاک باطن بیوہ خاتون جناب خدیجہ کی طرف سے تجارت کے سلسلے میں دوسری بار پھر شام کے سفر پر گئے آپ کے ساتھ جناب خدیجہ کا غلام میسرہ تھا۔ آپ کو اس سفر میں بہت نفع حاصل ہوا تجارت میں شاندار کامیابی اور اپنے غلام میسرہ کی زبانی آپ کی صفات حمیدہ معلوم کرکے خدیجہ بہت خوش ہوئیں اور ان کی آپ سے گرویدگی اس حد تک بڑھی کہ آپ کو نکاح کا پیغام دے دیا جسے آپ نے فوراً قبول کرلیا۔ حالانکہ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کی تھی اور جناب خدیجہ چالیس برس کی تھیں مقام غور ہے کہ عرب جیسے گرم ملک میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچیس برس کی عمر تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنوارے رہے مگر دامن میں کہیں دھبہ نہیں

Marfat.com

آنے پایا اور جب تک بی بی خدیجہ زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہیں کی بی بی خدیجہ کے بطن سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں بیٹے تو بہت جلد انتقال کر گئے البتہ بیٹیاں جناب فاطمہ، جناب زینب۔ جناب رقیہ اور جناب اُم کلثوم پروان چڑھیں جناب فاطمہ امیر المومنین جناب علی کے عقد میں آئیں، جناب رقیہ اور کلثوم یکے بعد دیگرے بعد انتقال کے جناب عثمان غنی سے بیاہی گئیں۔ بی بی زینب کا نکاح ابوالعاص سے ہوا مگر یہ دختر رسول باپ کے ایک دشمن کے ہاتھوں نیزہ لگنے سے بحالت حمل شہید ہو گئیں۔

جناب خدیجہ کے انتقال کا آپ کے دل پر ہمیشہ صدمہ رہا آپ اکثر انہیں یاد کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدیجہ نے اس وقت میری مدد کی جب میں نادار اور مفلس تھا پھر جب لوگ مجھے مفتری و کاذب کہتے تھے تو خدیجہ نے میری نبوت کی تصدیق کی اور جب تمام قوم اور ملک میرے خلاف تھا تو خدیجہ کی رفاقت اور ہمدردی میرے ساتھ تھی۔

مسئلہ تعدد ازدواج مخالفین اسلام کے خیالات کے باعث بعض نادان مسلمان اعتراض کر بیٹھتے کہ رسول اللہ نے خود تو گیارہ بیویاں کیں لیکن مسلمانوں کو بہ یک وقت چار بیویوں کی غیر مشروط اجازت نہیں دی۔ پہلی بات یہ ہے کہ اصل میں یہ مشروط حکم رسول اللہ کے گیارہ نکاح لینے کے بعد آیا ہے۔ دوسرے اس بات پر توجہ دینا چاہیئے کہ مسلمانوں کو تو اس بات کا اختیار دے دیا گیا ہے کہ جس بیوی کو طلاق دینا ضروری خیال کریں اسے طلاق دے کر دوسری شادی کر لیں اور اس طرح وہ اپنی عمر میں بیسوں شادیاں کر سکتے ہیں۔ جس میں انصاف شرط ہے لیکن محمد رسول اللہ کو یہ اختیار نہیں دیا گیا۔ اللہ نے فرمایا۔ لا یحل لک النساء من بعد و لا ان تبدل بھن من

ازواج ولو اعجبك حسنهن الا ملكت يمينك وكان الله على كل شئ رقيبا یعنی اے رسول اس اگیارہ بیویوں کے بعد آپکو اور بیویاں کرنا حلال نہیں اور نہ یہ کہ تو انہیں بدل کر اور بیویاں کرلے اگرچہ آپ کو ان کا حسن اچھا لگے لیکن وہ جو تیری ہیں اور اللہ ہر چیز کا محافظ ہے۔

اجمال ازواج مطہرات یہ ہے کہ آپ کی جوانی جناب خدیجہ کے ساتھ گزری۔ گئی جو آپ سے عمر میں دگنی تھیں اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ ان کے بعد بجز عائشہ صدیقہ کے جو کم عمر اور کنواری تھیں باقی سب ادھیڑ عمر معمر اور بیوائیں تھیں۔ نیز بجز عائشہ صدیقہ کے جن کا رشتہ جناب ابوبکر صدیق بی بی خدیجہ کے انتقال پر رسول اللہ کو مغموم پا کر خود لائے تھے اور اصرار کیا تھا باقی تمام ازواج مطہرات نے آپ سے خود نکاح کی درخواست کی تھی جسے درحقیقت قبول کر کے آپنے مسلمانوں کے لیے بھلائیاں اور قربانیاں کیں۔ بیوگان سے شادی نہ کرنے کا عرب میں بڑی سختی سے رواج قائم تھا۔ لہٰذا جن عورتوں کے شوہر مر جاتے ان پر سخت مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا تھا۔ آپ نے بیوگان پریشان حال سے نکاح کر کے جہاں ان کے دکھ درد کا مداوا کر دیا وہاں اس بری رسم کے بندھن بھی توڑ دیئے۔ مخالفین اسلام کی طرف سے ایک اعتراض اور وارد ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اسلام نے بہ یک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت دے کر عورت کے وقار کو گرایا ہے۔ اول تو یہ کہ اسلام نے انصاف کی شرط رکھی ہے دوم هن لباس لکم و انتم لباس لھن مرد کا لباس عورت اور عورت کا لباس مرد کہہ کر عصمت نسائیت کو بحال رکھا ہے۔ درحقیقت عورت کو مرتبہ انسانیت سے گرانے اور ذلیل ترین مخلوق ثابت کرنے میں خود عیسائیوں اور یہودیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ چنانچہ چوتھی صدی عیسوی میں جب عیسائیت کا بہت زور ہوا۔ نیز شریعت عیسوی تمام یورپ کے قانون کا ماخذ بن گئی

تو اس کے مطابق عورتوں کے وہ تمام حقوق جو فلاسفہ یونان و روما کی صدیوں تک کوشش کئے جانے کے سبب مسلم ہوتے جا رہے تھے۔ قطعاً سلب ہو گئے اور اس کمزور مخلوق کو طرح طرح کے ناموں سے نوازا گیا۔ مثلاً عیسائی بزرگوں میں ژٹلین نے کہا عورت شیطان کا دروازہ، خوبصورت دلکش مصیبت ہے۔ ۲۔ سینٹ گریگوری نے کہا۔ اژدھے سے زیادہ خطرناک اور افعی سے بڑھ کر چالاک ہے، سینٹ جیروم نے کہا عورت تمام برائیوں اور خرابیوں کی جڑ ہے۔ ۴۔ سینٹ اگسٹائن نے کہا آدم سے اللہ کے حکم کی نافرمانی کروانے میں شیطان کی معاون و مددگار ہے یہ وہی شخص ہے جس کی تحریروں پر عیسائیوں کے مذہب کا انحصار ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس تک کلیسا نے انہی باتوں کی تعلیم دی ہے اور اسی بات کی تاکید کی ہے کہ جہاں تک ہو سکے تجرد اختیار کیا جائے کیونکہ ازدواجی رشتہ خواہ کتنا ہی ضروری کیوں نہ ہو پھر بھی ایک گناہ اور جہنم کی آگ کی ایک لپیٹ ہے۔

ہمیں اتنا تعجب مذکورہ اقوال پر نہیں کہ جتنا قول مسیح سے ہے انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی والدہ محترمہ سے نہایت کرختگی میں کہا "اے بڑھیا تو کیوں آتی ہے تیرا مجھ سے کیا کام ہے"! ظاہر ہے کہ یہ نبی کی زبان ترجمان ہدایات الٰہی نہیں ہو سکتی۔ یہ انہی دعویداران انجیل کا دجل ہے جو اسے عیسیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ۱۸۵۰ء میں انگریزی قانون کے مطابق مہذب ممالک مغرب نے عورت کے حال پر جو نوازشات کی ہیں ان کے پیش نظر ہمیں کچھ تعجب نہیں رہتا۔ ہسٹری آف ویمینز سفریج جلد سوم صفحہ ۲۹۰ پر لکھا ہے کہ مغربی قانون میں عورت کسی شے پر قابض نہیں ہو سکتی خواہ وہ خود اس کی پیدا کی ہوئی ہو یا اسے ورثہ میں ہاتھ آئی ہو۔ بحالت ناکتخدائی وہ مجبور ہے کہ اسے کسی کے پاس امانت رکھ دے اور اس کی مرضی پر کاربند ہو۔ اگر وہ شادی کرنا چاہے اور

Marfat.com

اپنے مال پر قبضہ پانے کی خواہش رکھتی ہو تو وہ قانوناً مجبور ہے کہ اپنے آئندہ شوہر سے ایک معاہدہ کرے جس کی رو سے اپنی تمام املاک اس کے حوالے کر دے۔

بیوی کا درجہ ایک ماما سے بے زیادہ نہیں۔ انگریزی قانون کی رو سے اس کا شوہر اس کا مالک اور آقا ہے۔ اسے بیوی کی ذات اور اس کے نابالغ بچوں پر پورا اختیار حاصل ہے۔ وہ اسے ایسی لکڑی سے مار سکتا جو اس کے انگوٹھے سے زیادہ موٹی نہ ہو۔

دی ایلجبن آف ومن میں جوزف میک کب نے لکھا ہے کہ متحدہ امریکہ کے قانون میں بھی عورت کو اور مرد کو شخص واحد قرار دیا ہے نیز لکھا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو وصیت سے تمام جائداد ہی سے نہیں بلکہ خود اس کے املاک سے بھی محروم کر سکتا ہے۔ بیوی اپنے شوہر کی منشاء کے خلاف نہ کوئی وصیت کر سکتی ہے اور نہ کسی قسم کا معاہدہ۔ اور نہ اسے اپنی جائداد کے منتقل کرنے کا ہی کوئی حق حاصل ہے اس کا لباس اس کی ملک نہیں حتیٰ کہ وہ اپنی جان کو اپنا نہیں کہہ سکتی اس کا شوہر اس کے بچوں کو چھین سکتا ہے۔ اس کے کپڑے اتروا سکتا ہے اور اس کے بچوں کو بھوکا مار سکتا ہے لیکن عورت کے لیے کسی قانونی چارہ کا دروازہ کشادہ نہیں عورت اگر کچھ کمائے تو مرد شوہر کی حیثیت سے اس کی کمائی پر قبضہ پانے کا مستحق ہے۔

یورپ میں اس وقت عورت کا جو عالم ہے یہ صرف آج سے ایک سو برس پہلے کی سعی و کاوش کا نتیجہ ہے اور اس میں اسلام ہی کے اثرات کا دخل ہے یہ الگ بات ہے کہ یورپ تسلیم نہ کرے لیکن یورپ میں یہ ہرگز دم خم نہیں کہ وہ اپنے ان گناہوں کی تردید کر سکے جو اس نے عورتوں کے مظلوم طبقہ پر مذہب کی آڑ لے کر دن رات کیے ہیں۔

محرکات رسم دختر کشی عرب میں جو دختر کشی کا رواج تھا وہ عیسائیوں ہی کی تبلیغ کا نتیجہ تھا۔ اکثر ان کے قبیلے یہاں آباد تھے

Marfat.com

اور عیسائیت کو پھیلانے میں لگے رہتے تھے ۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ محمد رسول اللہ کی بعثت سے قبل واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودا وھو کظیم یتوارٰی من القوم من سوء ما بشر بہ ایمسکہ علیٰ ھون ام یدسہ فی التراب اور جب ان میں سے کسی کو اس کے ہاں لڑکی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو اس کا مُنہ فق ہو جاتا اور وہ رنجیدہ ہو جاتا تھا ۔ اور اس بری بات کی وجہ سے اپنی قوم سے چُھپا چُھپا پھرتا اور دل میں سوچتا تھا کہ اسے باوجود ذلت کے اپنے ہاں رہنے دے یا اسے مٹی میں دفن کر دے ۔

اگر کوئی لڑکی کسی طرح سے بچ جاتی تو اس کو ترکہ پدری سے کچھ نہیں دیا جاتا تھا یوں سمجھئے کہ صرف جان بخشی ہی اس کا باپ کے ترکہ میں ایک حصہ تھا ۔ شادی کے بعد وہ اپنے شوہر کے قبضۂ اختیار میں ہو جاتی تھی اور شوہر کے مرنے کے بعد اسے مال متروکہ کی طرح وارثوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا ۔ اسی بنا پر عربوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ بیوہ ہونے کے بعد سوتیلی مائیں اپنے سوتیلے بیٹوں کی بیویاں ہو جاتی تھیں اور اس کے لیے ان کی رضا مندی شرط نہیں تھی ۔ ان کو اپنے سوتیلے بیٹوں کی زوجیت میں جانا ہی پڑتا تھا ۔ نیز اس میں سب سے مقدم حق بڑے بیٹے کا ہوتا تھا ۔ اگر وہ قبول نہ کرتا تو انہیں اس کے چھوٹے بھائیوں کو پیش کیا جاتا اگر وہ بھی انکار کر دیتے تو پھر کوئی اور قریبی رشتہ دار ان کا مالک و مختار ہو جاتا تھا ۔

تعمیر کعبہ محمد رسول اللہ جب پینتیس برس کے ہوئے ۔ تو کعبۃ اللہ کی دوبارہ تعمیر کے وقت قریش میں حجر اسود کے نصب کرنے سے متعلق جھگڑا پیدا ہوا ۔ ہر فریق و گروہ کی یہ خواہش تھی کہ حجرہ اسود کے نصب کرنے کا فقط اسے ہی موقع ملے ۔ قریب تھا کہ اس جھگڑے میں خون خرابہ ہو جاتا ۔ رسول اللہ کا ادھر سے گزر ہوا ۔ لوگوں نے جو آپ کو دیکھا تو یک زبان ہو کر پکار اٹھے ۔ ھذا الامین رضینا ھذا محمد یعنی یہ بیچے محمدؐ آ گئے ۔ ہم سب راضی ہیں کہ اپنا فیصلہ ان سے کرا لیں ۔ چنانچہ سب لوگوں نے آپ کو

Marfat.com

حاکم بنالیا اور آپ نے جو فیصلہ کیا اس پر سب راضی ہو گئے آپ نے یہ کیا کہ حجر اسود کو اپنی چادر میں ڈال دیا جسے اتحاد و اتفاق کے ساتھ سب نے چاروں طرف سے مل کر اٹھایا جب وہ اپنی جگہ پر پہنچ گیا تو آپ نے چادر میں سے اٹھا کر اپنے دست مبارک سے نصب کر دیا۔

منصب نبوّت اب آپ کا زمانہ نبوت قریب آتا جا رہا تھا جس سے آپ کے غور و فکر اور سوچ بچار کی حالت پہلے سے کہیں زیادہ ترقی کرتی جارہی تھی آپ مکہ سے تین میل دور اکثر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مستغرق رہتے۔ ایک روز آپ غار حرا میں مصروف عبادت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی تمام قوموں کے لیے اپنا آخری رسول منتخب کر لیا اور آپ کو یہ پیغام بھیجا۔ اقراء باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقراء و ربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ (ترجمہ) اپنے اس رب کا نام لے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ جس نے گوشت کے لوتھڑے سے انسان کو پیدا کیا۔ پڑھ کہ تمہارا رب بزرگ ہے وہ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ باتیں سکھائیں جنہیں وہ جانتا نہ تھا۔

فریضہ نبوّت سرفراز نبوت ہو کر اول آپ نے فرداً فرداً لوگوں کو توحید کی طرف بلایا اور انہیں بتایا کہ ہبل۔ عزیٰ، لات و منات وغیرہ جن بتوں کی بندگی میں تم پڑے ہو وہ جھوٹے ہیں، ان کا ہرگز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عمل دخل نہیں اور نہ ان کی کوئی سفارش چل سکتی ہے یہ بت یہ مٹی کے بے حس و حرکت گھڑے پتھروں کے بےجان مجسمے جن شخصیتوں کے نام کے تم نے گھڑ رکھے ہیں باطل ہیں۔ آؤ اس خدا کی بارگاہ میں جھک جاؤ جس کا کوئی شریک نہیں وہ ایک اکیلا ہے اور اس تمام کائنات زمین و آسمان کا واحد خالق ہے۔ وہ خود بخود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تاریخ اسلام میں آپ کی ہدایت کا یہ دور خفیہ تبلیغ کہلاتا ہے جو تین سال تک برابر جاری رہا اس زمانے میں وہی لوگ ایمان لائے جو

Marfat.com

آپ کو خوب جانتے تھے۔ چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ بچوں میں سب سے اوّل ایمان لانے والے جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور عورتوں میں جناب خدیجہ خاتون کا نام سرفہرست ہے اس کے بعد جناب ابو بکر صدیق ایمان لائے۔ مورخین نے کچھ اسماء اور بھی لکھے ہیں جن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

عثمان غنی۔ ابوذر غفاری۔ سعد بن ابی وقاص۔ طلحہ۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ ابو عبیدہ ابو سلمہ۔ الارقم بن ابی الارقم۔ عثمان بن مظعون۔ عبیدہ بن الحارث۔ سعید بن زید فاطمہ بنت خطاب۔ اسما بنت ابی بکر۔ قدامہ بن مظعون۔ عبداللہ بن مظعون۔ ابن الارث عمیر بن ابی وقاص۔ عبداللہ بن مسعود مسعود بن قاری۔ سلیط بن عمرو۔ عیاش ابن ابی ربیعہ۔ اسماء بنت سلمہ۔ خنیس بن حذافہ۔ عامر بن ربیعہ۔ عبداللہ بن جحش۔ ابو احمد جحش۔ جعفر ابن ابی طالب۔ اسما بنت عمیس۔ خالد بن البکر۔ عامر ابن البکر۔ عمار بن یاسر۔ صہیب ابن سنان۔ حاطب ابن الحارث۔ ازہر بن عبد مناف۔ ابو حذیفہ واقد بن عبداللہ۔ نعیم بن عبداللہ۔ المطلب ابن ازہر بن عبد مناف۔ نکیہ بنت یسار رملہ بنت ابی عوف السائب ابن مظعون ۔ عامر بن فہیرہ خالد بن سعید۔

اعلان رسالت آغاز نبوت کے چوتھے برس جناب محمد رسول اللہ نے دعوت حق کو عام کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے۔ یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا الذی له ملک السموٰت والارض لا اله الا هو یحی ویمیت فامنوا بالله ورسوله النبی الامی الذی یؤمن بالله وکلماته واتبعوه لعلکم تهتدون (ترجمہ) اے محمد کہہ دیجئے کہ بے شک میں تم سب کی طرف سے اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ جلاتا ہے اور موت دیتا ہے۔ پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول امی پر جو ایمان لاتا

Marfat.com

ہے اللہ پر اور اس کے کلمات پر تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

توحید پرستی کی یہ کھلے بندوں دعوتِ انسان کو انسانی غلامی سے نجات دینے اعلان حق کا وہ پہلا پیغام تھا جسے جناب عیسیٰ کی غیابت سے آپ کے زمانہ رسالت تک اہل دنیا نے پہلی مرتبہ سنا یہ وہ صورت حادی تھی کہ معبودانِ باطل تھرانے لگے۔ دنیائے جہالت کی سہرور و دیوار کانپ اٹھی۔ باپ دادا کی ریت ورسم کا جنون شخصیت پرستی کی اندھی تقلید اپنی تمام ہولناکیوں اور تباہیوں کے ساتھ ابوسفیان ابن حرب امیہ ابن عبدالشمس کی قیادت میں توحید پرستی کی مخالفت بن کر سامنے آئی لیکن باوجود ان تمام قیامتوں کے پائے نبوت میں سر مو بھی لغزش نہیں آنے پائی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ وہدایت کے میدان میں برابر قدم بڑھاتے چلے گئے۔

ایک روز آپ نے کوہ صفا پر کھڑے ہوکر قبیلے قبیلے کو نام بہ نام پکارنا شروع کیا جب سب لوگ اکٹھے ہوگئے تو فرمایا اے لوگو اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کی ایک فوج کھڑی ہے جو چاہتی ہے کہ موقع پاکر تم پر حملہ کرے تو کیا تم میرا یقین کروگے۔ سب نے یک زبان ہوکر کہا۔ یقیناً کیونکہ ہم نے تمہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا ہم بجز سچائی کے تم میں اور کچھ نہیں دیکھتے۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ تو سنو! یہ مٹی کے بے حس و بے حرکت مجسمے جنہیں تم خدا سمجھتے ہو یا خدا کی طاقتوں کا مظہر خیال کرتے ہو بالکل باطل ہیں یہ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ اے لوگو ایسی شے جو کچھ اپنا بنا سکے اور نہ تمہارا۔ تم نے اس کے سامنے سر جھکانا کیونکر گوارہ کرلیا اور اسے کیسے خدا مان لیا۔ اے لوگو یہ لات وعزیٰ اور نائلہ وھبل ہرگز پوجنے کے لائق نہیں تمہیں عبادت صرف اسی ایک ذات کی کرنی چاہیئے جس نے ہمیں تمہیں اور اس تمام کائنات کو پیدا کیا۔ اے لوگو میں تمہیں اس شدید عذاب سے ڈرانا چاہتا ہوں جو تمہاری خدا سے غفلت اور گمراہی کے سبب تمہیں سخت گرفت میں لے لیگا اس پر ابولہب نے کہا محمد خدا تجھے برباد کرے کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا۔ مفسرین لکھتے

Marfat.com

ہیں کہ اس بات کے سبب یہ آیت نازل ہوئی۔ تبت یدا ابی لھب وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ ابولہب ہی برباد ہوگا اور اس کو اس کا مال کام آئے گا نہ اس کی کمائی۔

مصائب جناب رسالت مآب کی مکی زندگی کے تیرہ سال سخت دشواریوں اور مصیبتوں میں گزرے قوم نے آپ کو ایک خدائے وحدہ لاشریک کی توحید کا سبق دینے اور اس کی بندگی کی طرف بلانے کی پاداش میں طرح طرح کی تکلیفیں اور دردناک اذیتیں پہنچائی ہیں۔ آپ کی توہین و تحقیر میں جو کچھ بن پڑا کر گزرے آپ کو ادائے نماز سے روکنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ تھوکا۔ کوڑا کرکٹ اور گندگی ڈالی۔ آپ کی گردن میں آپ ہی کے عمامہ کا پھندا ڈال کر کعبہ سے باہر نکال دیا۔

مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے ان کی زندگی تلخ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی لیکن بے شمار تکالیف و مصائب کے باوجود آنحضرت فریضہ تبلیغ رسالت میں برابر منہمک رہے۔ ایک روز کفار مکہ نے قریش کے بڑے بڑے سرداروں کا ایک وفد آپ کے چچا حضرت ابی طالب پدر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں اور ہمارے خداؤں کی تذلیل کرنے سے منع کریں۔ لیکن آنحضرت نے چچا سے بالکل صاف صاف کہہ دیا۔ عم واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ترک ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ واھلک فیہ ما ترکتہ۔ اے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو جب تک یہ کام غالب نہ ہو جائے یا میں خود ہی ہلاک نہ ہو جاؤں میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

آزمائش اس کے بعد سرداران قریش نے آپس میں طے کیا کہ ایک وفد خود محمدؐ ہی کے پاس جائے اور پوچھے کہ اے محمدؐ تو نے جو ہمارے خداؤں کے ساتھ کیا ہے۔

کسی نے نہیں کیا آخر تو انہیں کیوں بُرا کہتا ہے۔ اس سے تیرا مطلب کیا ہے؟ اگر تو دولت چاہتا ہے۔ تو ہم دولت دے ڈالتے ہیں اگر تجھے ہمارا سردار بننے کی تمنا ہے تو ہم تجھے اپنا سردار بنانے کو تیار ہیں اگر تو چاہتا ہے کہ تو بادشاہ ہو جائے تو ہمیں یہ بھی منظور ہے چنانچہ یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ باتیں کہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں مجھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مجھے صرف تمہیں بندوں کی غلامی سے نکال کر صرف ایک اللہ کا بندہ بنانے کے سوا اور کوئی غرض نہیں۔

ایک موقع پر مشرکین و کفار مکہ نے خیال کیا کہ حج کا موسم آنے والا ہے۔ لوگ دُور دراز کی جگہوں سے یہاں آئیں گے اور محمدؐ کی کوشش ہو گی کہ انہیں مسلمان کیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ موسم کے آنے سے پہلے پہلے اس کے خلاف کوئی منصوبہ طے کریں۔ چنانچہ لوگ اکٹھے ہوئے اور تجویز پیش کی کہ جب لوگ یہاں آنے لگیں تو محمدؐ کے کاہن ہونے کا پروپیگنڈہ کیا جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا ہم کاہنوں کو خوب جانتے ہیں محمدؐ ہرگز کاہن نہیں ہو سکتا۔ پھر لوگوں نے کہا مجنون ثابت کر دیا جائے ولید نے کہا یہ بھی نہیں محمدؐ ہرگز مجنون نہیں۔ پھر بولے ہم شاعر کہنا شروع کر دیں ولید نے کہا شاعر بھی نہیں پھر جب لوگ تجاویز پیش کرتے کرتے عاجز آ گئے تو کہنے لگے اچھا تم ہی بتاؤ محمدؐ کیا ہے؟ ہم اسے کیا کہیں؟ ولید نے کہا اگر تمہیں کچھ کہنا ہی ہے تو میری رائے یہ ہے کہ اس کو ساحر کہو واقعی محمدؐ کے کلام میں بڑا جادو ہے۔ جو دلوں پر خوب اثر کرتا ہے۔

نضر ابن الحرث نے کہا اے سرداران قریش محمدؐ پر تمہاری کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی تم اسے بچپن سے جانتے ہو وہ تم میں سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہے اسے تم بہت پسند کرتے تھے اور اسے امین کہتے تھے اب وہ تمہارے پاس وہ کلام لے کر آتا ہے جو اس پر نازل ہوا تم اُسے کاہن کہتے ہو حالانکہ وہ کاہن نہیں تم اسے

Marfat.com

شاعر کہتے ہو، حالانکہ وہ شاعر نہیں پھر تم اسے جادوگر خیال کرتے ہو حالانکہ وہ جادوگر نہیں اے سرداران قریش تم اپنے حال پر غور کرو بخدا تمہارے لیے یہ بہت بڑی شے نازل ہوئی ہے۔

ایک روز ابوجہل جناب محمد رسول اللہ کو قتل کرنے کے لیئے مسجد میں داخل ہوا اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے چنانچہ جب آپ سجدہ میں گئے تو اس نے ایک پتھر اٹھایا اور چاہا کہ سر کچل دے اس پر کپکپی طاری ہو گئی پتھر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ گھبرا کر فوراً بھاگ نکلا۔

ہجرت اولیٰ

ادھر مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا تھا انہیں ریگستان عرب کی گرم گرم سلاخوں سے ان کی آنکھیں پھوڑی جاتی تھیں۔ انہیں بھوکا رکھا جاتا۔ ان پر پانی بند کر دیا جاتا بہت سوں کو پھانسی دی گئی اور بہت سے ایماندار جلا دیئے گئے۔ مکہ میں رہ کر رسول اللہ خود تو مصائب پر مصائب اٹھاتے جا رہے تھے لیکن آپ سے مسلمانوں کا یہ حال نہ دیکھا گیا۔ آپ نے مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کر جانے کا مشورہ دیا۔

رسول اللہ کے حکم کے مطابق مسلمان مکہ سے حبشہ ہجرت کر گئے[۹۲] ان مہاجروں میں تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں تھیں۔ لیکن کفار کے دل اس پر بھی ٹھنڈے نہ ہوئے۔ انہوں ان مسلمانوں کو حبشہ میں بھی دم نہ لینے دیا۔ پہلے تو انھوں نے حبشہ کے پادریوں کی خوشنودی حاصل کی اور پھر تحفے تحائف بھیج کر شاہ حبش کو رام کر لینے کو خود بھی پہنچ گئے انہوں نے پادریوں سے مل کر کوشش کی کہ مسلمانوں کو ان سے کچھ پوچھ گچھ کیئے بغیر ہمارے حوالے کر دیا جائے مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے حبش کے بادشاہ نجاشی نے بغیر تحقیقات کے مسلمانوں کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ اور پادریوں کو سختی سے ڈانٹ دیا گیا۔

نجاشی نے مہاجرین اسلام کو طلب کیا جناب جعفر ابن ابی طالب مہاجروں کے نمائندہ کی حیثیت سے دربار میں پہنچے۔ اور کہا اے بادشاہ ہماری قوم سخت جاہل تھی۔ ہم بتوں کو پوجتے تھے۔ اور مردار جانور کھا لیتے تھے۔ آپس میں قطعاً شرم و لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ خوب لڑتے یہاں تک کہ لڑائیاں پھیل پھیل کر کئی کئی قبیلوں تک جا پہنچتی تھیں۔ جس سے ہزاروں خون کی ندیاں بہہ نکلتیں۔

ہم اپنے قریبی رشتہ داروں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ برائیاں کرتے تھے اور ہم میں جو طاقتور ہوتا تھا وہ کمزوروں کو دبا لیتا اور انہیں نیست و نابود کر دیتا ہم سب کا یہی حال تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہمارے لیے ایک رسول مبعوث کیا۔

ہم اس کے حسب و نسب سے خوب واقف ہیں اور اس کی سچائی اور پاک دامنی کو بھی اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ پس اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اسے واحد لاشریک تسلیم کریں اور اس کی عبادت کریں اور اس کے علاوہ پتھروں اور بتوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔ چھوڑ دیں اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولا کریں جس کسی کی امانت ہمارے پاس ہو اسے لوٹا دیا کریں۔ قریبی رشتہ داروں سے مل جل کر رہیں اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کریں اور جن چیزوں سے ہمیں روکا گیا ہے انہیں ہرگز نہ لیں اور ان باتوں کی ممانعت آئی ہے انہیں قبول نہ کریں اور نہ کسی کا خون کریں۔ ہمیں ہر قسم کی برائی سے منع کر دیا گیا ہے۔ نیز کسی پر تہمت لگانے یتیم کا مال کھانے نیک بیبیوں پر الزام لگانے سے ہمیں روک دیا گیا ہے۔

اور ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے اور پھر آپ نے دیگر اسلامی امور گنا دیئے۔ آپ نے کہا یہ ہیں وہ حقائق جن سے ہم نے محمدؐ کو سچا مان لیا اور ہم ان پر ایمان لے آئے۔ اور ہر اس چیز کی جسے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں پیروی کی ہے ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو اس

Marfat.com

کا شریک نہیں ٹھہرانے ۔ جو شئے ہم پر حلال کر دی گئی ہے اسے حلال سمجھتے ہیں اور جسے حرام کہا گیا ہے اسے حرام جانتے ہیں ۔ یہ ہیں وہ حقائق جن پر ہماری قوم ہمارے خون کی پیاسی ہو گئی ۔ اور ہم پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھائے اور ہمیں سخت مصائب میں مبتلا کیا ۔ اے بادشاہ جب یہ لوگ ہم میں اور ہمارے دین میں حائل ہونے لگے تو ہم مجبوراً اپنے ملک سے نکل کر تیرے ملک میں آ گئے ۔

دربار نجاشی نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب سے پوچھا ۔ کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے جو محمد اللہ کی طرف سے لاتے ہیں چنانچہ آپ نے یہ آیہ قرآنی تلاوت کی کھیعص ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا ۔ اذ نادی ربہ نداء خفیا ۔ قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا ولم اکن بدعائک رب شقیا ۔ اپنے بندے زکریا پر تیرے رب کی رحمت کا یہ ذکر ہے اس نے کہا اے میرے رب میری ہڈیاں بوڑھی ہو گئیں اور میرا سر بڑھاپے سے چمک اٹھا ۔ یعنی سفید ہو گیا اور اے رب میں تجھ سے مانگنے میں کبھی محروم نہیں ہوا قرآن حکیم کی فصاحت و بلاغت اپنا کام کر گئی ۔ ان آیات کو سن کر نجاشی اور اس کا تمام دربار زار و قطار رونے لگا اور اس نے مکہ کے وفد سے واضح طور پر کہہ دیا کہ جاؤ اپنے گھر کی راہ لو میں ان مسلمانوں کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا ۔

دوسرے روز کفار مکہ نے مسلمانوں کے خلاف ایک آخری چال اور چلی عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ یہ مسلمان جو تیری پناہ میں ہیں حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا ۔ مہاجرین اسلام نے صاف اقرار کیا کہ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کا رسول اور اس کا بندہ مانتے ہیں ۔ نجاشی نے کہا بے شک تم نے جو کہا ہے صحیح کہا تم سب میری امان میں ہو پھر اس نے کفار مکہ کے تحفے تحائف واپس کر دیئے اور انہیں ذلیل و خوار ہو کر

نکلنا پڑا۔

نجاشی ہر چند اس واقعہ سے بلوہ ہوا پادری سخت برہم ہوئے تاہم اس اللہ کے بندے نے عیسائیت کے تمام طلسمات کو توڑ کر اعلان کر دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ ابن مریم بھی اس کے بندے اور رسول ہیں۔

حمایت ابوطالبی ادھر مکہ میں اسلام کی ترقی کا یہ عالم تھا کہ جوں جوں کفار اسے دبانے کی کوششیں کرتے رہتے اسلام توں توں ابھرتا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک قریش کے تمام بڑے بڑے بہادر آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے ان میں جناب امیر حمزہ اور جناب عمر فاروق سرفہرست ہیں۔ جناب فاروق کے اسلام قبول کرنے سے پہلے تک مسلمان اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے تھے۔ آپ کے مسلمان ہو جانے پر کعبہ میں اعلانیہ نماز پڑھنے لگے اور یہ پہلی مرتبہ ادائے نماز ہے۔ جو مسلمانوں نے جناب فاروق کی دلیری و شجاعت پر اعلانیہ کعبہ میں ادا کی۔

مقاطع اب کفار کے دل پہلے سے بھی زیادہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر خوف کھانے لگے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو اور ستانا شروع کر دیا۔ انہوں نے آپس میں طے کیا کہ یوں تو لوگ اسلام لانے سے باز نہیں آئیں گے بہتر ہے کہ مسلمانوں کا بائیکاٹ کر دیا جائے لہٰذا انہوں نے اعلان کر دیا کہ کوئی شخص بنی ہاشم سے تعلقات نہ رکھے اور نہ ان سے کوئی چیز لے اور نہ ان کے ہاتھ پر کوئی شے بیچے۔ ہاں اگر بنی ہاشم محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دیں تو پھر ہمارا بنی ہاشم سے کچھ جھگڑا نہیں۔ لیکن وہ مہربان چچا جس نے محمدؐ رسول اللہ سے کہا جاؤ بیٹے جو کچھ تمہیں کہنا ہے کہے چلے جاؤ ابوطالب تمہیں کسی قیمت پر بھی دشمن کے حوالے نہیں کرے گا۔ اور پھر وہ ابوطالب جو مسلح ہاشمی نوجوانوں کو ساتھ لے کر قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا اے قریش

ذرا ہاشمیوں کے ہتھیاروں کی چمک تو دیکھو۔ بخدا اگر تم نے میرے بھتیجے محمدؐ کو مار ڈالا تو میں تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا پھر تمہاری اور ہماری لڑائی چاہے کسی نتیجے پر بھی پہنچ جائے وہ مرد مجاہد نبوت کے ساتویں سال ابولہب کے سوا اپنے پیارے محمد اور تمام بنی ہاشم کو لے کر شہر سے باہر ایک پہاڑ کے درہ میں آ گیا جسے شعب ابی طالب کہتے ہیں تین برس سخت مصائب میں یہاں رہنا پڑا۔ اس مدت میں جب قریش کے چند لوگوں کو اپنے ظلم وستم کا احساس ہوا تو انہوں نے باوجود اپنے دوسرے بھائی بندوں کی مخالفت کے اس معاہدہ کو توڑ دیا اور ادھر قدرت خدا دیکھیے کہ وہ معاہدہ جو در کعبہ پر آویزاں تھا اسے دیمک چاٹ گئی گویا اس طرح بنی ہاشم کو مصائب سے نجات مل گئی اور وہ پھر مکہ میں آ گئے۔

جب رسول اللہ نے دیکھا کہ مکہ میں فی الحال انہیں کامیابی کی امید نہیں تو آپ نے طائف کا سفر کیا۔ یہ واقعہ جناب ابی طالب کے بعد کا ہے۔ جن کی رحلت نے نبوت کے دسویں برس آپ کو داغ مفارقت دیا۔ کفار نے جناب ابوطالب کی وفات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اب وہ آپ کو بے حد پریشان کرنے لگے۔ دانستہ چلتے آپ کے سر پر مٹی ڈال دیتے۔

سجدہ میں جاتے تو آپ کی کمر پر اونٹ یا بکری کی اوجھڑی رکھ دیتے اور بعض اوقات آپ کا دامن پکڑ پکڑ کر گھسیٹتے اس دوران میں جناب صدیق آتے اور کفار کو دھمکاتے اور کہتے کہ تم اللہ کے ایک بندے کو صرف اس لیے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ تمہیں ہزاروں بندگیوں سے نکال کر صرف ایک اللہ کا بندہ بنانا چاہتا ہے۔

طائف کے سفر میں کفار نے غنڈوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔

سفر طائف انہوں نے آپ کے اوپر کنکر اور پتھر برسانے شروع کر دیے جس سے آپ کے پیر لہولہان ہو گئے۔ آپ تھک کر بیٹھ جاتے تو دعا مانگتے کہتے اے

Marfat.com

اللہ میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری اور ذلت کی شکایت کرتا ہوں۔ قوم سے شکوہ نہیں کرتا اے اللہ تو ان کے حال پہ رحم فرما۔ اے اللہ کمزوروں کا ناصر اور مددگار ہے تو مجھے کس کے بھروسہ پہ چھوڑتا ہے۔ اگر تو مجھ سے راضی ہے تو مجھے کسی کی ناراضی کی پرواہ نہیں۔

ایک مرتبہ جب مدینہ سے قبیلہ اوس وخزرج کے کچھ لوگ مکہ آئے ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ نبی جس کا حال تورات میں لکھا ہے اب آنے والا ہے اور اس کی آمد سے مدینہ میں ہمارا وقار پھر بحال ہو جائے گا محمد رسول اللہ اپنے معمول کے مطابق ان کے پاس بھی پیغام ہدایت لے گئے ان لوگوں کے دل سے آپ کے موعودہ نبی ہونے کی گواہی دی۔ چنانچہ ان میں چھ آدمی مسلمان ہو گئے اور پھر انھوں نے مدینہ میں آکر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے برس اوس خزرج کے کچھ لوگ اور آئے جن میں سے بارہ آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ نیز اپنے ساتھ ایک مبلغ اسلام جناب عمیر کے بیٹے مصعب کو بھی مدینہ لیتے گئے مصعب ابن عمیر نے اہل مدینہ کو اسلام کی تعلیم دینا شروع کیا جس کے اثر سے مدینہ میں گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا یہاں تک نبوت کے تیرھویں برس ۷۳ مردوں نے اسلام قبول کیا اور جناب محمد رسول اللہ سے مدینہ چلنے کی درخواست کی اور یک زبان ہو کر کہا یا رسول اللہ آپ ہم سے جو عہد لینا چاہتے ہیں شوق سے لے لیجیے ہم کامل وفاداری وجانثاری اور سچائی کے ساتھ آپ پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تم سے فقط یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ تم صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کرو گے جو ہمارا تمہارا اور اس تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ ان لوگوں کی طرف سے براء بن معرور سردار خزرج نے آپ سے وعدہ

Marfat.com

کیا اور بیعت کی جسے تاریخ اسلام میں بیعت عقبی ثانیہ کہتے ہیں۔ عقبہ مدینہ سے کچھ دور ایک مقام کا نام ہے۔

مدینہ بعثت سے پہلے

بنی اسرائیل کے اس گروہ نے جو تجارت کی غرض سے مکہ اور مدینہ آتا جاتا تھا جناب موسیٰ سے یہ شکایت کی کہ عمالقہ ہمارے خیموں میں گھس کر ہمیں لوٹ لیجاتے ہیں اور ہم سے شدید مزاحمت کرتے ہیں تو جناب موسیٰ نے عمالقہ کی سرکوبی کیلئے مدینہ پر لشکر کشی کا حکم دیا نیز سپہ سالار کو ہدایت کی کہ عمالقہ کا ایک بھی فرد زندہ نہ رہنے پائے۔ چنانچہ فوج نے عمالقہ سے جنگ کی اور اسکی تمام قوم کا صفایا کر کے مدینہ پر قبضہ کر لیا مگر ایک علیقی شہزادے کو چھوڑ دیا۔ جناب موسیٰ اس اثنا میں انتقال کر چکے تھے موسیٰ کے نائبین نے اس جرم میں ان لوگوں کو جنہوں نے شہزادہ کی جان بخشی کی تھی۔ ملک اردن میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا کہ تمہاری سزا فقط یہی ہے کہ تم واپس مدینہ جاؤ اور وہیں جا کر سکونت اختیار کرو۔

چنانچہ یہ لوگ الٹے پاؤں مدینے آئے تو اس وقت مدینہ کی آبادی نہایت گنجان تھی۔ یہ تین قبیلے تھے جن کا تعلق جناب ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ بہرکیف بنی اسرائیل کا مدینہ پر قبضہ ہو جانے سے مدینہ یہودیت کا مرکز بن گیا۔ جو ارض بیت المقدس اور اردن کے بعد یہودیت کا تیسرا مقام کہلایا۔ ہر چند مدینہ کا سرکاری مذہب یہودیت ہونے کے باوجود یہاں کے لوگ موحد و خدا پرست رہے۔

جس زمانے میں سیلاب یمن کے حادثہ کے پیش نظر اولاد قحطان کا شیرازہ منتشر ہوا تو عمرو مزلقیا کے پوتے اوس و خزرج مدینہ چلے آئے یہ لوگ بت پرست تھے اور مدینہ کے نواحی علاقوں میں رہتے تھے۔ اگرچہ ان لوگوں نے بنی اسرائیل کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر کے اپنی معاشی حالت بہت اچھی بنا لی تھی

Marfat.com

تاہم یہودیت کو ان سے کچھ نقصان نہیں پہنچا جس سے مدینہ بدستور یہودیت کا مرکز رہا۔
اب مدینہ میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا۔ کفار مکہ نے اسلام کی

ہجرت نبوی

ترقی کا یہ رنگ دیکھ کر ابوجہل کے مشورہ سے جناب محمدؐ رسول اللہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور طے کر لیا کہ رسول اللہ کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ جب آپ کو کافروں کے ارادہ کا علم ہوا تو آپ اپنے بستر پر جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو لٹا کر چپکے سے جناب ابابکر صدیق کے ہمراہ مدینہ پہنچ گئے۔

کفار مکہ نے تمام رات ننگی تلواریں لیے آپ کے گھر کا محاصرہ کیئے رکھا۔ جب صبح ہوئی اور بھید کھلا تو جھنجھلائے اور ادھر ادھر آپ کو پکڑنے کیلئے آدمی دوڑائے مگر آپ اس مدت میں ان کی گرفت سے نکل چکے تھے۔ بالآخر کفار نے تھک ہار کر آپ کی گرفتاری پر سو اونٹ کا انعام مقرر کر دیا۔

مدینہ والوں کو جب آپ کے آنے کا علم ہوا تو اپنی مشتاق نگاہیں آپ کے قدموں میں بچھا دیں گویا ۱۲ ربیع الاول بروز جمعہ مطابق ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء کا دن اہل مدینہ کے لیے عید کا دن تھا۔ آپ کے مشتاقانِ دید سے گلی کوچوں اور سڑکوں، اور بازاروں میں کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ کوٹھے اور چھتیں عورتوں اور بچوں سے پٹی پڑی تھیں کہ اتنے میں جان نثاران اسلام کے آخری رسول کی سواری نمودار ہوئی۔ اشتیاقِ دید کا یہ عالم تھا کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ آپ میرے ہاں قیام فرمائیں۔

رسول اللہ نے مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے ایک مسجد تعمیر کی جسے مسجد نبوی کہتے ہیں اس کے بعد ایک دفاعی تنظیم قائم کی جس میں ان یہودیوں نے بھی حصہ لیا جو خود اپنی مرضی سے آپ کی ماتحتی میں آ گئے تھے انہی لوگوں میں سے ایک شخص عبداللہ بن ابیّ بھی تھا جو آپ کی آمد سے قبل مدینہ کی سرداری کے خواب دیکھ رہا

تھا۔ اس شخص نے ظاہری طور پر تو اسلام قبول کر لیا تھا لیکن بباطن اپنے بھائی یہودیوں سے مل کر اسلام کی بنیاد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ہر وقت مستعد رہتا تھا۔ گویا مسلمانوں کا مکہ سے نکل کر اگر کفار سے پیچھا چھٹ گیا تو مدینہ میں آکر یہودیوں اور منافقوں کی ایک نئی جماعت مسلمانوں کی حریف بن گئی۔

رسول اللہ نے مدینہ پہنچ کر اپنے اہل بیت اور مسلمانوں کو مکہ سے بلوا لیا۔ یہ ایک ایک کر کے اپنے اپنے گھر بار اللہ تعالیٰ کی راہ میں چھوڑ کر بے سروسامانی کے عالم میں مدینہ پہنچ گئے مدینہ کے مسلمانوں نے ان کا بکمال خندہ پیشانی خیر مقدم کیا حتیٰ کہ ایک ایک مدنی مسلمان (انصاری) نے ایک ایک مکی مسلمان (مہاجر) کو اپنا بھائی بنا کر اپنے مال کے دو دو حصے کر کے نہ صرف مال ہی سپرد کیا بلکہ اگر کسی انصاری بھائی کے دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دے کر مہاجر سے نکاح بھی کر دیا۔

رسول اللہ نے دفاعی تنظیم کے تحت جو ایک معاہدہ کیا تھا اس کے متن کا خلاصہ یہ ہے "کوئی گروہ کسی دوسرے گروہ کے دین و مذہب اور جان و مال کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ دشمن کے حملے کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرے گا۔ اگر فریقین میں کوئی جھگڑا پیدا ہوگا تو اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف رجوع کرنا ہوگا" یہ معاہدہ ایک دوستانہ حیثیت سے کیا گیا تھا مگر افسوس یہودیوں نے اپنی روائتی بد عہدی کے مطابق اسے جلد ہی توڑ دیا جس سے نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ کے یہودیوں نے کفار مکہ سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازباز کرنی شروع کر دی اور مسلمانوں کو اپنے تحفظ کے لیے پے در پے کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔

جنگ بدر کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان بدر کے مقام پر ۲ ہجری

Marfat.com

ین سب سے پہلے جنگ بدر ہوئی جس میں رسول اللہ تین سو تیرہ جان نثار ان اسلام کو لے کر مقابلہ پر آئے کفار مکہ کا سپہ سالار ابو سفیان ابن حرب ابن امیہ ابن عبدالشمس تھا اس کے ہمراہ ایک ہزار مسلح سپاہی تھے۔ ۱۷ رمضان کو مقابلہ ہوا کفار نے منہ کی کھائی اور بھاگ نکلے۔

جنگ اُحد دوسرے برس کفار نے بدر کی شکست کا بدلہ لینے کو پھر میدان کارزار گرم کیا۔ یہ غزوہ جنگ اُحد کے نام سے مشہور ہے اس میں عبداللہ ابن ابی کی منافقت کھل کر سامنے آئی وہ اپنے ہمراہیوں کو لے کر راستے ہی میں پلٹ گیا رسول اللہ صرف سات سو فدایان اسلام کو لے کر تین ہزار کفار مکہ کے مقابلہ کو پہنچ گئے میدان کارزار میں گھمسان کا رن پڑا یہاں تک کہ دشمن بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن مال غنیمت لوٹنے والے نادان مسلمانوں کی غلطی سے جیتی ہوئی جنگ ہار میں بدل گئی بڑے بڑے صحابی شہید ہو گئے۔ آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ علیہ السلام اسی جنگ میں ایک وحشی نام شخص کے چھپ کر وار کرنے سے شہید ہو گئے اور تو اور خود جناب رسالت مآب نے چہرہ پہ ایک تیر کھایا اور کھلبلی یہاں تک مچی کہ کفار مکہ نے آپ کی شہادت کا اعلان کر دیا۔ ہندہ زوجہ ابو سفیان نے لاشوں کا مثلہ کیا یعنی ان کے ناک کان کاٹ لیے جناب امیر حمزہ کا تو بہت ہی بری طرح حلیہ بگاڑ دیا اور بڑی بے دردی سے آپ کا سینہ چیر کر کلیجہ نکالا اور پھر اسے چبا چبا کر پھینک دیا۔

فتح مکہ بالآخر ایک وقت ایسا بھی آ گیا جس میں اللہ تعالیٰ کے کیے گئے وعدہ کے پورا ہونے کا دن تھا نہایت استقلال اور صلح و آشتی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ و ہدایت کیے جانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی طاقت بہت مضبوط ہو گئی چنانچہ رسول اللہ دس ہزار پاک نفوس کو لے کر مکہ کی طرف بڑھے اور

Marfat.com

آپ کے مکہ میں داخل ہونے کی شان یہ تھی کہ تمام قبائل اپنے اپنے سرداروں کے پیچھے اپنا اپنا جھنڈا لیے چلے آرہے تھے۔ اور ان سب سے پیچھے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے بغیر کسی سے لڑائی جھگڑا کئے نہایت پر امن طریقے سے مکہ فتح کر لیا۔

اللہ اللہ شان کریمی دیکھیے۔ آپ جب ایک لشکر جرار کے ساتھ مکے میں داخل ہوئے تو اہل مکہ کے دل ہول اٹھے۔ چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ مسلمانوں پر ڈھائے ہوئے ظلم ستم موت بن بن کر سامنے آنے لگے۔ لشکر اسلام دیکھ کر ابو سفیان کا تو تو لہو نہ تھا بدن میں ہوش اڑ گئے۔ سمجھتا تھا کہ میری ہر حرکت اور اس کا ہر جذبہ میرے قتل کے لیے کافی ثبوت ہے۔

جناب عباس عم رسول مکہ سے ہجرت کیے چلے آرہے تھے کہ راستے میں محمدؐ رسول اللہ مل گئے۔ آپ انہیں واپس مکہ کی طرف لے آئے اور مکہ سے باہر قیام کیا رات کے وقت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ جناب عباس اپنے خیمہ سے نکل کر شہر کی طرف چلے کہ راستے میں انہیں ابو سفیان ملا ابو سفیان کو عباس نے سمجھایا کہ محمدؐ رسول اللہ نہایت کریم و رحیم ہیں تم اگر ان کے پاس جاؤ گے اور صلح چاہو گے تو پسند کریں گے۔ چنانچہ وہ جناب عباس کے ساتھ ہو لیا راستے میں جناب عمر فاروق ملے۔ آپ نے ابو سفیان کو پہچان کر قتل کرنے کا ارادہ کیا کہ جناب عباس نے یہ کہہ باز رکھا کہ رسول اللہ کی خدمت میں پہنچ لینے دو جناب عمر جھپٹ کر رسول اللہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور آپ سے قتل ابو سفیان کی اجازت چاہی جناب عباس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ ابو سفیان میری پناہ میں ہے چنانچہ رسول اللہ نے رات بھر کے لیے عباس کے حوالے کیا اور فرمایا کہ اس کا فیصلہ کل کیا جائے گا۔

دوسرے روز ابو سفیان۔ جناب محمدؐ رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور اسلام قبول

Marfat.com

کر دیا جناب عباس نے عرض کی اے اللہ کے رسول ابوسفیان فخر کا بہت خواہشمند ہے اس پر آپ نے ابوسفیان کو یہ اعزاز بخشا کہ جو کافر ابوسفیان کے گھر میں پناہ لیگا اُسے امان ہے۔

مکہ میں داخلہ کے وقت جناب محمد رسول اللہ نے اپنے چچا جناب عباس سے فرمایا ابوسفیان کو لشکر اسلام دکھایا جائے چنانچہ عباس نے لشکر دکھایا اس پر ابوسفیان بولا اے عباس تمہارے بھتیجے تو اب ایک بہت بڑے بادشاہ بن گئے جناب عباس نے جواب دیا ابوسفیان تم ابھی تک رسول اللہ کو بادشاہ ہی سمجھ رہے ہو یہ بادشاہت نہیں نبوت و رسالت کا زور ہے۔

اخلاق رحمت عالم

آج رحمت عالم کے دربار نبوت میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے مکہ کی سرزمین مسلمانوں کے لیے خار زار حیات بنا کے رکھ دی تھی۔ ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جنہوں نے آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے آپ کا گلا گھونٹا۔ سنگ پھینکے اور پتھر برسائے وہ بھی تھے جنہوں نے شعب ابی طالب میں آپ کے خاندان سمیت قید کر کے آب و دانہ تک بند کر دیا تھا وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ کے جنازے کو خاندانی قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔ وہ بھی تھے جن کے تیر وسنان نے پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیاں کیں لٹے پٹے مہاجروں کا حشر تک پیچھا کیا۔ مدینہ میں بھی سکھ کی نیند حرام کر دی تھی۔ وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خون رسالت مآب کے سوا کسی اور شے سے تسکین یاب ہی نہ ہو سکتی تھی۔ آج ان میں وہ بھی تھے جن کی مخالفتوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آ آ کر ٹکراتا تھا۔ رسول اللہ نے ہلکے سے تبسم سے فرمایا اے لوگو تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں یہ لوگ ظالم تھے شقی القلب تھے۔ مگر ادا شناس مزاج نبوت ضرور تھے کہنے لگے آپ ایک شریف بھائی ہیں۔ ہمیں آپ سے اچھے سلوک ہی کی توقع ہے لیکن یہ کون کہہ

Marfat.com

سکتا تھا کہ ہندہ چھوڑ دیا جائے گا جس نے آپ کے محبوب کا چچا کا کلیجہ چبایا۔ اور کسے توقع تھی کہ آپ کے چچا کا گلا کاٹنے والے وحشی کی جان بخشی کر دی جائے گی اور یہ کون خیال کر سکتا تھا کہ آپ اس ھبار کو معاف کر دیں گے جس کے نیزے کی ضربات سے دختر رسول بحالت حمل انتقال فرما گئیں۔ اللہ اللہ قابو پا کر چھوڑنا۔ اقتدار پا کر دشمنوں کو نوازنا ہر کسی کا کام نہیں۔ یہ وہ کام ہے جو موسیٰ نے کیا اور نہ سکندر و نوشیرواں ہی سے ہو سکا۔ آپ نے اپنے دشمنوں سے وہی سلوک کیا جو مصر میں جناب یوسف نے اپنے بھائیوں سے کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اے لوگو تم پر کوئی الزام نہیں تم سب آزاد ہو پھر آپ نے کعبہ کے بتوں کو دیکھ کر یہ آیت پڑھی۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل زائل ہی ہوا کرتا ہے۔

خطبہ محمد رسول نے خطبہ ارشاد کیا فرمایا اے لوگو اللہ ایک ہے وہی عبادت کے لائق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہم سب ایک ہی باپ آدم کے بیٹے ہیں اور ایک اللہ کے بندے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے کان کھول کر یہ بات سن لو کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فخر و امتیاز حاصل نہیں۔ تمام نسلی امتیازات اور قومی اونچ نیچ کو اللہ تعالیٰ نے آج کے دن ملیامیٹ کر دیا۔ اس کی بارگاہ میں کوئی آقا ہے نہ غلام۔ ہم سب ایک ہی منزل پر کھڑے ہونے کے حق دار ہیں ہم سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور زندگی کے سانس لینے کا اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں ایک سا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ کے بندوں پر حکم چلائے۔ حاکمیت صرف اللہ ہی کے لائق ہے اور اس کے نزدیک وہی لوگ معزز و مکرم ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں

غرض و غائت جنگ یورپین مورخین کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ نے قریش اور دیگر قبائل عرب اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ جو لڑائیاں کی ہیں وہ حصول فتح استیصال مخالفت اور زبردستی مسلمان بنانے کی غرض سے کی گئیں

Marfat.com

آپ نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لے کر لوگوں سے اپنی رسالت جبراً منوائی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالتمآب محمد رسول اللہ نے ایک حملہ آور کی حیثیت سے کبھی جنگ و جدل کیا اور نہ اسلام کے معاملہ میں کسی طرح جبر و اکراہ سے کام لیا۔ آپ نے جتنی لڑائیاں لڑیں ان کی حیثیت صرف دفاعی تھی انتقامی ہر گز نہیں کفار مکہ نے مسلمانوں کے خلاف مدینہ میں تین جنگیں کی ہیں۔ اول جنگ بدر۔ دوم جنگ احد۔ سوم جنگ احزاب۔ آپ کے اور کفار مکہ کے درمیان صرف یہی تین لڑائیاں ہیں جن میں آپ بہ نفس نفیس شامل ہوئے یہ تینوں جنگیں نہ تو اس غرض سے تھیں کہ مسلمانوں کے وہ حقوق جو خطرے میں پڑے ہوئے تھے انہیں قائم کیا جائے اور نہ یہ مقصد تھا کہ ان نقصانات کی تلافی ہو جائے جو کفار مکہ کے ہاتھوں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو پہنچے تھے اس کا مقصد فقط وہی ہے جو ہم پہلے کہہ چکے ہیں یعنی دفاع، جیسا کہ ہم کفار مکہ کے مظالم کا ایک اجمال پیش کر چکے ہیں اس کو سامنے رکھتے ہوئے لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اندریں حالات اگر آپ صبر و تحمل کئے چپ چاپ بیٹھے رہتے اور اپنے اور مسلمانوں کے بچاؤ کے لیے کچھ ہاتھ پیر نہ ہلاتے تو آپ اپنے فرض کے ادا کرنے میں یقیناً کوتاہی کرتے۔ اس وقت آپ کا یہی فرض منصبی تھا کہ آپ اپنے آپ کو اور مسلمانوں کو ہلاک ہونے سے بچاتے چنانچہ آپ نے یہی کیا اور آپ کو یہی کرنا چاہیے تھا۔ ہمیں اسلام کے معترضین بتلائیں کہ اپنی حفاظت کے لیے ہاتھ پیر ہلانا اور حبیب اپنی جان پر آ بنے حتی المقدور کوشش کرنا دنیا کا وہ کون سا قانون ہے جو اس کی اجازت نہیں دیتا اور وہ کونسا شخص ہے جو ایسے حالات میں اپنی جان بچانے کی فکر نہیں کرتا حفاظت اور مدافعت ایک قدرتی امر ہے بڑے سے بڑے انسان سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے کیڑے مکوڑے تک وقت آ پڑنے پر اپنی حفاظت اور مدافعت کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہمارے بعض سیرت نگاروں نے بھی آپ کی مہمات شمار کرنے میں سخت مسامحت کی ہے چنانچہ ابن سعد کاتب الواقدی نے آپ کی مہمات کی تعداد جن میں آپ خود بھی شامل ہوئے ستائیس۲۷ لکھی ہے (قسطلانی جلد ششم صفحہ ۲۸۶) ابن اسحاق نے بھی یہی تعداد لکھی ہے۔ لیکن وہ مہمات جن میں آپ خود شریک نہیں ہوئے بلکہ ایسے اشخاص کی ماتحتی میں پیش آئیں ان کی تعداد اڑتیس لکھی ہے اور ابن سعد نے چوہتر بیان کی ہے (ابن ہشام صفحہ ۹۷۲) ابویعلیٰ نے حضرت جابر سے جو روایت کی ہے اس میں اکیس۲۱ مہمیں شمار کی گئی ہیں لیکن زید بن ارقم نے کہ سب سے زیادہ معتبر راوی ہیں غزوات مذکورہ کی تعداد انیس۱۹ لکھی ہے اور یہ آپ کے ہمراہ تھے۔ مختصراً یہ کہ ہمارے محدثین اور مورخین نے جو مختلف مہمات کے نام اور احوال درج کیے ہیں ان میں نہ تو عقلی تنقید کا باقاعدہ لحاظ رکھا ہے اور نہ ان اصول درایت کی پابندی کی ہے جن پر کسی روایت کی شہادت کو پرکھا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے وہ تمام مہمات بھی جوں کی توں درج کر لیں جن سے متعلق کوئی معتبر شہادت نہیں ملتی ان میں بعض تو بالکل بے بنیاد ہیں اور بعض کو جنگی مہمات لکھ دیا گیا۔

یہی وہ غلطی ہے جسے متعصب یورپین مورخین لے اڑے اور انہوں نے وہ تمام امور جنھیں جنگ سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ غزوات و سرایا اور بعوث قرار دے دیا چنانچہ ان لوگوں نے۔

۱۔ آپ کا دوستانہ عہد نامہ ترتیب دینے کے لیے وکلاء کو بھیجنا

۲۔ تبلیغ اسلام کے دعاۃ کا روانہ کرنا

۳۔ سرداران ممالک غیر کے پاس اسلامی سفیروں کا بھیجنا۔

۴۔ تجارتی مہمات

۵۔ حجاج کے قافلے

۶۔ قزاقوں کی جمعیت کو منتشر کرنے یا متنبہ کرنے۔

Marfat.com

۷۔ دشمن کی حرکات کی نگہداشت کے لیے مجاہدان اسلام کا بھیجنا
۸۔ مخبرین کو خبریں لانے کو بھیجنا
۹۔ دشمن سے لڑنے یا اسے روکنے کے لیے فوج کا روانہ کرنا یا بے جانا غرض ان تمام باتوں کو یورپ کے بدبخت مؤرخوں نے غزوات وغیرہ کے طور پر لیا ہے جس کے معنی ان کے نزدیک لوٹ مار کی مہمات کے ہیں یورپ اور عرب کے مورخین دونوں نے آپ کی کل مہمات ایک سو ستائیس شمار کی ہیں جو ہرگز درست نہیں۔

درحقیقت مہمات کی یہ تعداد جو بیان کی گئی ہے یعنی ستائیس[27] انیس[19] اکیس[21] اور سترہ[17] ان میں آٹھ[8] یا نو[9] تو واقعی ایسی ہیں جن میں جنگ ہوئی باقیوں کی کوئی سند نہیں اصل مہمات یہ ہیں ۱۔ جنگ بدر۔ ۲۔ جنگ احد۔ ۳۔ مریسیع۔ ۴۔ قریظہ۔ ۵۔ حنین ۶۔ طائف۔ ۷۔ احزاب۔ ۸۔ خیبر۔ ۹۔ مکہ۔ ان میں سے نبی مصطلق کے ساتھ مریسیع کے مقام پر جنگ ہونے کی کوئی معتبر شہادت نہیں ملتی۔ بنی قریظہ کے ساتھ بھی لڑائی لڑنے کی کوئی سند نہیں ان کا سلسلہ صرف جنگ احزاب سے تھا اس لیے اسے جداگانہ طور پر شمار نہیں کیا جا سکتا مکہ میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ رہی بات جنگ طائف کی وہ مثل اطلاس کے جنگ حنین کا ایک جزو تھا جو لوگ لڑائی سے فرار کر گئے تھے انہیں پکڑنے کے لیے طائف کا محاصرہ کیا گیا تھا جو بعد ازاں اٹھا لیا گیا۔ اس طرح منجملہ پانچ نہیں باقی رہ جاتی ہیں جن پر شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں مگر یہ مہمات بھی فی الواقع جنگ کیے جانے کی مستحق نہیں درحقیقت یہ بھی محض دفاعی اقدام تھا۔ ہاں انہیں خفیف سی جنگ یا معمولی سے مناقشہ کہا جا سکتا ہے۔ جنگ بدر میں کفار مکہ کا جانی نقصان انچاس[49]۔ اُحد میں بیس[20] احزاب میں تین خیبر میں ترانوے[93]۔ اور حنین میں بھی ترانوے[93] تھا۔ لیکن ان پچھلے دونوں اعداد میں شبہ اور مبالغہ پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا نقصان علی الترتیب چودہ[14]۔ چوہتر۔ پانچ انیس[19]۔ اور سترہ[17] تھا۔ ان تمام لڑائیوں میں مسلمانوں کی طرف سے کل اموات ایک سو انتیس[129]

Marfat.com

اور دشمنوں کی طرف سے دو سو اٹھاون ہوئیں۔ ہمارے نزدیک یہ تعداد مسلمانوں کے نقصان سے دوچند ہے اور مشتبہ معلوم ہوتی ہے لہذا اسے تسلیم کرنے میں ذرا احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

اب ایک سوال اور باقی رہ جاتا ہے کیا جنگ غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنے کی خاطر کی جاتی تھی؟ یہ واقعہ ہے کہ آپ مشرکین و کفار سے جزیہ حاصل کرنے کے لیے بھی جنگ نہیں کرتے تھے۔ اگر جنگ کا واقعی یہ مقصد ہوتا تو جنگ کی حالت میں نہیں کبھی اجازت نہ ہوتی کہ وہ آکر وعظ سنیں اور پھر اپنے امن کی جگہ پہ واپس چلے جائیں جزیہ صرف انہی غیر مسلموں پہ عائد ہوتا تھا جو آپ کی پناہ میں آجاتے تھے لیکن پھر بھی وہ باقاعدہ محاصل صدقات و زکوٰۃ جو مسلمانوں کو اسلامی جمہوریت کے مصارف کے لیے ادا کرنے پڑتے تھے ان سے نہیں لیے جاتے تھے قرآن حکیم سے مذکورہ جنگوں کی غرض وغایت صرف یہ ثابت ہوتی ہے کہ جنگ حفاظت خود اختیاری کی بنا پر صلح وامن اور مذہب کی آزادی کو قائم رکھنے اور فتنہ و فساد اور ایذا رسانی کے دور کرنے کے لیے مجبوراً تجویز کی گئی یعنی مسلمان کافروں کے ظلم و ستم سے رہائی پائیں اور دین اسلام اس مذہبی مزاحمت اور زبردستی سے آزاد ہو جائے جو مسلمانوں کو دوبارہ بت پرستی کی طرف لوٹ آنے کے لیے مشرکین و کفار کی طرف سے عمل میں لائی جا رہی تھی۔

قرآن حکیم نے آپ کے دعوت حق کے طریقہ پہ

اجمال طریق دعوت حق

یوں روشنی ڈالی ہے۔ فرمایا۔

ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن سورہ نحل ع ۱۶ پ ۱۴ قرآن حکیم آپ انہیں اللہ کے راستے کی طرف عقل کی باتوں اور عمدہ نصیحتوں کے ذریعے سے بلائیے اور ان سے اس طرح بحث کیجئے جو بہت ہی پسندیدہ ہو۔

Marfat.com

لا اکراہ فی الدین۔

دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں ہے۔

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ

ثم ابلغہ مامنہ ذلک بانہم قوم لا یعلمون۔

اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجیے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی جائے امن پر پہنچا دے یہ رعایت اس لیے ہے کہ لوگ سچائی کو جانتے نہیں۔

ولا تفسدو فی الارض بعد اصلاحہا ذلکم

مسلمانوں سے ارشاد فرمایا۔ خیر لکم ان کنتم مومنین

تم دنیا میں انتظام کے بعد فساد مت پھیلاؤ۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

الفتنۃ اشد من القتل فتنہ و فساد کشت و خون سے زیادہ سخت ہے۔

ولا تعتدو ان اللہ لا یحب المعتدین

اور تم زیادتی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب الظالمین۔

برائی کا بدلہ ٹھیک ویسی ہی برائی ہے لیکن جو شخص معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا صلہ اللہ کے ذمہ ہے۔ بلاشبہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تبلیغ اسلام اب فتح مکہ کے بعد عرب کے دوسرے قبائل نے اسلام کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ بہت سے وفد رسول اللہ کی خدمت

Marfat.com

میں تبادلہ خیال کی غرض سے آئے اور دل مطمئن کر لینے کے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ رسول اللہؐ نے اسلام کی تبلیغ کو مسلمانوں پر واجب کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اصحاب کہلاتے ہیں مختلف قوموں اور قبیلوں کے ہاں تبلیغ اسلام پر بھیجے گئے نیز رسول اللہ نے دنیا کے تمام بادشاہوں کے نام دعوت نامہ اسلام ارسال کیا۔ مثلاً شہنشاہ روم شہنشاہ ایران۔ شاہ حبش۔ شاہ مصر۔ حاکم دمشق۔ امیر الہوز۔ شہزادگان عمان۔ حاکم بحرین۔ رؤسائے یمن۔ امرائے حضرت موت۔ بادشاہان غسان شام۔ شاہ یمامہ۔ امیر بصریٰ۔ ان میں سے بہت سے بادشاہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ مگر جن بادشاہوں نے انکار کیا وہاں اتنا ضرور ہوا کہ اسلام کا گھر گھر میں چرچا ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ بعد کو وہاں بھی اسلام پھیل گیا۔ مختصراً یہ کہ اسلام اپنی خوبیوں اور اپنی رعنائیوں کی بدولت بہت جلد ترقی پا گیا۔ اسلام کی روشنی سے بادشاہوں کے محل اور غریبوں کی جھونپڑیاں دونوں یکساں جگمگا اٹھے۔

حجۃ الوداع ذی قعدہ ۱۰ ہجری میں جناب محمد رسول اللہ مدینہ سے حج کو چلے اور اس شان سے مکہ کی طرف بڑھے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار مردان باصفا آپ کے جلو میں تھے۔ یہ حج آپ کا آخری حج تھا۔ آپ نے اس موقع پر جو خطبہ ارشاد کیا اس کا ماحصل یہ ہے۔

اے لوگو مجھے تم سے جو کچھ کہنا ہے اسے بگوش ہوش سے سنو۔ شاید اگلے برس یہ موقع نہ مل سکے۔ دیکھو جیسے تم آج کے دن، مہینہ اور اس شہر کی عزت کرتے ہو اسی طرح تمہاری جان تمہارا مال ایک دوسرے پر حرام ہے جاہلیت کے تمام دستور آج ملیا میٹ کر دیے گئے جاہلیت کے زمانہ کی رسم سود بھی آج سے بند کر دی گئی۔ پرانے خون کے بدلے بھی ختم ہو گئے۔

اے لوگو عورتیں تمہارے ہاتھوں میں بے بس ہیں تم ان کو اللہ کی ضمانت پر

Marfat.com

حاصل کیا ہے۔ لہذا ان کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا ان کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آنا اور دیکھو غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا جو خود کھانا وہی انہیں کھلانا جو خود پہننا وہی انہیں پہنانا اور اگر ان سے کوئی خطا ہو جائے تو معاف کر دینا۔ اے لوگو تم سب کا خالق و مالک ایک ہی ہے تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو، تم میں سے سب سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے ورنہ یوں عربی کو عجمی پر فخر ہے نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ سورۂ مائدہ کی یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی۔ فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا آج ہم نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔

ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر عہد رسالت محمدیہ تک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ایک ہی تعلیم دی ہے وہ تعلیم جسے توحید پرستی کی بنیاد کہا جاتا ہے رسول اللہ کے عہد رسالت میں پورے طور پر بار آور ہوئی۔ اسلام اسی تعلیم کا نام ہے۔

گوڈفرید سیمون ایک یورپین مستشرق نے لکھا ہے کہ اسلام میں اگرچہ معجزات نہیں تاہم ایک تھوڑی سی مدت میں اسلام کا پھیل جانا یقیناً ایک معجزہ ہے اور اسلام کی یہ معجزے نما اور عجیب و غریب ایک حیرت انگیز ترقی ہی اس کی صداقت اور منزل من اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

وفات نبوی

بقول سرسید علیہ الرحمہ۔ قرآن حکیم جناب موسیٰ کی طرح پتھر کی تختیوں پر کھدا ہوا نازل نہیں ہوا اور نہ اس بات کی ضرورت پڑی کہ ان کے ٹوٹ جانے کے سبب اس کے تلف ہو جانے کا خوف ہوا اور پھر

جناب محمدؐ رسول کے اصحاب کے لیے اس کی دوبارہ نقل پتھر کی تختیوں پر کھودنے کی ضرورت پیش آئی قرآن حکیم کے نزول کی نسبت کوئی امر عجائبات سے علو نہ تھا کیونکہ محمدؐ رسول اللہ کا دل سینا کا پہاڑ تھا اور مسلمانوں کے دل پتھر کی لوحیں تھیں ہمارے نزدیک یہی وہ سبب ہے کہ جس سے خدا کا کلام اور خدا کے رسول کی سیرت دونوں چیزیں جوں کی توں قائم ہیں ان میں سر مو بھی کوئی تفاوت نہیں رہی بات جناب محمد رسول اللہ کے جسم خاکی کے باب میں سو جب تک فریضہ نبوت بہ تمام و کمال پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا تھا آپ اس دنیا میں ایک آخری رسول کی حیثیت سے حیات رہے اور جب وہ فریضہ الٰہی ادا ہوا آپ تریسٹھ برس کی عمر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس بلا لیے گئے۔

جناب محمد رسول اپنی وفات کے تین روز بعد لحد میں اتارے گئے اور آپ کو وہیں انہی کے اس حجرہ میں دفن کیا گیا جہاں آپ نے اپنی جان یعنی اللہ کی امانت کو اللہ کے سپرد کیا تھا۔ صحابہ نے آپ کو کسی اور مقام پہ لے جانا چاہا لیکن جناب ابابکر صدیق کے قولِ رسول دُہرانے پہ کہ نبی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں وہ موت کی آغوش میں پناہ لیتا ہے چنانچہ حجرے ہی کو آپ کا مقامِ آرام بنا دیا گیا۔

وفاتِ رسول کا صدمہ یوں تو ہر مسلمانوں کے دل پہ تھا لیکن جناب عمر فاروق تو تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جو شخص کہے گا کہ محمد رسول اللہ وفات پا گئے ہیں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ جناب صدیق نے جنہیں صبر و استقامت کی قوت اللہ تعالیٰ نے بہت عطا فرمائی تھی جب یہ حالت دیکھی تو لوگوں سے کہا اے لوگو جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ اسے یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ محمد آج اس دنیا سے اٹھ گئے اور جو شخص

Marfat.com

ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے جس کی عبادت کا پیغام جناب محمد رسول اللہ لے کر آئے تھے تو وہ اللہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اور پھر اس کے بعد جناب صدیق نے یہ آیت پڑھی۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل فان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیا و سیجزی اللہ الشاکرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے ایک رسول ہی تو ہیں جن سے پہلے بھی اور بہت سے رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں اسلام ہی سے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اللہ جلد ہی شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔

اب اس کے بعد آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی مگر امام کے بغیر اس لیے کہ اُمت کے امام تو سامنے بے حس و بے حرکت موت کے دامن میں لپٹے سوئے پڑے تھے اس اُمت میں جو اپنے ماں باپ تک آپ کی ذات پر قربان کرنے میں دریغ نہیں کرتی تھی وہ اُمت جو اپنی جان دے کر بھی آپ کے اوپر کوئی آنچ نہیں آنے دیتی تھی بھلا اس میں یہ کیونکر جرأت ہوتی اور کس میں حوصلہ تھا کہ یوں اس امام کے ہوتے ہوئے امامت کرتا۔ شاید انہیں اس نازک لمحے میں یہ ہوش بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے میں سے کسی کو امام بناتے۔

آپ کی نماز جنازہ پہلے مردوں نے مگر ایک ساتھ نہیں جماعتوں کی صورت میں ادا کی کیونکہ آپ کے حجرہ میں پندرہ بیس آدمیوں سے زیادہ کھڑے ہونے کی جگہ نہیں تھی اور مردوں میں بھی سب سے پہلے اہل بیت نے اس کے بعد مہاجرین انصار نے پھر عام مسلمانوں نے پڑھی اس کے بعد عورتوں نے اور پھر سب سے بعد بچوں نے اپنے پیارے رسول کی خدمت میں آخری سلام

Marfat.com

پیش کیا۔ رسول اللہ کی اس طرح سے نماز جنازہ پڑھنے کا یہ سلسلہ تین روز تک جاری رہا اس مدت میں تمام جان نثارانِ امت رسول نے اپنے پیارے رسول کے آخری دیدار کا شرف حاصل کیا۔

قرآنِ حکیم قرآن حکیم جناب سرور کائنات محمدؐ رسول اللہ پر تیئیس۲۳ برس کی مدت میں نازل ہوا جسطرح قرآن حکیم کا ایک ایک نقطہ و شوشہ تک نزول وقت سے آج تک بعینہٖ محفوظ و قائم ہے اسی طرح جناب محمدؐ رسول اللہ کی سیرت پاک اور حیات مبارکہ کی ایک ایک بات اور ادا مستند و مسلّم ہے۔ آپ کے اخلاق و آداب اور فضیلت و عظمت آپکی ظاہری شکل اور صورت اور معنوی قدر و قیمت سے متعلق نہ صرف مستند روایات اور مکمل تحریری و تاریخی بیانات موجود ہیں بلکہ ہر صاحب عقل و فہم آپ کی صداقت و حقانیت کا کا اعتراف کر رہا ہے۔

قرآن حکیم ہر دور، ہر ماحول۔ اور ہر قوم کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات اور لاجواب کلام الٰہی ہے جناب محمد رسول اللہ ایک کامل انسان۔ آپ کی سیرت اسوہ حسنہ اور آپ کا پیغام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔
جب تک دنیا قائم ہے قرآن حکیم کے نور ہدایت سے تمام دنیا جگمگاتی رہے گی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن آئے گا کہ اسلام کے درِ نیاز پہ جملہ اقوام عالم از خود جھکنے پر مجبور ہو جائیں گی۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکین ۝

کتابیات

۱ ۔ تاریخ علامہ ابن خلدون

۲ ۔ تاریخ ابن اثیر الکامل

۳ ۔ روح المعانی

۴ ۔ البدایہ والنہایہ

۵ ۔ الملل والنحل

۶ ۔ قصص القرآن

۷ ۔ مفاتیح الغیب رازی

۸ ۔ تاریخ علامہ طبری

۹ ۔ روضۃ الاصفیاء

Marfat.com

۱۰ - خطبات احمدیہ
۱۱ - تبویب القرآن
۱۲ - تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء
۱۳ - تفسیر المنار جلد چہارم
۱۴ - تاریخ مرآۃ الزمان
۱۵ - تاریخ الامم

Marfat.com

ہماری دیگر مطبوعات

شبِ چراغ	(شاعری)	واصف علی واصف
کرن کرن سورج	(مضامین)	″ ″ ″
دِل دریا سمندر	(″)	″ ″ ″
قطرہ قطرہ قلزم	(″)	″ ″ ″
حرف حرف حقیقت	(″)	″ ″ ″
اورنگ زیب عالمگیرؒ	(اضافہ شدہ ایڈیشن)	سید بشیر احمد سعدی سنگروری
ابنِ رُشد		″ ″ ″
دس پیغمبر		″ ″ ″
دس ولی		″ ″ ″
سرورِ عالمؐ	(زیرِ طبع)	″ ″ ″
دس سلطان	(″)	″ ″ ″
دس فاتح	(″)	″ ″ ″
حضرت اویس قرنیؓ	(″)	″ ″ ″
باز آؤ اور زندہ رہو	(مضامین)	محمدؐ حنیف رامے
ترقی پسند ادب		علی سردار جعفری
کامیاب زندگی	(ترجمہ)	اقبال سلمان
بھوت، بھوت بھوت	(″)	اشفاق انور
فکر ونظر	(سماجی و سیاسی مضامین)	چوہدری اعجاز احمد
گلی کا آدمی	(آپ بیتی)	م۔ ش۔ آشفتہ
منزل کی تلاش	(نفسیات)	م۔ ش۔ آشفتہ

وحید بک سنٹر، تکیہ املی والا، آبکاری روڈ، لاہور

Marfat.com